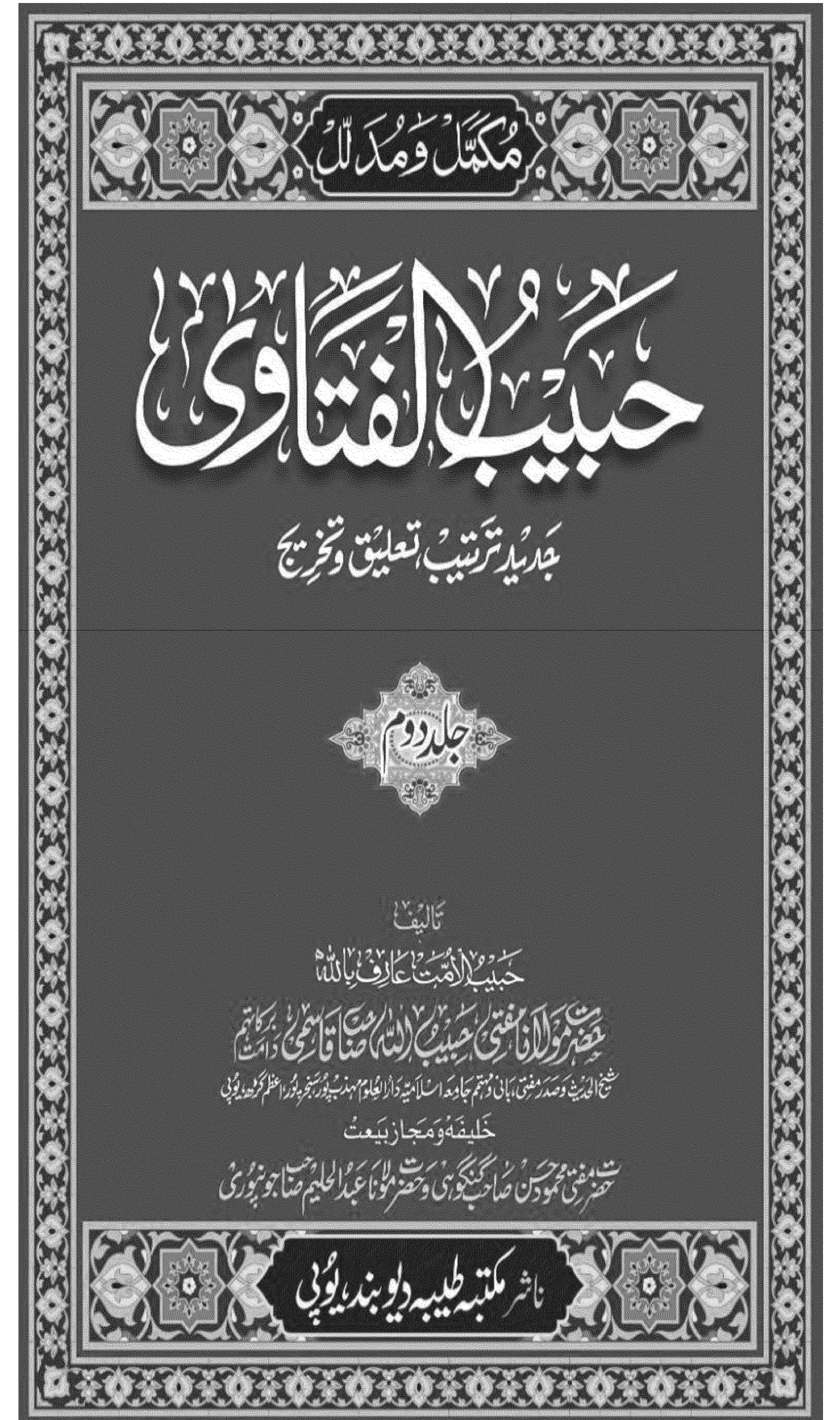


تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل و مدلل حبیب الفتاویٰ (جلد دوم)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفر نگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبدالعلیم۔ 7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیوبند۔ 9412558230

ملنے کے پتے

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی 247554
موبائل 9412558230

247554
موبائل 9897352213

whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جوعلوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک **کتب خانہ مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکرادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جارہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/اگست 2020

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی
موبائل 9412558230



محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!
مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا تشکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

۱ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ



من كبار فضلاء دار العلوم ديوبند الهند، شيخ الحديث و صدر مفتى المؤسس ورئيس الجامعة الاسلامية مهذب فور اعظم جراه اتر ابراديش الهند، ورئيس دار الافتا والقضاء والبحوث الاسلاميه، و صاحب الفتاوىٰ المسمى "بحبيب الفتاوىٰ" والمقالات العلميه والفقهيه والتصانيف المتداوله، وعضو المجمع الفقه الاسلامي الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من كبار مشائخ الهنديه

اجمالی فہرست

2

✪✪✪

فہرست مضامین

✪✪✪✪

باب الامامة

نابینا کی امامت درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱۷۶): ایک متقی، پرہیزگار اور طہارت ونظافت کا پورا پورا اہتمام کرنے والے نابینا شخص کی امامت نماز کے متعلق مندرجہ ذیل امور کی وضاحت احکام اسلامی کی روشنی میں واضح فرمائیں، عنایت ہوگی۔

(۱) کیا اس کو پنج وقتہ نمازوں کا امام مستقل بنایا جاسکتا ہے؟

(۲) مستقل اگر کوئی امام مقرر نہ ہو تو اگر کسی وقت کوئی دوسرا شخص اس سے اہل تر موجود نہ ہو تو کیا اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

(۳) حافظ قرآن ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے میں کوئی کراہت ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نابینا کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ويكره تنزيهًا امامة عبد او أعرابي وفاسق وأعمى الا ان يكون اى غير الفاسق اعلم القوم۔ (الدر المختار ص ۵۲۳ ج ۲) (۱) لیکن اگر نابینا مسائل سے اچھی طرح واقف ہو اور طہارت وغیرہ کا خیال رکھتا ہو اور ہر طرح سے محتاط ہو تو پھر بلا کراہت اس کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہے۔ چونکہ اعمیٰ کی امامت کی وجہ کراہت صاحب ہدایہ نے دو بیان کی ہے: (۱) نجاست سے نہیں بچتا۔ (۲) اس کو بڑھانے سے جماعت سے لوگ متنفر ہوں گے۔ ويكره تقديم العبد الخ والاعمى لانه لا يتوقّى النجاسة الخ ولان فى تقديم هؤلاء تنفير الجماعة فيكره۔ (ہدایہ باب الامامۃ ص ۱۱۰ ج ۱) (۲)

اور صاحب مجمع الانہر نے اور بھی علتیں بیان کی ہیں۔ وتكره امامة العبد والاعرابي والأعمى لأنه لا يتوقّى النجاسة ولا يهتدى الى القبلة بنفسه

ولا يقدر على استيعاب الوضوء غالبًا (كما فى الدرر الخ مجمع الانهر على ملتقى الابحر ج ۱ ص ۱۰۸) (۳) غرضیکہ یہ سب وجوہات اگر نابینا میں نہ ہوں تو بلا کراہت نماز جائز ہے اور علامہ شامی نے عبداللہ ابن ام مکتومؓ اور عتبانؓ کی امامت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ لكن ورد فى الاعمى نص خاص هو استخلافه ﷺ لابن ام مكتوم وعتبان على المدينة وكانا اعميين الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳) (۴)

اور اگر نابینا سے افضل واصلح کوئی نہ ہو تو پھر اس نابینا کو ہی امام بنانا افضل ہے چنانچہ صاحب مجمع لکھتے ہیں وفى البرهان لو لم يوجد بصير افضل منه يكون هو اولى لاستخلاف النبى ﷺ ابن ام مكتوم على المدينة حين خرج الى تبوك وكان اعمىٰ (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۰۸) (۵) جو حکم تمام نمازوں کا ہے وہی تراویح کا بھی ہے۔ لہٰذا کراہت وعدم کراہت کی جو وجوہات تمام نمازوں کے لئے ہیں وہی تراویح کے لئے بھی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار: ۲/ ۳۵۵ـ مکتبہ اشرفیہ۔

(۲) ہدایہ: ۱/ ۱۲۲ـ تھانوی۔

(۳) مجمع الانہر: ۱/ ۱۶۳ـ ۱۶۲ فقیہ الامۃ۔

(۴) الدر المختار: ۲/ ۳۵۶ـ اشرفیہ۔

(۵) مجمع الانہر: ۱/ ۱۶۳ـ فقیہ الامۃ۔

داڑھی کٹانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جو شخص داڑھی کٹاتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

لحیہ کی مقدار شرعی ایک قُبضہ ہے ایک قُبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہوجانے کے بعد ایک قبضہ سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں درمختار وفتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ موجود ہیں غرضیکہ جو شخص مقدار شرعی داڑھی نہ رکھتا ہو کٹواتا ہو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء درست نہیں فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجد اماما غيره وبعد اسطر قال تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد (درمختار ج۱ص ۵۲۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی۔

بأن تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانة شرعاً۔ (الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی)

(۳) تكره إمامة الفاسق العالم لعدم إهتمامه بالدين وأجاز الإمامة لمثله يقوله عليه السلام۔ ولا يؤمن فاجب مؤمناً الّا أن لقهوه بسلطان يخاف سيفه أو سوطه۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ۱۲۰۵۔ مكتبه دار الفكر۔

ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه الإمامة۔ وتحته في الطحطاوي۔ والمداد الفاسق بالجارحة لا بالعقيدة۔ (حاشية الطحطاوي: ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ دار الکتاب دیوبند)۔

عالم فاسق احق بالامامت ہے یا جاہل غیر فاسق

سوال (۱۷۸): فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے یا جاہل غیر فاسق۔ فاسق کے پیچھے ادائیگی کا کیا حکم ہے مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

عالم فاسق احق بالامامت ہے ھکذا فی الشامی فی باب الاذان جلد اول۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه على المذهب وأذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً لكنّه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي۔ (شامی ص: ۳۹۲ ج: ۱، باب الأذان) کراچی۔

ولم أرلهم ما إذا لم يوجد إلّا جاهل بالأوقات تقي و عالم بها فاسق أيّهما أولى وقد قال في الإمامة أنّ الفاسق أولى من الجاهل۔ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ص: ۲۶۳ ج: ۱ باب الأذان) زکریا بك ڈپو۔

و كذا في النهر الفائق: ص: ۱۷۹ ج: ۱۔ باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

مودودی امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۱۷۹): بعض لوگ دیوبندی مکتب فکر کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے اور بعض لوگ جماعت سلامی سے تعلق رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے حالانکہ ان میں سے کسی کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر وہ لوگ جماعت کے وقت خود یا اپنے ہم نواؤں کو لے کر الگ نماز پڑھتے ہیں ایسی صورت

میں چندلوگوں کا جماعت سے الگ ہو کر الگ جماعت کرنا یا اکیلے پڑھنا درست ہے ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسا کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ تو صاحب واقعہ ہی سے پوچھنے کی بات ہے کہ وہ کیوں نہیں پڑھتے جہاں تک نماز کی صحت وعدم صحت کا سوال ہے تو اگر نماز و جماعت کی صحت کے تمام شرائط موجود ہوں تو نماز کی صحت میں کیا کلام ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي هريرة ؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم. براً كان أو فاجراً. وإن عمل الكبائر: (ابوداؤد ج:۱ص:۳۴۳ بلال)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة. لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (ہندیہ: ج:۱، ص:۱۴۱) زکریا۔ (فتاویٰ قاضی خان: ج:۱ص:۸۰۔ دارالکتب العلمیۃ۔

وان تقدموا جاز لقوله عليه السلام. صلوا خلف كلِّ بر و فاجر. (تبیین الحقائق: ج:۱ ص:۱۳۴) مکتبہ امدادیہ ملتان۔

بدکردار نسبندی شخص کی امامت کا حکم

سوال (۱۸۰): بکر کا کردار نہایت خراب ہے اس کو اس امید پر کہ وہ تائب ہو کر نیکی کی طرف راغب ہوگا مؤذنی کے لئے ایک مسجد میں رکھ لیا گیا لیکن اب بھی وہ افعال قبیحہ وبد سے باز نہیں آتا کیا بکر کا مؤذنی کرنا اور ہم لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

جبکہ اس کی نسبندی بھی ہو چکی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله ﷺ ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراءكم (رواه ابوداؤد ج۱ص۹۴، وهكذا في المشكوة ج۱ص۱۰۰ (۱) الفصل الثاني باب الامامه طحطاوی علی المراقی ص۱۰۶)(۲)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اذان وہ دے جو تم میں اچھے اور نیک مانے جاتے ہوں اور تمہاری امامت وہ کرے جو تم میں سب سے اچھا قاری ہو اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ مؤذن سمجھ دار نیک متقی عالم بالسنۃ عالم بدخول اوقات الصلوٰۃ مواظب علی الاذان ہونا چاہئے وينبغي ان يكون الموذن رجلا عاقلا صالحا تقيا عالما بالسنة كذا في النهاية الخ (عالمگیری ج۱ص۵۳،(۳) وهكذا في الطحطاوی علی المراقی ص۱۰۶) (۴) اور اگر مؤذن فاسق ہو تو اس کی اذان مکروہ ہے ويكره اذان الفاسق ولا يعاد وهكذا في الذخيرة الفتاوى الهنديه ج۱ص۵۴۔

نہ معلوم افعال قبیحہ وبد کیا ہیں۔ بہر حال اگر وہ افعال فسق کے درجہ میں ہوں تو ایسے مؤذن کی اذان مکروہ ہے افہام وتفہیم کریں اگر باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دوسرا مؤذن اس کی جگہ رکھ لیں۔ باقی رہی نسبندی کی بات تو اگر اپنی رضامندی اور خوشی سے اس نے نسبندی کروائی ہے تب تو وہ فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے كذا في الشامي كراهة تقديمه كراهة تحريم (۵) اور اگر اس کی نسبندی زبردستی کردی گئی تو وہ معذور ہے اور حد فسق سے خارج ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليؤذن لكم

خیارکم ولیؤمکم قراء کم۔ (مشکوۃ ص:۱۰۰ج:۱) أبوداؤد ص:۹۴ ج:۱ بلال۔

(۲) وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة كذا فی النهاية۔ (فتاویٰ عالمگیری:ص:۵۳ ج:۱) رشیدیہ۔

(۳) ویکرہ آذان الفاسق ولا یعاد وھکذا فی الذخیرة۔ (فتاویٰ عالمگیری ص:۵۴ر ج:۱) رشیدیہ

(۴) ویستحب أن یکون الموذن صالحا عالما بالسنة أوقات الصلوٰة علی الوضوء۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص:۱۹۷) دارالکتاب دیوبند۔

(۵) شامی ص:۵۶۰ر ج:۱ کراچی۔

مرد کے لئے صرف عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۱): عورتوں کے لئے مرد کی امامت جائز ہے یا نہیں ایک آدمی ہے جو اپنے گھر کی چند عورتوں کو جمع کر کے امامت کرتا ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود اکیلا ایک کمرے میں ہوتا ہے اورعورتیں دوسرے کمرے میں یا اسی کمرے میں پردہ کے پیچھے ہوتی ہیں اس طرح سے وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مرد عورت کی امامت کرسکتا ہے جائز ہے مرد ایک کمرہ میں ہو اورعورتیں دوسرے کمرہ میں اس طرح بھی امامت جائز ہے بشرطیکہ امام ومقتدی کے درمیان دوصف کی مقدار سے زائد فاصلہ نہ ہو اسی طرح امام کی آواز صاف سنائی دیتی ہو کذا فی الطحطاوی علی المراقی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ونیة الرجل الإمامة شرط لصحة اقتداء النساء به۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۲۹۰) دارالکتاب

إمامة الرجل للمرأة جائزة إذا نوی الإمام إمامتها۔ (الھندیہ ص:۱۴۳ج:۱، زکریا)

إمامة الرجل للمرأة جائز اذا نوی الامام امامتها۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۲۷۸ر ج:۲) زکریا۔

جو امام غلط دعوتوں میں شریک ہو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک دولت مند مسلمان جامع مسجد کے پیش امام کے پاس آئے اوران کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر لے گئے اس کے بعد محلہ کے ایک ایماندار آدمی کو بلا لائے ان دونوں آدمیوں کے سامنے بہ ہوش وحواس اپنی بیوی کو جو دس بچوں کی ماں ہے طلاق دے دیا اس کی برادری نے پیش امام سے دریافت کیا کہ اس نے صحیح طلاق دے دیا پیش امام نے بتایا کہ طلاق دے دیا اور طلاق ہوگئی وہ شخص بلا حلالہ کئے ہوئے اپنی بیوی کو جو طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی اسے اپنے مکان میں رکھ لیا پیش امام کی شہادت پر برادری والوں نے اس شخص کو برادری سے خارج کردیا ایک سال کے بعد وہی شخص اس نے مسلمانوں کو دعوت دی کچھ لوگ دولت مند سمجھ کر اس کے یہاں کھانا کھائے سمجھدار لوگوں نے کھانے سے انکار کردیا مگر پیش امام صاحب نے ان کے یہاں کھانا کھایا کیا پیش امام صاحب کے لئے یہ کھانا جائز ہے پیش امام صاحب کے محلے میں ایک ہندو کی تر ہی پڑی وہ انسان سود خور بھی تھا اس میں پیش امام صاحب شریک ہو کر پوڑی کچوڑیاں اڑائیں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے لقوله علیه الصلوٰة والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر (مراقی الفلاح ص ۱۶۵ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳

نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶)(۱)

امام صاحب کو سمجھائیں کہ اس انداز کی دعوتوں میں شرکت نہ کیا کریں شفقت ومحبت سے سمجھانے پر انشاء اللہ اثر ہوگا ویسے امام کو رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار نمازیوں کو ہوتا ہے باہم صلاح ومشورہ سے کام لیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابی ہریرۃ: الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجرا وإن عمل الكبائر والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجر وإن عمل الكبائر۔ (ابوداؤد: ج:۱ص:۳۴۳)

وكذا في اعلاء السنن: ۳۔۴۔ص:۱۶۹۔ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ پاکستان۔

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص:۳۰۳۔دارالکتاب۔

(۴) نصب الرایۃ: ج:۲رص:۲۶۔قدیم۔

حکومت سے وابستہ مدارس کے مدرسین کی امامت

سوال (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مدارس حکومت سے وابستہ ہیں اور ان کا الحاق اس شرط پر ہوتا ہے کہ مدرسہ میں وہی چھٹیاں منائیں گے جو حکومت کہے اور وہ نصاب چلائیں جو حکومت سے منظور شدہ ہو ان کا الحاق غلط مدرسین کی تعداد لکھا کر اور طلباء کی غلط تعداد لکھا کر ہوتا ہے اور غلط تنخواہیں جو مدرسین کو دیتی ہے رشوت وغیرہ دے کر ہوتا ہے آیا یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں اور ایسے مدرسین امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کذب وخداع حرام ہے (۱) لیکن مدرسین کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ ان کی حق المحنت ہے البتہ احتیاط چاہئے اگر چہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ليس منا من غُشا۔ (رواہ أبوداؤد ص:۴۸۹ رقم:۳۴۵۳)

(۲) عن أبي هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل بر وفاجرٍ وجاهدوا مع كل بر وفاجرٍ۔ (رواہ الدارقطنی ص:۴۴ رج:۲ دارالایمان)

وإذا استأجر الذمي من المسلم داراً يسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر.... ولم يلحق المسلم في ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذالك۔ (ہندیۃ ص:۴۵ ج:۴ رشیدیۃ)

وجاز بيع عصير عنبٍ ممن يعلم أنه يتخذه خمراً لأن المعصية لا تقوم بعينه، بل بعد تغيره۔ وقيل يكره لإعانته على المعصية۔ (الدر المختار ص:۲۴۶ رج:۲۔ دار الکتاب)

جھوٹی گواہی دینے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ اگر کوئی پیش امام دو فریق کے باہمی تنازعہ میں بلا علم کچہری میں جا کر گواہی دے اور اسے یہ بھی نہ معلوم ہو کہ دوسرا فریق ہندو ہے یا مسلمان ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے

مسئلہ کی تشریح کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیًا

جائز ہے لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر مراقی الفلاح(۱) ص ۱۶۵،اخرجه الدار قطنی فی سننه ص ۱۸۵۔

كما صرح به العلامة الزيلعي فی نصب الرايه ج۲ ص۲۶ وهذه الرواية بلفظ آخر فی سنن ابی داؤد ج۱ ص ۳۴۳ باب فی الغزوة مع ائمة الجور كتاب الجهاد۔ (۲)

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ الجهاد واجب عليكم مع كل امير برا كان او فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًّا كان او فاجرا وان عمل الكبائر

والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر الخ لیکن اس فعل سے احتراز ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم۔ الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان او فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا وإن عمل الكبائر۔ والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان أو فاجر وإن عمل الكبائر۔ (ابوداؤد ج:۱ص:۳۴۳) مکتبہ بلال دیوبند۔وفی سنن الدار قطنی ص:۴۴ج:۲۔دارالایمان۔

وکذا فی اعلاء السنن: ۳۔۴ ص:۱۶۹۔کراچی۔

نصب الرایہ: ج:۱ص:۴۶۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص: ۳۰۳۔

ولو صلی خلف مبتدع او فا سعد فلو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال متل ما ينال خلف تقي۔ (الفتاوی الھندیۃ ج:۱ص:۱۴۱،مکتبۂ زکریا)

صلوٰۃ معادہ میں شریک ہونے والوں کی نماز نہیں ہوتی

سوال (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ امام پر سجدہ سہو واجب ہوا اور سجدہ سہو بھول کر سلام پھیر دیا، پھر نماز کا اعادہ کیا۔ جماعت میں کچھ مسبوق بھی تھے، بعض نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں داخل ہوگئے اور بعض اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرکے داخل ہوئے اور بعض ایسے لوگ بھی داخل ہوئے جو جماعت اولیٰ میں شریک نہ تھے۔ ہر ایک کے مسئلہ کو مع حوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیں کہ کس کی نماز ہوئی اور کس کی باطل ہوئی۔

الجواب: حامداً ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں اصل فرضیت پہلی جماعت سے ساقط ہو چکی ہے۔ اعادۂ نماز محض مجبر ومکمل ہے، لہٰذا وہ مسبوق جو نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں شریک ہوا ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، نہ پہلی نماز صحیح ہوئی نہ دوسری۔ پہلی تو اس وجہ سے کہ اس نے مکمل نہیں کیا توڑ دیا اور دوسری اس وجہ سے کہ یہ شخص فرض ادا کرے گا اور یہ فرض نہیں بلکہ مکمل فرض ہے۔ لہٰذا یہ تیسری مرتبہ پھر فرض ادا کرے اسی طرح ان لوگوں کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی جو لوگ جماعت اولیٰ میں شریک نہیں تھے۔ چونکہ یہ حضرات فرض ادا کریں گے اور جماعت ثانیہ فرض نہیں ہے بلکہ مکمل فرض ہے۔

البتہ اس مسبوق کی نماز ادا ہو جائے گی جس نے نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں شرکت نہیں کی بلکہ پہلی نماز مکمل کرکے شریک ہوا ہے۔ پہلی نماز جو امام کے ساتھ ادا کی ہے اس کی صحیح ہوگئی اور جو نقصان تھا جماعت ثانیہ میں شرکت کے بعد پورا ہوگیا، لہٰذا اس کو دوبارہ پھر

نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

کل صلوۃ أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها والمختار أنّه جابر للأول لأنّ الفرض لا یتکرر الخ (درمختار ج ا ص ۴۲۵-۴۲۶)(۱)

وهکذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح والمختار ان المعادة لترك واجبة نفل جابر والفرض سقط بالاولی لان الفرض لا یتکرر کما فی الدرر وغیره ویندب اعادتها لترك السنة ص ۱۳۴۔(۲)

وهکذا فی الدر المنتقی (۳) شرح ملتقی الابحر ج ا ص ۸۸ ترك الواجب لا یفسد الصلوة وهو المختار لکن یوجب سجود السهو لو سهوًا والاثم لو عمدًا فتعاد وجوبًا وان لم یعدها یکون فاسقًا آثمًا وهکذا کل صلوة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها والمختار انها جابرة للاول لان الفرض لا یتکرر قال المصنف وغیره الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۱۸۲۔ ۱۸۳/ج: ۲)

(۲) (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۴۸ دار الکتاب)

(۳) الدر المنتقی بشرح الملتقی مع مجمع الأنهر ص: ۱۳۳/ج: ۱۔ مکتبہ فقیہ الامت۔

و کذا فی البحر الرائق (ص: ۳۱۳/ج: ۱) ایچ ایم سعید کمپنی۔

وکذا فی النہر الفائق: ص: ۲۱۱/ج: ۱) زکریا۔

کیا فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہے؟

سوال (۱۸۶): اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز نہیں جائز ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے گی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کیا جائے اور اگر فاسق داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ صلوا خلف کل بر وفاجر (حدیث)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عنه أبی هریرة رضی اللہ عنه قال: أنه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: صلوا خلف کل بر وفاجرٍ وصلوا علی کل برو فاجرٍ۔ وجاهدوا مع کل برٍّ وفاجرٍ وصلوا علی کل میتٍ۔ (سنن الدارقطنی ص ۲/ ۴۴۔ رقم: ۱۷۴۷)

صلی خلف فاسق أو مبتدعٍ فال فضل الجماعة وفاد أن الصلاة خلفهما أولیٰ من الإفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقیٍ۔ (شامی: ۲/ ۳۰۱۔ زکریا)

وتجوز إمامة الأعرابی۔۔۔۔والفاسق۔۔۔۔إلّا أنها تکره۔ (هندیة: ۱/ ۵۵) زکریا۔

ہکذا فی: البحر الرائق ۱/ ۳۴۸۔ زکریا۔

حلبی کبیری ص: ۴۷۹ دار الکتاب۔

صرف عورتوں کی جماعت کا حکم

سوال (۱۸۷): عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنا یا صرف تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریمًا جماعة النساء ولو فی التراویح (درمختار(۱) ج ا ص ۳۸۰ کذا فی مجمع الانہر ص ۱۰۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص: ۳۰۵ ج: ۲ ـ زکریا۔

(۲) مجمع الأنہر ص: ۱۰۸ ج: ۱ ـ قدیم ـ الفتاویٰ الہندیۃ ص: ۸۵ ج: ۱ ـ رشیدیۃ۔

طحطاوی علی المراقی ص: ۱۶۶ ـ دارالکتاب۔

العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ص: ۳۶ ج: ۱ دارالفکر۔

التاتارخانیۃ ص: ۲۶۴ ج: ۲ ـ زکریا۔

البحرالرائق ص: ۶۳۴ ج: ۱ ـ سعید۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۱۸۸): اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو کترواتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مکروہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامی)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰ ـ مکتبہ کراچی۔

بأن تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانة شرعاً۔ (الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰ ـ مکتبہ کراچی)

تكره إمامة الفاسق العالم لعدم إهتمامه بالدين وأجاز الإمامة لمثله يقوله عليه السلام۔ ولا يؤمن فاجب مؤمناً الّا أن لقهوه بسلطان يخاف سيفه أو سوطه۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ۱۲۰۵ ـ مكتبه دار الفكر۔

ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه الإمامة۔ وتحته فی الطحطاوی۔ والمداد الفاسق بالجارحة لا بالعقيدة۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۰۲ ـ ۳۰۳ ـ دارالکتاب دیوبند)۔

عالم، فاسق اور جاہل میں امامت کا حقدار کون ہے؟

سوال (۱۸۹): اگر عالم فاسق ہو اور داڑھی نہ کتروانے والے جاہل مطلق نہ ہوں بلکہ فرائض وواجبات کو جانتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے، نماز عالم پڑھائے یا جاہل؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جاہل کے مقابلہ میں عالم اگرچہ فاسق ہو، امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ ویکرہ اذان جنبو اقامته واقامة محدث لا اذانه على المذهب واذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالما لكنه اولى بامامة واذانٍ من جاهل تقي (درمختار ج ا ص ۲۶۳ باب الاذان)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۳۹۲ ج:۱، باب الأذان) کراچی۔

ولم أرلهم ما إذا لم يوجد إلّا جاهل بالأوقات تقى و عالم بها فاسق أيّهما أولى وقد قال فى الإمامة أنّ الفاسق أولى من الجاهل. (منحة الخائق على هامش البحر: ص:۲۶۳ ج:۱، باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

و كذا فى النهر الفائق: ص:۱۷۹ ج:۱، باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۱۹۰): شروع میں داڑھی کتروارہا تھا لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہوجاتا ہے لہٰذا اب نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، امام بنا سکتے ہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفيه إشارة إلى أنهم لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه۔ (حلبی کبیر: ص ۵۱۳ مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ويكره أن يكون الإمام فاسقاً، ويكره للرجال أن يصلوا خلفه۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ص:۲۵۰ ج:۲ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

قال الرملى ذكر الحلبى فى شرح منية المصلى إن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم۔ (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۳۴۹ ج:۱، ایچ ایم سعید کراچی)

بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا۔ (الفتاویٰ الشامی ص:۳۵۶ ج:۲ مکتبہ اشرفیہ)۔

وکذا فی الطحطاوی ص ۳۰۳ مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

فاسق کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۹۱): زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں دوسرے حضرات بھی موجود ہیں جو فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں، ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کو ملامت کرتے ہیں لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کرلیتا ہے حالانکہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا، تو آیا ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ اعادہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامی والطحطاوی ص ۱۶۵)(۱) لہٰذا متقی پرہیزگار کو امام بنایا جائے لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا کی جائے تو واجب الاعادہ نہیں، نماز ہوجائے گی لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل برّ وفاجر (رواه الدار قطنى وابوداؤد ج۱ ص ۳۴۳/ اخرجه الامام الزيلعى فى نصب الراية ج۲ ص۲۶) لیکن امام متقی کے پیچھے پڑھنے پر جو ثواب ہے وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا (۲) كذا فى الدر المختار وفى البحر عن المحيط صلّى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماع (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الخ (شامی ج۱ ص ۳۷۷) (۳) تاہم امام کے فاسق ہونے کی وجہ سے جماعت ترک کرکے گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی

اجازت نہیں البتہ اگر دوسری مسجد میں جماعت مل سکتی ہو تو فاسق امام کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کرے لیکن اس کا خیال رہے کہ جانے کا انداز ایسا ہو کہ فتنہ فساد پیدا نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۲) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الجهاد واجب علیکم مع کل أمیر براکان اوفاجرا۔

والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم براکان أو فاجرا وان عمل الکبائر۔

(سنن ابی داؤد ج:۱ص:۳۴۳) مکتبۃ بلال دیوبند۔ سنن الدارقطنی ص:۴۴ ج:۲۔ دارالایمان۔

(۲) نصب الرایۃ ج:۲ص:۲۶۔

(۳) شامی ص:۳۰۱۔ج:۲۔زکریا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۳۔ وشامی ص:۵۶۰۔ج:۱۔کراچی۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ص ۱۴۱۔

نابینا کی امامت کا حکم

سوال (۱۹۲): نابینا فرض نماز کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نابینا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی بینا کے پیچھے نماز ادا کی جائے، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ نابینا مسائل سے واقف نہ ہو محتاط نہ ہو طہارت کا خیال نہ رکھتا ہو اور اگر مسائل سے واقف ہو، محتاط ہو، نظافت کا خیال رکھتا ہو تو اس صورت میں بلا کراہت نماز درست ہو جاتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ اس کو امام بنانا افضل ہے اگر اس سے اعلم وانظف کوئی نہ ہو چنانچہ حضور ﷺ نے عبد اللہ ابن ام مکتوم وعتبان کو مسجد نبویؐ کا

امام بنایا تھا۔

ویکرہ تنزیھًا امامة عبدٍ وأعرابی وفاسق وأعمٰی الا ان یکون اعلم القوم در مختار ج۱ص۲۷۶ قوله ای غیر الفاسق تبع فی ذالك صاحب البحر حیث قال قید کراهة امامة الاعمٰی فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولیٰ اه لکن ورد فی الاعمٰی نص خاص هو استخلافهٗ ﷺ لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینة وکانا اعمیین (ردالمحتار ج۱ص۲۷۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار مع الشامی:۲/ ۳۵۵۔مکتبہ اشرفیہ۔

ہدایہ:۱/ ۱۲۲۔تھانوی۔

مجمع الانہر:۱/ ۱۶۳۔ ۱۶۲فقیہ الأمۃ۔

الدرالمختار:۲/ ۳۵۶۔اشرفیہ۔

مجمع الانہر:۱/ ۱۶۳۔فقیہ الامۃ۔

مسجد کا امام اگر نابینا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۹۳): مسجد کا امام حافظ قرآن ہے لیکن نابینا ہے اس کے پیچھے لوگ نماز ادا کرتے ہیں، لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر نابینا آدمی صفائی ستھرائی کا خیال رکھتا ہے یا اس کے ساتھ کوئی آدمی ہے جو اس کی

صفائی ستھرائی کی نگہداشت رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ ویکرہ تنزیہًا امامة عبد واعرابی وفاسق واعمیٰ (۱) (قال ابن العابدین) ھکذا ذکرہ فی النہر بحثًا اخذا من تعلیل الاعمیٰ بأنہ لا یتوقی النجاسة (الدر المختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) درالمختار ص ۸۳ ج:۱، دارالکتاب دیوبند۔

(۲) ردالمحتار: ۶۰۔۵۵۹ ج:۱ کراچی۔

قوله و کرہ امامه العبد والا عرابی والفاسق والمبتدع ولا عمی وولد الزنا۔

(البحر الرائق ج:۱ مکتبه ایچ ایم سعید کمپنی)

وتکرہ إمامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا۔ (مجمع الانہر ص۳۔ ۱۶۲ ج:۱ مکتبه فقیه الأمة دیوبند۔

(تبیین الحقائق ص ۱۳۴ ج:۱، مکتبه امدادیه ملتان پاکستان)

(۴) (حاشیة الطحطاوی ۳۔ ۳۰۲ مکتبہ دارالکتاب دیوبند)۔

وهکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته ص ۱۲۰۶ ج:۲ مکتبه دار الفکر۔

(۶) وهکذا فی الفتاویٰ الهندیه ص ۱۴۳ ج:۱، مکتبه زکریا۔

عالم فاسق اور جاہل متقی میں کون امامت کا اہل ہے؟

سوال (۱۹۳): ایک مسجد میں دو شخص ہیں دونوں نماز پڑھانے کے اہل ہیں ایک عالم فاسق ہے اور دوسرا جاہل متقی ہے سوال یہ ہے کہ امام کس کو بنایا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر جاہل متقی نماز کے احکامات سے واقف ہے تو اسی کو امام بنایا جائے عالم فاسق کو امام نہ بنایا جائے و کرہ امامة الجاهل اذلو کان عالمًا تقیًا لا تکرہ امامته لان الکراهة للنقائص ولذا کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین. فتجب اهانته شرعًا فلا یعظم بتقدیمه (۱) (مراقی الفلاح ص ۲۰۳ کذا فی رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) طحطاوی ص: ۳۰۳ دارالکتاب۔

(۲) و کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه وأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً۔ (شامی ص ۳۵۶ ج:۲ أشرفیه)۔

ویکرہ أن یکون الإمام فاسقاً ویکرہ للرجال أن یصلوا خلفه۔ (تاتارخانیه ص ۳۴۹ ج:۱ زکریا)۔

إن کراهة تقدیم الفاسق کراهة تحریم لعدم اعتناءہ بأمور دینیة وتساهله فی الإنسان بلوازمه فلا یبعد عنه الإخلال ببعض شروط الصلاة۔ (حلبی کبیری ص ۵۱۳ دار الکتاب)۔

وتجوز إمامة الأعرابی والفاسق إلا أنها تکرہ۔ (الفتاویٰ الهندیة ۱۴۳ ج:۱ زکریا)۔

چغلخور کو امام بنانا کیسا ہے؟

سوال (۱۹۵): چغلخور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

چغل خور کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وکذا تکرہ خلف نمام الدر المختار (۱) ص۳۷۸ وکذا کرہ امامة الفاسق وذلك كنمام مراء وشارب خمرا (الطحطاوی علی المراقی ص۲۰۴)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص۳۵۹۔۳۶۰ ج:۲۔اشرفیہ۔

ویکرہ تنزیها إمامة الأمرد الصبیح.... وشارب الخمر و آكل الربا والنمام۔ (الفقه الإسلامی وأدلته ص۱۲۱۰ ج:۲) دار الفکر المعاصر۔

(۲) وكره إمامة الفاسق... وذلك كنمّام ومراء وشارب خمر۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص۳۰۳ دار الکتاب)۔

وكذا إمامة النمام والمرائی والمتصنع وشارب الخمر۔ (مجمع الأنهر: ص:۱۶۳ ج:۱)، مکتبه فقیه الأمّة۔

حنفی کی اقتداء شافعی امام کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱۹۶): امام شافعی المسلک ہے وہ اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھتا ہے کچھ حنفی بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، حنفی کا شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر امام احناف وشوافع کے درمیان اختلافی مسائل کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ورنہ نہیں اور اگر اس سلسلے میں شک ہو کہ آیا امام اختلافی مسائل کی رعایت کرتا ہے یا نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وکذا تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکرہ وعدمها لم یصح وان شك کرہ (الدر المختار (۱) ج۱ ص۳۷۸ کذا فی الہندیہ (۲) ص۸۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار ص۸۳ ج:۱، دار الکتاب۔

(۲) الاقتداء بشافعی المذهب انّما یصحّ اذا کان الامام یجافی مواضع الخلاف الخ۔ (هندیة ص۸۴ ج:۱، رشیدیة)۔

ذهب عامّة مشائخنا إلی الجواز إذا کان یحتاط موضع الخلاف والإفلا والمعنی: أنّه یجوز فی المراعی بلا کراهة وفی غیره معها۔ (ردالمحتار س۵۶۳ ج:۱، کراچی)۔

الاقتداء بشافعی المذهب قالوا: لا بأس به إذا لم یکن متعصباً۔ (التاتارخانیه ص۲۴۹ ج:۲، زکریا)۔

أما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منه۔ (ص۵۱۶ حلبی کبیر سهیل اکیڈمی)۔

دو امام میں سے ایک اصلح اور اعلم ہے امامت کا اہل کون ہے؟

سوال (۱۹۷): ایک مسجد کا بانی ہے اس نے ایک امام مقرر کیا لیکن نمازیوں نے مل کر ایک دوسرا امام متعین کر دیا اور نمازیوں کا متعین کردہ امام بانی کے امام سے اصلح اور

اعلم ہے اب ایسی صورت میں قوم کی امامت کا زیادہ حق کس کو حاصل ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

نمازیوں کا متعین کردہ امام جب کہ وہ اعلم اور اصلح بھی ہے امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

وسیجئ فی الوقف ان القوم اذا عینوا مؤذنًا واماما وکان اصلح مما نصبه البانی فهو اولیٰ ذکرہ فی الفتح عن النوازل اقرّہ (شامی ج ۱ ص ۲۶۸ (۱) کذا فی البحر (۲) ج ۵ ص ۲۶۹-۲۷۰ کتاب الوقف وکذا فی الفتح ج ۵ ص ۴۴۲ الوقف) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۲) تنازع اهل المحلة والبانی فی.... أو نصب المؤذن أو الامام فالاصح۔ أن البانی أولی به إلا أن یرید القوم ما هو أصلح منه۔ (البحر الرائق ج:۵،ص:۲۴۹،ایچ ایم سعید)۔

(۳) وکذا فی فتح القدیر ج:۵ ص:۴۴۲، ایچ ایم سعید۔

وفی نصب الامام والمؤذن تکلموا فیه۔ قال الصدر الشهید المختار ان البانی أولی۔ وفی النوازل۔ به تأخذ الا اذا کان القوم یریدون من هو اصلح ممن یرید البانی فحینئذٍ هو أولی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة: ج:۸ ص:۱۸۱، زکریا)۔

(۱) وکذا فی حاشیة ابن عابدین ج:۶،۶۰_۶۵۹ اشرفیه۔

امرد کو امام بنانے کا حکم

سوال (۱۹۸): ایسا شخص جس کی داڑھی نہ نکلی ہو وہ امامت کراسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

اگر امرد جاذبِ نظر ہے تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ وہ کذا تکرہ خلف

امرد الظاهر انها تنزیهیه ایضًا الظاهر ایضًا کما قال الرحمتی ان المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة الدر المختار مع رد المختار ج ۱ ص ۳۷۸۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (الدر المختار مع الشامی ص ۳۵۹ ج:۲، اشرفیه)۔

وکذا فی الفقه الاسلامی ص ۱۲۱۰ ج:۲، دار الفکر۔

وکذا فی الموسوعة الفقهیه ص ۲۵۴ ج:۶ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیه الکویت۔

وکذا فی الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۳۳۵ ج:۱، سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند۔

وکذا فی حاشیة الطحاوی ص ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

ایک مقتدی کہاں کھڑا ہو اگر بائیں کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۹۹): دو آدمی جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے آئے ایک امام بن گیا اور دوسرا مقتدی۔ مقتدی کو امام نے اپنے بائیں طرف کھڑا کیا سوال یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو اس کو دائیں کھڑا کرنا چاہئے یا بائیں اور اگر کوئی بائیں طرف کھڑا کردے تو نماز کے اندر کراہت ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

اگر مقتدی ایک ہو امام کو چاہئے کہ اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرے اور اگر کسی نے بائیں طرف کھڑا کردیا تو مکروہ ہے۔ ومن صلی مع واحد اقامه عن یمینه ولو

قام عن یسارہٖ جاز ویکرہ (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۰۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنهر ج:۱، ص:۱۶۵ فقیہ الأمة دیوبند.

ویقف الواحد ولو صبیا، أما الواحدة فتتأخر محاذیا أی: مساویا لیمین إمامه علی المذهب، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم، فلو صغیراً فالأصح والم يتقدم أكثر قدم المؤتم لاتفسد فلو وقف عن يساره كره اتفاقا، وكذا يكره خلفهٔ على الأصح.

(فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۳۶۸) اشرفیہ

لحديث ابن عباس أنه قام عنه يسار النبي صلى الله عليه وسلم فأقامه عنه لمينه.

(رواه البخاری فی کتاب: صلوٰة الجمعة، باب يقوم عن يمين الإمام بحذائه سواء إذا كانا أثنين رواه المسلم فی کتاب: صلوٰة المسافرين، باب: الدعاء في صلوٰة الليل وقيامه (الحديث: ۷۶۳).

ناجائز کاروبار والے کے یہاں کھانے والے امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۲۰۰): ایک شخص کا ناجائز کاروبار ہے اور مسجد کے امام صاحب ان کے گھر کا کھاتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ صلوا خلف کل بر وفاجر (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر وفاجرٍ وصلوا على كل بر وفاجرٍ وجاهدوا مع كل برٍّ وفاجرٍ وصلوا على كل. (سنن الدار قطنی: ص۴۴ ج:۲، رقم: ۱۷۴۷، دار الإيمان.

صلى خلف فاسق أو مبتدع: قال فضل الجماعة أفاد أنّ الصلوٰة خلفيهما أولى من الإفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقيٍ. (شامی ص:۳۰۱ ج:۲، مکتبہ زکریا).

وتجوز إمامة الأعرابي.... والفاسق.... إلّا أنّهما تكره. (هندية: ص۸۵ ج:۱، مکتبہ زکریا).

ہکذا فی البحر الرائق ص: ۳۴۸ ج: ۱، مکتبہ زکریا).

حلبی کبیری: ص ۴۷۹۔ دار الکتاب۔

بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم

سوال (۲۰۱): اگر کوئی شخص داڑھی نہ رکھے اور نماز پڑھائے اس کے پیچھے داڑھی بھی رکھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ (مٹھی) سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں ہے۔

درمختار وفتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ لکھے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے۔

واما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احدٌ واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم ج ۲ ص ۱۱۳ کتاب الصوم لہٰذا ایسا کرنے والا شخص فاسق ہے۔ (۲)

اورفاسق کوامام بنانامکروہ تحریمی ہے(کذافی الشامی ج اص ۵۲۳)قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماماً غیره وبعد اسطر تکره امامته بکل حالٍ بل مشی فی شرح المنیة علی انه کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلاً عند مالك وروایة عن احمد الخ لہٰذا کسی دوسرے متشرع ومتدین شخص کوامام بنائیں لیکن اگراس گناہ کے ارتکاب کے باوجود اس کے پیچھے نماز اداکرلی تونماز ہوجائے گی البتہ ایسے شخص کوامام بنانے کی صورت میں سب کومکروہ تحریمی کے ارتکاب کاگناہ ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبدحبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۴۱۸رج:۲۔کراچی۔

(۲) (شامی ص۵۶۰ ج:۱) کراچی۔

ویکره أن یکون الامام فاسقاً ویکره للرجال أن یصلّوا خلفه۔ (تاتار خانیه ص۲۵۰ ج:۲) زکریا۔

وکذافی حلبی کبیری:ص ۵۱۳) سہیل اکیڈمی۔

وکذافی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۳۔دارالکتاب۔

قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی أنّ کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم۔ (منحة الخالق علی ہامش البحر الرائق ص ۳۴۹ ج:۱)

عورتوں کی امامت مرد کے لئے جائز ہے یانہیں؟

سوال (۲۰۲):عورتوں کے لئے مرد کی امامت جائز ہے یانہیں؟ایک آدمی ہے جواپنے گھر کی چندعورتوں کوجمع کرکے امامت کرتاہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود اکیلا

ایک کمرے میں ہوتاہے اورعورتیں دوسرے کمرے میں یااسی کمرے میں پردہ کے پیچھے ہوتی ہیں اس صورت سے وہ اپنے گھرکی عورتوں کی امامت کرتاہے کیایہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ المستفتی: مولاناسیف الدین قاسمی اے ون ریسٹ ہوٹل جنگلی گھاٹ انڈمان

الجواب: حامداًومصلیاً

مردعورت کی امامت کرسکتاہے جائز ہے،مرد ایک کمرہ میں ہواورعورتیں دوسرے کمرہ میں اس طرح بھی امامت جائز ہے بشرطیکہ امام اورمقتدی اورمقتدیہ کے درمیان دوصف کی مقدار سے زائد کا فاصلہ نہ ہو، اسی طرح امام کی آواز صاف سنائی دیتی ہو، کذا فی الطحطاوی علی المراقی.(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبدحبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی ج:۳۰۴۔دارالکتاب۔

وکذافی حلبی کبیر۔(ج:۱رص:۵۱۹) سہیل اکیڈمی۔

إمامة الرجل للمرأة جائزة اذا نوی الامام امامتها ولم یکن فی الخلوة آما إذا کان الامام فی الخلوة فإن کان الامام لهن أو ببعضهن محرماً فانه یجوز۔ (الفتاوی الهندیة :۱ر۱۴۳،زکریا)۔

تکره إمامه الرجل لهن فی بیتٍ لیس معهنّ رجل غیره ولا محرم منه أو زوجته او آمته، أما اذا کان معهن واحد ممن ذکر أو أمهن فی المسجد لا یکره۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۲رص:۳۶۸،اشرفیه)

شرابی امام کے پیچھے نماز کاحکم

سوال (۲۰۳): کیافرماتے ہیں علماء دین ذیل کے مسئلہ میں

۱- ایک شرابی امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

فاسق کی امامت مکروہ ہے بایں وجہ اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔ کذا فی الشامی مع الدر ج ۱ ص ۳۷۶ ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق (قوله فاسق) ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر الخ وفی الدر المختار ص ۳۷۸ و کذا تکرہ خلف امرد وسفیه الی ان قال وشارب الخمر الخ (۱) لیکن اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہوجائے گی البتہ متقی امام کے پیچھے پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے اتنا فاسق کے پیچھے نہیں ملے گا، تاہم تنہا پڑھنے سے اچھا یہ ہے کہ فاسق ہی کے پیچھے پڑھ لے کہ جماعت کا ثواب مل جائے، وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ شامی مع الدر ج ۱ ص ۳۷۷۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی مع الدر المختار ص ۵۵۹، ایچ ایم سعید)

(۲) شامی ص: ۵۶۰، ج: ۱ کراچی۔

ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا۔ الخ۔ (هدایة ج: ۱ ص: ۱۲۲)

ویکرہ امامة العبد والاعمی والاعرابی وولد الزنا۔ الجاهل، الفاسق الخ۔ (حاشیة الطحطاوی ص ۳۰۲) دار الکتاب دیوبند۔

عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامت کون ہے؟

سوال (۲۰۴): فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے یا جاہل غیر فاسق، فاسق کے پیچھے ادائیگی کا حکم کیا ہے؟ مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

المستفتی محمد عبد اللہ مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور اعظم گڈھ

الجواب: حامدًاومصلیًا

عالم فاسق احق بالامامة ہے ہکذا فی الشامی فی باب الاذان جلد اول۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ اذا جنب وإقامة واقامة محدث لا اذانه علی المذهب الصحیح۔ واذان امرأة وخنثی وفاسق۔ ولو عالما لکنه اولی با مامة آذان من جاهل تقی۔ (شامی ص ۳۹۲ ج: ۱، باب الآذان کراچی)۔

ولم أرلم ما إذا لم یوجدا الا جاهل بالاوقات تقی و عالم بها فاسد أبهما أولی وقد قال فی الإمامة أن الفاسق أولی من الجاهل۔ (منحة الخالق علی هامس البحر ص ۲۶۳ ج: ۱، ایچ ایم سعید)۔

و کذا فی النهر الفاسق: ص: ۱۷۹ ج: ۱، باب الآذان زکریا۔

فاسق کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۵): زید ایک جگہ امامت کے عہدے پر فائز ہے اس حال میں کہ اس نے اپنی بیوی کو چار سال سے چھوڑ دیا ہے یعنی نہ اس کے پاس وہ جاتا ہے اور نہ خرچ دیتا ہے نہ اس کی خبر لیتا ہے حالانکہ اس کی بیوی مالدار ہے وہ کہتی ہے کہ آپ ہمارے گھر

میں رہئے سب خرچ وغیرہ میں دوں گی لیکن وہ اس بات پر بھی تیار نہیں ہوتا نیز اسی چار سال کے عرصہ میں اس کی کچھ اخلاقی شکایات بھی سنی گئی ہیں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ شکایات یہاں تک بڑھ گئی کہ مار پیٹ اور قتل کا اندیشہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

شخص مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر (۱) جب تک چار عینی شاہد نہ ہوں متہم نہیں کیا جاسکتا لیکن جب مار پیٹ وقتل کا اندیشہ ہے تو بطور خیر خواہی یہ عرض ہے کہ شخص مذکور کو چاہئے کہ از خود امامت چھوڑ دے تاکہ فتنہ کا دروازہ مسدود ہوجائے۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ
۲۵/۱۰/۱۴۰۲ھ

التعلیق والتخریج

(۲) ولأن في تقديم هٰؤلاء تنفير الجماعة فيكره وإن تقدموا أجاز لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر (الهداية ص ۱۲۲ ج:۱، تھانوی)۔

وکذا فی فتح القدیر ص:۵۔۳۰۴ ج:۱۔ (دار إحياء التراث العربي، بیروت)۔

وکذا فی البنایہ ص ۳۹۴ ج:۲، دار الفکر۔

(۱) سنن الدارقطنی ص:۴۴ ج:۲، رقم:۱۷۴۷۔ دار الایمان۔

وکذا فی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۔۱۲۰۵ ج:۲ دار الفکر۔

داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۲۰۶): جو شخص داڑھی کٹواتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی ارشاد احمد پرتاب پوری پوسٹ کٹھری ضلع فیض آباد (مقیم حال دوبئی)

الجواب: حامداً ومصلیاً

لحیہ کی مقدار شرعی ایک قُبضہ ہے ایک قُبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہوجانے کے بعد ایک قبضہ سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، درمختار وفتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ مذکورہ ہیں غرضیکہ جو شخص مقدار شرعی داڑھی نہ رکھتا ہو، کٹواتا ہو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء درست نہیں، فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۱)

وفى المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدئ بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجد امامًا غيره وبعد اسطر قال تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلًا عند مالك رحمه الله ورواية عن احمد" (رد المحتار ج۱ ص ۵۲۳) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ويكره امامة عبد و اعرابي وفاسق واعمى وتحته فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة۔ الخ. (شامی مع الدر المختار ص۵۵۹ ج:۱، ایچ ایم سعید۔

(۲) شامی ص: /ج: ۔ کراچی۔

ويكره تقديم العبد والأعرابي والفاسق والاعمى وولد الزنا۔ الخ۔ (هداية ص۱۲۲ ج:۱)۔

ويكره إمامة العبد والأعمى والأعرابي وولد الزنا الجاهل، والفاسق۔ (حاشية الطحطاوي ص۳۰۲)۔ دار الكتاب۔

جن کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۷): جن کی امامت صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جن کی امامت صحیح ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوگی۔

''والجماعة سنّة مؤكدة للرجال واقلها اثنان واحد مع الامام ولو مميز او ملكا أو جنيا فى مسجد او غيره وتصح امامة الجنّى لانه مكلف'' (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۳۷۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار ص ۸۲ ج:۱، أشرفیہ۔

وتصح إمامة الجنى۔ (الدر المختار مع الشامى ص:۵۵۴ ج:۱، کراچی)۔

أنه سئل عن الجن هل تصح الصلاة خلفه؟ فقال نعم۔ لأنهم مكلفون والنبى مرسل إليهم۔ (آكام المرجان فى أحكام الجان الباب السادس والعشرون ص:۶۱ دار الكتب العلمية)۔

شرابی کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۸): شرابی امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فاسق کی امامت مکروہ ہے بایں وجہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (کذا فی

الشامی مع الدر: ۱/ ۳۷۶) ويكره امامة عبد واعرابى وفاسق (قوله فاسق) لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر ...... الخ. (وفى الدر المختار: ۳۷۸) و كذا تكره خلف امرد وسفيه الى ان قال وشارب الخمر ...... الخ.

لیکن اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا تو نماز ہو جائے گی البتہ متقی امام کے پیچھے پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے اتنا فاسق کے پیچھے نہیں ملے گا۔ تاہم تنہا پڑھنے سے اچھا یہ ہے کہ فاسق ہی کے پیچھے پڑھے کہ جماعت کا ثواب تو مل جائے۔

وفى النهر من المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله) نال فضل الجماعة افاد ان الصلوٰة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى الخ (شامی مع الدر: ۱/ ۳۷۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص:۳۷۶ ج:۱ نعمانیہ۔

عن أبي هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم: صلوا خلف كل بر وفاجرٍ۔ (سنن الدار قطنى: ۲/ ۲۴ دار الكتب العلمية)۔

إمامة صاحب الهوىٰ والبدعة مكروهة۔ (بدائع الصنائع ص۳۸۷ ج:۱۔ زكريا)۔

و كون الكراهة فى الفاسق تحريمية۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۳۰۱۔ دار الكتاب)۔

عن ابن عمر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا أئمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما۔ بينكم وبين الله عز وجل۔ (سنن الدار قطنى ص۴۷ ج:۲۔ دار الكتب العلمية)۔

امامت کی تنخواہ کا حکم

سوال (۲۰۹): اگر کوئی امام مقررہ وقت پر پانچوں وقت کی نمازیں پڑھانے کے لئے تنخواہ لے یا دیا جائے تو کیا یہ درست ہے اور اس تنخواہ پانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے لیکن بڑھیا بات یہ ہے کہ اگر اللہ پاک نے وسعت دی ہو تو بغیر تنخواہ کے پڑھائے۔

التـــعـــلـيـــــق والـــتـــخـــريـــــج

(۱) ولا تصح الإجارة لأجل الطاعات ويفتي اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة. (الدر المختار مع الشامي ص:۵۵ ج:۶. كراچی).

(۲) والمفتي به عند متأخري الحنفية جواز الاستئجاد لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الموسوعة الفقهية ص۲۱۵ ج:۶. وزارة الأوقاف).

(۳) ويفتي اليوم بالجواز على الإمامة وتعليم القرآن والفقه. (ملتقى الأبحر ص۱۶۲ ج:۲. مؤسسة الرسالة).

والفتوىٰ اليوم على الجواز: وفي الروّضة: في زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذ الأجرة. (البحر الرائق ص:۲۰ ج:۸. سعيد).

غیر امام کے پیچھے امام کی نماز کا حکم

سوال (۲۱۰): امام صاحب نے حکم لگا رکھا ہے کہ اگر انہیں آنے میں دیر ہو جائے تو پانچ منٹ تک انتظار کیا جائے اگر اس درمیان میں کوئی دوسرا نماز پڑھاتا ہے تو امام صاحب کو ناگوار ہوتا ہے اور اسکے پیچھے نماز نہیں پڑتے ایک بار مسجد میں ایسا

ہو چکا ہے، جماعت ہو رہی تھی اور امام صاحب نے الگ نماز پڑھی امام صاحب کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

یہ حکم ایک نظم وانتظار برقرار رکھنے کے لئے ہے اتنی مراعات تو امام صاحب کو دینی ہی چاہئے مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کا لحاظ رکھیں لیکن اگر مقتدی حضرات وقت پر جماعت کھڑی کر دیتے ہیں تو امام صاحب کے لئے مناسب نہیں کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد فوراً بنالیں اور دوسری جماعت شروع کر دیں بلکہ جو نماز پڑھا رہا ہو اس کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔کسی امام کو بلا وجہ شرعی ہٹا دینا بہتر نہیں ویسے امام صاحب کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار متولی مسجد کو ہے اور اگر متولی نہ ہو تو کثرت آراء کے ذریعہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔امام مذکور کے بارے میں جتنی باتیں دریافت کی گئیں ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں جس سے امام کو ہٹانے کا جواز ہو باقی افہام وتفہیم اپنی جگہ پر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۱): زید ایک مسجد کا امام ہے عالم یا قاری یا حافظ نہیں ہے صرف مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی اردو تصنیفات کا مطالعہ کر رکھا ہے جس کی بناء پر اپنے آپ کو کسی پایہ کے عالم سے کم نہیں سمجھتا ہے قرآن میں اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو ٹوکنے پر جھگڑا کرنے کو تیار رہتا ہے اور ہر وہ طریقہ اپناتا ہے کہ کوئی اس کی غلطی پر روک ٹوک نہ کرے جبکہ مقتدیوں میں سے اچھا قرآن پڑھنے والے عالم موجود ہیں تو ایسے لوگ کیا کریں جبکہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن میں ایسی غلطی ہے جو نماز میں بھی نقص پیدا کر دے گی اور امام کو بتا بھی نہیں سکتے ہیں تو ایسے لوگ جو امام سے افضل ہیں امام کی اقتدا کریں یا تنہا نماز پڑھیں اور ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی دیندار عالم کو بلا کر اس کے سامنے امام صاحب سے نماز پڑھوائیے اگر واقعۃً امام صاحب ایسی غلطی کرتے ہیں جس سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو افہام وتفہیم کے ذریعہ ان کو اس سے روکئے اور اگر وہ کہیں جا کر قرآن کریم کی تصحیح کرائیں تو بہتر ہے ورنہ عامۃ المسلمین کی رائے سے دوسرا امام مقرر کرلیں بہر حال کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے آپس میں کشیدگی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

عن أبي مسعود البدري رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یؤم القوم أقرؤهم بکتاب اللہ وأقدمهم قراءة... الخ. (سنن أبي داؤد ص:۸۶ ج:۱. مکتبه بلال).

والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة ثم الأحسن تلاوة ومعنی الحسن بالتلاوة أن یکون عالماً بکیفیة الصلاة. (شامی ص:۵۵۷ ج:۱. کراچی)

(۳) لا یجوز إمامة الذی لایقدر علی التکلم ببعض الحروف إلا لمثله إذا لم یکن فی القوم من یقدر علی التکلم بتلك الحروف. (الفتاوی الهندیة ص۸۶ ج:۱، رشیدیة).

”حلف بے ایمانوں کے لئے نہیں“ کہنے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۲): زید وبکر کے درمیان کسی زمین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی زید نے بکر سے کہا کہ آپ حلف اٹھالیں تو بات مان لی جائے گی اس پر اصغر علی نے۔ اس وجہ سے کہ زید نے اس سے پہلے کسی واقعہ پر حلف کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ کہا کہ حلف کی کیا قیمت ہے،

حلف ایمانداروں کے لئے ہے بے ایمانوں کے لئے نہیں، تالا ساہو کے لئے ہے چور کے لئے نہیں اصغر علی کے اس کہنے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی امامت واقتداء درست ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اصغر علی کے کلام میں کوئی ایسا جملہ نہیں جس سے ان کی تکفیر لازم آتی ہو لہٰذا یہ مسلمان ہیں، مومن ہیں، ان کی امامت بھی درست ہے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی درست ہے، کسی مسلمان کو خواہ مخواہ کافر بنانے کے چکر میں پڑنا انتہائی قبیح ہے اس حرکت سے توبہ کرنا لازم ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي ذر رضی اللہ عنه قال أنه سمع النبي صلی اللہ علیه وسلم لا یرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلك. (صحیح البخاري کتاب الأدب ص:۸۹۳ ج:۲. قدیم)

قال ابن نجیم "وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شئ عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة. (البحر الرائق ص:۲۱۰ ج:۵. رشیدیة)

عن أبي هریرة رضی اللہ عنه قال أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال صلوا خلف کل بر وفاجر. (سنن الدار قطنی ص:۴۴ ج:۲. مکتبه دار الایمان).

ڈیلر کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۳): سرکار غریب کسانوں کو کچھ رقم دو قسط میں کھانے کمانے کی غرض سے دیتی ہے نصف رقم نقد کیش دیتی ہے، اور نصف رقم کا فرنیچر دیتی ہے، فرنیچر دینے والے کو

ڈیلر کہتے ہیں فرنیچر کا بھگتان ڈیلر ہی کو ملتا ہے، ڈیلر سیل ٹیکس ادا کر کے فرنیچر کی رقم سرکار سے وصول کرتا ہے غریب کسان فرنیچر نہ لے کر ڈیلر کے ذریعہ فرنیچر کی رقم وصول کر کے اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہے ڈیلر لوگوں سے سیل ٹیکس لیکر اس کا کام کر دیتا ہے، سیل ٹیکس کے علاوہ ڈیلر گھوس اور رشوت نہیں لیتا ہے بلکہ غریبوں کی ہمدردی میں اس کام کو کرتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ اگر ڈیلر، اس کام کو نہ کرے تو غریب کسانوں کی رقم نیتا لوگ گھوس ورشوت میں کھا جائیں گے۔ ڈیلر کبھی کبھی امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتا ہے مصلیان مسجد کہتے ہیں کہ ڈیلر جو کام کرتا ہے، وہ غلط ہے لہٰذا ہم ڈیلر کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں ڈیلر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) أخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم: يجوز مالم يعلم أنه يعطيه من حرامٍ قال محمد وبه نأخذ. (الفتاوىٰ الهندية ص۳۴۲ ج:۵ رشيدية).

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلوا خلف كل بر وفاجرٍ. (سنن الدار قطني ص:۴۴ ج:۲. مكتبه دار الإيمان).

عن مرثد بن أبي مرثد وكان بدرياً قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم فانه وفد بينكم وبين ربكم. (المعجم الكبير للطبراني، ص:۳۲۸. ج:۲۰). دار إحياء التراث العربي.

ٹخنہ تک جبہ پہن کر امام کے نماز پڑھانے کا حکم

سوال (۲۱۴): امام صاحب جب نماز پڑھاتے ہیں تو جبہ پہنے رہتے ہیں اس سے ان کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اور جب سجدے میں جاتے ہیں تو ہاتھ سے اوپر کر کے سجدہ کرتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز ہو جائے گی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي زر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يفظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم. قال فقرائها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أبوداؤد: خابوا وخسروا من هم يا رسول الله؟ قال: المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (صحيح للمسلم ص۷۱، ج:۱، رقم الحديث: ۱۰۶).

ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وفي الشامية لعل المراد به من برتكب الكبائر. (شامي ص:۵۵۹ ج:۱. كراچی)

و كون الكراهة في الفاسق تحريمية. (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۳۰۱ دار الكتاب).

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۱۱۷/ ج:۳۔

فاتحہ نہ پڑھنے والے امام کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۵): ایک حافظ صاحب ایک گاؤں میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور گاؤں کی مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں ایک روز گاؤں کے کچھ لوگ مٹھائی مسجد میں تقسیم کرنے کے لئے لائے حافظ صاحب سے لوگوں نے مٹھائی پر فاتحہ کرنے کے لئے کہا تو حافظ صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ دوسرے لوگ کردیں لیکن لوگ بضد ہوگئے اور یہاں تک کہا کہ آپ کو تنخواہ اسی لئے دیا جاتا ہے تو حافظ صاحب نے غصہ میں آکر یہ کہہ دیا کہ آپ لوگ خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے کہیں تو کیا ہم کھائیں گے یہ ہم سے ہرگز نہیں ہوسکتا اس پر لوگ برہم ہوگئے اور اتنا برہم ہوئے کہ کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ نماز ہی نہیں ہوگی اور کچھ مولوی حضرات بھی ان جاہلوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس بات کو لیکر حافظ صاحب کو گاؤں سے نکالنا چاہ رہے ہیں اور گاؤں میں بہت کشیدگی ہے اور کچھ لوگ حافظ صاحب کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور خوش نہیں اور حافظ صاحب کو اقرار ہے کہ ہم کو نہیں کہنا چاہئے تھا لیکن غصہ میں وہ لفظ نکل گیا اور حافظ صاحب نے خدا تعالیٰ سے توبہ بھی کرلیا ہے لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے کیجئے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ صاحب اپنے اس قول سے اس لائق ہوگئے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ اور امامت کرسکتے ہیں یا نہیں اور اس قول سے توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے ضروری ہے؟ یا تنہائی میں کرلینا کافی ہے اور حافظ صاحب کا قول صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

مروجہ فاتحہ خلاف سنت وشریعت ہے (۱) لہٰذا حافظ صاحب کا انکار کرنا بجا ہے۔ لوگوں کا فاتحہ پر اصرار کرنا غلط تھا ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے جو ایک خلاف سنت وشریعت عمل پر مصر تھے۔ جو حضرات فاتحہ پر مصر افراد کا ساتھ دے رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس عمل سے توبہ کریں اور حافظ صاحب کی دل آزاری کی ہے لہٰذا ان سے معافی مانگیں۔ ویسے

حافظ صاحب کے پیچھے صرف اس وجہ سے کہ فاتحہ نہیں پڑھا نماز پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں نماز جائز ہے۔ البتہ حافظ صاحب کو چاہئے کہ ازخود ایسی جگہ کو چھوڑ دیں جہاں کے لوگ اس درجہ نامعقول ہوں۔ لیکن صرف اس وجہ سے لوگ امام صاحب کو ہٹانا چاہیں تو ان کا یہ عمل غیر شرعی ہوگا۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبد اللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ قال: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ ایاکم ومحدثات الأمور فإن شر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالہ۔ (سنن ابن ماجہ ص:۶۔ باب اجتناب البدع والجدل النسخۃ الہندیۃ)۔

(۲) امداد الفتاویٰ ص:۳۰۶ ج:۵۔ قدیم۔

فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۰ ج:۵۔ میرٹھ۔

کفایت المفتی ص:۲۱۹/ج:۱۔ قدیم۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۵۴۔قدیم۔

معذور کی امامت وخطبہ کا حکم

سوال ۱۶۹: جامع مسجد اعظم گڑھ کے امام قاری محمد عمر صاحب کے پیر میں درد رہتا ہے جس کی وجہ سے عرصہ سے وہ خطبہ بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور پہلی رکعت پر کھڑے ہو کر چند آیتیں پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور پوری نماز بیٹھ کر پڑھاتے ہیں، بہت سے لوگوں کو اعتراض ہے کہ جب دوسرے اشخاص مل سکتے ہیں جو نماز پڑھا سکیں تو کیوں ایسے امام صاحب سے نماز پڑھوائی جائے جو معذور ہیں، مہربانی فرما کر اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ اولیٰ کیا ہے اور اس طرح لوگوں کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے لیکن خلاف سنت ہے ”واما سنتها فخمسة عشر وثانيها القيام هكذا فى البحر الرائق ولو خطب قاعدا او مضطجعا جاز هكذا فى فتاوى قاضى خان“ (عالمگیری:۱/۱۴۶)(۱)

اسی طرح معذور کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی جائز ہے نیز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کی اقتدا بھی جائز ہے ”ويصح اقتداء القائم بالقاعد الذى يركع ويسجد لا اقتداء الراكع والساجد بالمومى هكذا فى فتاوى قاضى خان“ (الفتاوی الھندیہ:۱/۸۵)(۲)

تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسا امام رکھا جائے جو کھڑا ہو کر خطبہ دے اور نماز پڑھائے۔ موجودہ خطیب صاحب کو چاہیئے کہ خوشی سے ممبر چھوڑ دیں تاکہ اختلاف وانتشار نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) أمّا سننها فخمسه عشر: أحدها الطهارة وثانيها القيام هكذا فى البحر الرائق ولو خطب قاعداً أو مضطجعاً جاز هكذا فيا فتاوىٰ قاضى خان. (هندية ص۲۰۷ ج:۱) زكريا جديد.

وفى مجمع الأنهر ص:۲۴۲ ج:۱) فقيه الأمت.

وفى قاضى خان ص:۱۱۳ ج:۱، زكريا جديد.

(۲) ويصحّ اقتداء القائم بالقاعد الذى يركع ويسجد لا اقتداء الراكع والساجد بالمومى هكذا فى قاضى خان. (هنديه ص:۱۴۲ ج:۱) زكريا جديد.

وکذا فی الشامی ص:۴۰۶/ج:۲۔اشرفیہ۔

وفی البحر الرائق ص:۳۶۴/ج:۱۔سعید۔

نیم اعرج کی امامت کا حکم

سوال ۱۷۰: زید معذور ہے یعنی ایک پیر کا اتنا لنگڑا ہے کہ وہ اگر کسی چیز کا سہارا لے کر چلتا ہے تو بآسانی منزل مقصود طے کر لیتا ہے اور اگر کسی چیز کا سہارا لیکر نہیں چلتا ہے تو اس میں کچھ پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ جب وہ راستہ چلتا ہے تو پیر ان کا زمین پر یعنی ٹیکتا ہوا چلتا ہے جیسا کہ کچھ حصہ زمین پر پڑتا ہے اور کچھ حصہ زمین سے الگ رہتا ہے اب ان صورتوں میں زید کی پیش امامی کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

”وكذا اعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولى“ (تاتار خانیہ(۱) شامی:(۲)۱/۴۷۸، عالمگیری:(۳)۱/۸۵)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے آدمی کو امام بنایا جائے جس کے دونوں پاؤں صحیح ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) لو كان بقَدَمِهٖ عرج يقوم ببعض قَدَمِهٖ يجوز وغيره أولى. (تاتارخانيه ص:۲۵۰ ج:۲) زكريا۔

(۲) شامی ص:۴۰۸/ج:۲۔اشرفیہ۔

(۳) لو كان لقدم الإمام عوج وقام على بعضها يجوز وغيره أولى. (هندية ص:۱۴۲ ج:۱) زكريا جديد.

البحر الرائق ص:۳۶۵/ج:۱۔سعید۔

تبیین الحقائق ص:۱۴۳/ج:۱۔مکتبہ امدادیہ ملتان۔

سینما باز شخص کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۸): بکر پابند شرع ہے وہ جانتا ہے کہ محلہ کا امام سینما دیکھنے والا غیبت خور، ریڈیو سنتا ہے جس سے بکر محلہ کا ہوتے ہوئے مسجد میں نماز باجماعت نہیں پڑھتا ہے ایسا امام اور بکر تارک جماعت سے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (کذا فی الشامی) (۱) لیکن اس حالت میں جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں، اگر قریب کی کسی دوسری مسجد میں باجماعت نماز ادا کرلی جائے (۲) تو ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ شرعی ثبوت فراہم کرکے نمازیوں کے ذریعہ ایسے امام کو الگ کر دیا جائے، البتہ اس کا خیال ضروری ہے کہ فتنہ نہ پیدا ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیہ۔

كذا فی الدر المختار: وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع قال فضل الجماعة (قوله فال فضل الجماعة) أفاد أنّ الصلاة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع۔ (شامی ص:۳۵۸ ج:۲) اشرفیہ۔

(۲) إنّ الفاسق إذا تعذّر منعه يصلي الجمعة خلفه وفي غيرها ينتقل إلى مسجد آخر وعلل له في المعراج بأنّ في غير الجمعة يجد إماماً غيره۔ (البحر الرائق ص:۳۴۹ ج:۱) سعید۔

وفی حلبی کبیری ص:۵۱۳۔سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی ہندیہ ص:۱۴۱۔۱۴۳/ج:۱۔زکریا جدید۔

امرد بالغ کو امام بنانے کا حکم

سوال (۲۱۹): کسی بالغ حافظ قرآن امرد کو جس کے چہرہ پر ابھی داڑھی نہ نکلی ہو کسی مسجد کا مستقل امام مقرر کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

زید عفی عنہ شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

امرد کو امام بنانا روح شریعت ذوق طریقت کے خلاف ہے، امرد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے ”الا بالضرورة. وكذا تكره خلف امرد سفيه ومفلوج وفي الشامي لانه محل الفتنة“ (ردالمحتار: ۱/ ۵۶۲) (۱)

لہٰذا غیر امرد امام تلاش کرلیا جائے تو احوط وانسب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج، و تحته في الشامية: لأنّه محل الفتنة۔ (شامی ص:۳۵۹ ج:۲)۔ اشرفیہ

وفی الفقہ علی المذاہب الأربعة ص۳۳۵/ج:۱) سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

الطحطاوی علی المراقی ص:۳۰۳۔دار الکتاب۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ص:۱۲۱۰/ج:۲۔دار الفکر المعاصر۔

الموسوعة الفقهية ص:۲۵۳/ج:۶۔کویت۔

شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم

سوال (۲۲۰): کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائنٹ اور شرٹ پہن کر امامت کرے جبکہ امام صاحب کو کئی بار یعنی دو بار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جبکہ کرتا پائجامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہٰذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں شرعی حکم کیا ہے مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں فجر چار رکعت نماز میں پڑھتے ہیں ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشاء نو رکعتیں ہیں۔

اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضاء پڑھتے ہیں سنت بالکل ہی نہیں کبھی بھی نہیں پڑھتے اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت ورنہ دس جب جماعت سے پڑھتے ہیں تب! عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں نہ حافظ بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے جب بیمار پڑے تو ان کو بنادیا لہٰذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

نوٹ: کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقرعید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں کیا حکم ہے مطلع فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے یعنی نماز ہوجائے گی ہاں امام صاحب کے لئے مناسب یہ ہے کہ لباس (۱) شرعی اختیار کریں تاکہ منصب امامت کی توہین

نہ ہو، اور امام صاحب کے لئے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کردیں تاکہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمانداری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہی کرتے۔ فجر کی نماز میں دو رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت فرض، ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنت مؤکدہ باقی نفل ہے، عشاء کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنت غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے جی چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن وتشنیع جائز نہیں۔

فجر کی نماز اگر قضاء (۲) ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضاء کرنی چاہئے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضاء ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، لہٰذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضاء ہوگئی تب صرف چار رکعت کی قضاء ہے، سنت کی قضاء نہیں، کسی بھی نماز کی قضاء ہوجانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس لئے وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہئے۔

امامت کے لئے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں (۲) ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا

یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہوجائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہئے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں ان کو آپ تبدیل کردیں بے وجہ فتنہ وفساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہوجائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہئے، اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی بغض وعناد اور عداوت ودشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہئے کیونکہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے، اور نماز جنازہ اس کا حق ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (۴) ''**صلوا علی کل بر وفاجر**'' ہر نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھو لہٰذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب قميص وإزار وعمامة۔ (هنديه ص:۱۱۶ ج:۱) زكريا جديد (وفي حلبي كبيري ص۲۱۶) سعيد اكيڈمي لاهور۔ (وفي التاتارخانيه ص:۲۰۳ ج:۱)۔ زكريا۔

(۲) لم تقض سنّة الفجر الّا إذا فاتت مع الفرض فتقضى تبعاً للفرض سواء قضاها مع الجماعة أو وحده لأنّ الأصل في السنّة أن لا تقضى لاختصاص القضاء بالواجب وقيّد بسنّة الفجر لأنّ سائر السنن لا تقضى بعد الوقت لا تبعاً ولا مقصوداً وقضى التي قبل الظهر في وقته۔ (البحر الرائق ص:۴۰ ج:۲) وفي مجمع الأنهر ص۲۱۱۔ ۲۱۲، ج:۱) فقيه الامت (وفي الشامي ص:۶۲۲۔ ۶۲۳ ج:۲) اشرفيه۔

(۳) أعلم بأحكام الصلاة الحافظ مابه سنّة القراءة ويجتنب الفواحش

الظاهرة... أحق بالإمامة۔ (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۲۹۹) دار الكتاب (وفي الشامي ص:۳۵۰ ج:۲) اشرفيه (وفي البحر الرائق ص:۳۴۷ ج:۱) سعيد۔

(۴) ويصلي على كلّ مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان أو كبيراً ذكراً كان أو أنثى، حرًّا كان أو عبداً إلّا البغاة وقطاع الطريق ومَن بمثل حالهم۔ (هنديه ص:۲۲۴ ج:۱) زكريا جديد (وفي الشامي ص۱۲۵۔ ۱۲۶ ج:۳) اشرفيه (وفي التاتارخانيه ص:۵۳ ج:۳) زكريا۔

امام نے نسبندی کرالی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

سوال (۲۲۱): امام صاحب نے نسبندی کرالیا ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کچھ لوگوں کو اعتراض ہے کہتے ہیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ امام صاحب کو معقول تنخواہ اور کھانا بھی ملتا ہے خلاصہ کریں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو اور جھگڑا فساد سے بھی لوگ پرہیز کریں۔

ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے یا نہیں جس کے پیچھے دل رجوع نہ ہو اور دل کراہت کرے چاہے وہ کسی بھی مسلک کا ہو۔

مسجد کے اندر قرآن خوانی، نکاح خوانی، محفل میلاد، درود وسلام پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز جنازہ وقت ضرورت مسجد کے اندر پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر خوشی سے نسبندی کروائی ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، (۱) اور اگر زبردستی ان کی نسبندی کردی گئی تو وہ معذور ہیں، تاہم توبہ واستغفار کے بعد امامت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دلکے رجوع نہ ہونے کی وجہ کوئی وجہ شرعی ہو تب تو یہ اچھی بات ہے اور اگر کوئی دنیوی غرض ہو تب یہ اچھی بات نہیں۔

مسجد میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ صرف مسجد ہی میں تلاوت نہ کرے بلکہ گھر میں بھی تلاوت کا معمول رکھنا چاہئے۔

مسجد میں نکاح مستحب (۲) ہے مسجد میں تقریر بھی کی جاسکتی ہے حضور اکرم ﷺ سے وعظ و نصیحت مسجد میں ثابت ہے۔

مسجد نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہے اور نماز میں ہر نمازی درود و سلام پڑھتا ہی ہے۔

نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا اس طور پر کہ جنازہ بھی مسجد میں ہو مکروہ ہے۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ امامة عبد وفاسق فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهو أفضل وإلّا فالاقتداء أولى من الإنفراد. (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) کراچی. (وفی الهندیة ص:۱۴۱۔ ۱۴۳ ج:۱) زکریا جدید. (وفی التاتارخانیه ص:۲۵۰۔ ۲۵۲ ج:۲). زکریا.

خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق. (هندیه ص:۴۱۲ ج:۵) زکریا (وفی التاتارخانیه ص:۲۰۸ ج:۱۸) زکریا. (وفی البحر ص۳۴۹ ج:۱) سعید.

(۲) ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی المسجد. (شامی ص:۸ ج:۳). کراچی (وفی البزازیه ص:۱۰۱ ج:۱) زکریا جدید.

قال علیه الصلوٰة والسلام: علنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدّف. (ترمذی شریف ص:۲۰۷ ج:۱).

(۳) وکرهت تحریماً وقیل تنزیهاً فی مسجد جماعة هو أی المیت فیه وحده أو مع القوم. (شامی ص:۱۴۸/ ج:۳) اشرفیه.

(وکذا فی الهندیة ص:۲۲۶ ج:۱) زکریا جدید.

(وکذا فی مجمع الأنهر ص۲۷۲ ج:۱) فقیه الأمت.

عیب دار آدمی کو امام بنانا کیسا ہے؟

محترمی سلام مسنون!

سوال (۲۲۲): (۱) کیا نمازی کی امامت عیب دار آدمی نہیں کرسکتا ہے؟ کیا نامرد آدمی کو عیب دار کہا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر ہاں تو کیا ایسا آدمی امامت کرسکتا ہے؟ ابو محمد خان

الجواب: حامداً ومصلیاً

طبعی یا شرعی کوئی بھی ایسا عیب جس سے اکثر لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت ہو، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے امام ایسا ہو جو باعث تکثیر جماعت ہو ایسا امام جو باعث تقلیل جماعت ہو شرعاً مطلوب نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولوا أمّ قوماً وهم له کارهون. إنّ الکراهة لفساد فیه أو لأنّهم أحق بالإمامة منه کره له ذلك تحریماً لحدیث أبی داؤد: لا یقبل الله صلاة من تقدّم قوماً وهم له کارهون. (شامی ص:۳۵۴ ج:۲) اشرفیه.

وکذا فی الهندیہ ص: ۱۴۴/ ج:۱۔ زکریا جدید۔

وفی البحر الرائق ص: ۳۴۸/ ج:۱۔ سعید۔

وفی النهر الفائق ص: ۲۴۲/ ج:۱۔ زکریا بک ڈپو۔

امام کی تعیین کا مسئلہ

سوال (۲۲۳): ہمارے یہاں مسجد میں امام متعین نہیں اگرچہ جماعت سے نماز ہوتی ہے لیکن جو بھی حاضرین میں سے پڑھا دے، فرق مراتب بھی نہیں غرض سوال یہ ہے کہ کسی امام کا متعین کرلینا مسنون اور زیادتی ثواب کا باعث ہے یا جس طرح جماعت غیر متعین امام کے پیچھے ہوتی ہے وہ مسنون ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مقصدِ مشروعیتِ جماعت اور تعامل اہل مدینہ ومکہ کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی امام مقرر کرلیا جائے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں امام ومؤذن مقرر کیا ہے اس کے بغیر مسجد کا نظم وانتظام صحیح رہ نہیں سکتا، (۱) دو صحابی سفر میں جارہے تھے حضور پاک ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اذان دیدے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امام بن جائے، جب سفر میں آپ نے اتنا اہتمام فرمایا تو حضر میں بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ اہتمام فرماتے ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الأحق بالإمامة..... إذا اجتمع قوم ولم يكن بين الحاضرين صاحب منزل .... ولا فيهم ذو وظيفة وهو إمام المحل ولا ذو سلطان. فالاعلم باحكام الصلاة (تحته فی حاشية الطحطاوی) فصاحب البيت والمجلس وإمام المسجد احق بالإمامة من غيره وإن كان نعير أفقه وأقرأ وأورع وأفضل منه. (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص:۲۹۹) دار الکتاب۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم. قال لا يحلّ لرجل يؤمن بالله

والیوم الآخر أن یقوم قوماً إلّا بإذنهم "الخ". (تحفة الأحوذی ص۶۲ ج:۲) شركة القدس قاهره مصر۔

وفی بذل المجہود ص:۴۸۰ ج:۳۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

البانی للمسجد أولى من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلّا إذا عيّن القوم أصلح ممّن عيّنه البانی. (شامی، كتاب الوقف ص۴۳۰ ج:۴) کراچی۔

واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقا أی، وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) کراچی۔ (وفی مجمع الأنهر ص:۱۶۱۔ ۱۶۲ ج:۱) فقیہ الامت۔

امام کی بیوی نے زنا کیا، ایسے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (۲۲۴): زید کی بیوی سے عمرو کا کافی دنوں سے تعلق تھا اور عمرو شادی شدہ ہے ایک دن اتفاق سے عمرو کی بیوی نے ان دونوں کو رات کی تنہائی میں زنا کرتے ہوئے دیکھا بلکہ دروازہ کھلوا کر زید کی بیوی کی پٹائی کی اور زید پڑھا لکھا شخص ہے بلکہ وہ جامع مسجد کا امام بھی ہے یہ خبر گاؤں والوں کو ہوئی تو مقتدی ان سے کترانے لگے نتیجہ یہ کہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے دور بھاگ رہے ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بیوی کہاں ملے گی یعنی اس نے اپنی بیوی کو زجر وتوبیخ نہیں کی۔ لہٰذا یہ بیوی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہے گی یا نکاح سے خارج ہوجائے گی؟ اور اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کی بیوی کا فعل انتہائی غلط ہے، اس کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، لیکن اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز کو ترک کرنا درست نہیں، نیز ان کی بیوی زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج بھی نہیں ہوئی اس کے ساتھ حسب سابق

زید تعلق ازدواجیت قائم رکھے، البتہ زید کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسے اعمال سے توبہ کرائے۔

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) "ولا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" آیۃ سورۃ النجم: ۳۸۔

إنّما تحصل المعصیة بفعل فاعل مختار۔ (تبیین الحقائق ص:۲۹ ج:۶) امدادیه ملتان۔

وفی الشامی ص: ۳۹۲ ج:۶۔ کراچی۔

(۴) یا أیّها الذین أمنوا قوا أَنْفُسَکُم وأهلِیْکُم ناراً۔ (آیۃ سورۃ التحریم:۶)

فاسق مُعلم کی امامت کا حکم

سوال (۲۲۵): زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں اور دوسرے حضرات بھی موجود ہیں جو کہ فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کی ملامت کرتے ہیں لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کر لیتا ہے حالانکہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا تو آیا ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے یا نہیں کیا حکم ہے؟ اور ان حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اعادہ ہو گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے "کراھة تقدیمه کراھة تحریم" (شامی (۱) وطحطاوی: ۶۵) (۲) لہٰذا متقی پرہیز گار کو امام بنایا جائے، لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا

کی تو وہ واجب الاعادہ نہیں، نماز ہو جائے گی "لقوله علیه الصلوة والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر" (رواہ (۳) الدارقطنی وابوداؤد (۴): ۳۴۳، والامام الزیلعی فی نصب (۵) الرایہ: ۲/۲۶) لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا" کذا فی الدر المختار وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (قوله نال فضل الجماعة) افادان الصلوة خلفهما أولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ" (شامی: ۱/۳۷۷) (۶)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) کراھة تقدیمه کراھة تحریم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیه۔

وفی حلبی کبیری ص: ۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی۔ (وفی الهندیه ص: ۱۴۳/ج:۱)۔ زکریا۔

(۲) حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۰۲۔ دار الکتاب۔

(۳) سنن الدارقطنی ص: ۴۴ ج:۲۔ دار الایمان۔

(۴) سنن أبی داؤد ص: ۳۴۳ ج:۲۔ مکتبة بلال۔

(۶) وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق أو مبتدع قال فضل الجماعة (قوله قال فضل الجماعة) أفاد أنّ الصلاة خلفهما أولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقیّ ورع۔ (شامی ص:۳۵۸ ج:۲) اشرفیه۔

وفی التاتارخانیه ص: ۲۵۲/ج:۲۔ زکریا۔

(۵) نصب الرایة ص: ۲۶/ج:۲۔ قدیم۔

امام کی جگہ اونچی ہو تو نماز کا حکم

سوال (۲۲۶): اگر امام کی جگہ اونچی ہو تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

کسی مفتی یا ایسے عالم سے معائنہ کرا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں جس کو فقہ و فتاوی سے مناسبت ہو۔ ممبر و محراب کو طبع آزمائی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

امام کا رکوع سجدہ کی تسبیح بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

سوال (۲۲۷): اگر کوئی حافظ اور مولوی ہوتے ہوئے سجدہ میں سبحان ربی الاعلی اتنی آواز سے ہمیشہ پڑھے کہ سارے مقتدی سنتے ہوں تو کیا وہ نماز ہوگی یا جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

کسی بھی رکن میں کسی بھی جملہ کو اس طرح پڑھنا کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو غیر پسندیدہ ہے، البتہ اگر گاہ بگاہ کبھی کبھار غیر اختیاری طور پر کوئی لفظ زور سے نکل جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ ۱/۴/۱۴۱۳ھ

التعلیق والتخریج

(۱) أمّا الأدعية والأذكار فالخفية أولى۔ (شامی کتاب ص:۵۹۷ ج:۳) اشرفیہ۔

عن حذيفة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ يقول في ركوعه: سبحان ربي العظيم۔ وفي سجوده: سبحان ربي الأعلى ثلاثاً۔ (طحاوی شریف: ص۱۳۸ ج:۱)

وسنّ "الأسرار بها" اى بالثناء وما بعده للآثار الواردة۔ تحته فى "الطحطاوى": منها قوله عليه الصلاة والسلام۔ خير الذكر الخفيّ وخير العبادة اخفّها وخير الرزق ما يكفي۔ (حاشية الطحطاوى ص:۲۶۲) دار الكتاب۔

وكذا في الشامي ص:۲۱۰ر ج:۲۔ اشرفیہ۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۲۸): اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو کترواتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

مکروہ ہے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (شامی)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیہ۔

وفی حلبی کبیری ص:۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی التاتارخانیہ ص:۲۵۲ر ج:۲۔ زکریا۔

وفی منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۳۴۹ر ج:۱۔ سعید۔

سارے مقتدی محلوق اللحیہ ہوں تو امام کون ہوگا؟

سوال (۲۲۹): مقتدیوں میں تمام اپنی داڑھی کترواتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

سب فاسق ہیں ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔ (شامی ص:۵۶ ۳ رج:۲) اشرفیہ۔
فی منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۳۴۹ رج:۱۔ سعید۔
وفی حلبی کبیری ص:۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔ وفی التاتارخانیہ ص:۲۵۲ رج:۲۔ زکریا۔

عالم فاسق ہو، جاہل متقی ہو، تو امامت کا حقدار کون ہے؟

سوال (۲۳۰): اگر عالم ہو اور داڑھی نہ کتروانے والا جاہل مطلق نہ ہو بلکہ فرائض واجبات کو جانتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ نماز عالم پڑھائے یا جاہل؟

الجواب: حامدًاومصليًا

جاہل کے مقابلہ میں عالم اگرچہ فاسق ہو امامت کا زیادہ مستحق ہے "ویکرہ اذان جنب واقامته وامامة محدث لا اذانه على المذهب واذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالما لكنه اولى بامامته واذان من جاهل تقي" (درمختار: ار ۲۶۳، باب الاذان)

الجواب صحیح بندہ عبد الحلیم غفرلہ — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ويكره أذان جنب واقامة محدث لا أذانه على المذهب وإذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً لكنّه اولى بامامة وأذان من جاهل تقى۔ (شامی ص:۷۵، ج:۲) اشرفیہ۔
وفی منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۲۶۳ رج:۱۔ سعید۔
وفی النہر الفائق ص:۱۷۹ رج:۱۔ زکریا۔

فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم

سوال (۲۳۱): اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کی جائے اور اگر فاسق (داڑھی کتروانے والے) کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی "صلوا خلف کل بر وفاجر"۔(۱)

الجواب صحیح بندہ عبد الحلیم غفرلہ — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر۔ (بذل المجهود ص:۴۷۶ ج:۳)۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔
وتجوز إمامة الأعرابي والأعمى۔۔۔۔ والفاسق كذا في الخلاصة إلّا أنّها تكره۔ (ہندیہ ص:۱۴۳ ج:۱) زکریا جدید۔
وفی حاشیۃ الطحطاوی ص:۳۰۲۔ دار الکتاب دیوبند۔
وفی الشامی ص:۳۵۵ رج:۲۔ اشرفیہ۔

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم

سوال (۲۳۲): شروع میں داڑھی کترواریا تھا لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہوجاتا ہے لہٰذا اب نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے امام بناسکتے ہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) وإنّی لغفّار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثمّ اهتدیٰ۔ (سورۂ طٰهٰ: آیة: ۸۲)
عن النبی۔صلی اللہ علیه وسلم۔ کلّ ابن آدم خطّاء وخیر الخطائین التوّابون۔
(ترمذی شریف ص:۷۶ ج:۲) مختار اینڈ کمپنی۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔ (ابن ماجه: کتاب الزهد ص:۳۱۳ ج:۲) دار السلام۔ (وفی مشکاۃ شریف:ص:۲۰۶ ج:۱)
عن عائشة رضی اللہ عنها زوج النبی۔ صلی اللہ علیه وسلم۔ إلی۔ فإنّ العبد إذا اعترف بذنبه ثمّ تاب تاب اللہ علیه۔ صحیح البخاری ص۳۶۵ ج:۱) باب تعدیل النساء بعضهن بعضا۔ یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لئے آگے بڑھتا ہے، اسکے پیچھے لوگ نماز پڑھیں یا نہیں؟

سوال (۲۳۳): وہ شخص جو تقریباً پچیس برسوں سے امامت کرتا چلا آرہا ہے اس

کی موجودگی میں دوسرا ایک لڑکا گاؤں کا جو ابھی نیا حافظ قرآن ہوا ہے ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر ہوگی ناکتخدا داڑھی پر ہے اور اکثر بیشتر فجر کی نماز قضا کردیتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

بقلم شمس الدین انصاری

پوسٹ شاہ گنج ضلع جونپور

الجواب: حامدًاومصلیًا

سابق امام اگر دیندار، صوم وصلوۃ کا پابند ہے، متقی و پرہیزگار ہے، نیز لوگوں نے اس کو امام بھی بنایا ہے تو ایسی صورت میں نوجوان لڑکے کو مصلی پر جاکر نماز پڑھانے کا کوئی حق نہیں، جبکہ سابق امام موجود ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اپنی حرکت سے باز آجائے (۱) امام سابق کی موجودگی میں امامت کرکے فتنہ کا دروازہ نہ کھولے، اللہ تعالیٰ اس کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) انّ رسول اللہ۔ صلی اللہ علیه وسلم۔ قال لا یؤمّ الرجل فی سلطانه ولا یجلس علی تکرمته فی بیته إلّا بإذنه۔ (ترمذی شریف ص:۱۰۶ ج:۲) ممتاز اینڈ کمپنی۔ (وفی مسلم شریف ص:۲۳۶ ج:۱) فیصل۔
اعلم أنّ صاحب البیت ومثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقا أی وإن کان غیره من الحاضرین من هو اعلم وأقرأ منه۔ (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) کراچی۔
وفی حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۲۹۹۔ دار الکتاب۔
وفی بذل المجهود ص:۸۰/۴ ج:۳۔ مرکز الشیخ أبی الحسن الترمذی۔

بے داڑھی والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۳۴): اس شخص کی امامت کے بارے میں مطلع فرمائیں جس نے داڑھی نہ رکھی ہو، اگر بغیر داڑھی والے شخص نے امامت کی تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بغیر داڑھی والے سے مراد اگر امرد ہے اور صبیح وملیح ہے تو اس کی امامت کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، کذا فی الشامی۔ اور اگر بغیر داڑھی والے سے مراد ایسا شخص ہے جس کی داڑھی نکلی لیکن ایک مشت ہونے سے پہلے اس نے اس کو کاٹ دیا ایک مشت ہونے کے بعد کتر دیا اور ایک مشت سے کم کر دیا **کما یفعله فی هذا الزمان بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد** کذا فی الدر المختار، (۱) جس کی شرعاً اجازت نہیں۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے "کراهة تقدیمه کراهة تحریم" کذا فی الشامی۔ (۲) لیکن اگر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی گئی تو بھی نماز ہوجائے گی لقوله ﷺ "**صلوا خلف کل بر وفاجر**" رواہ ابوداؤد۔ البتہ متقی اور صالح اور شرعی داڑھی والے کے پیچھے پڑھنے پر جو ثواب ملتا ہے اتنا نہیں ملے گا۔ اس لئے امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو صالح متقی اور شرعی داڑھی رکھنے والا ہو۔ ٹائی لگا کر بھی نماز ہوجاتی ہے، لیکن ٹائی نہ اسلامی لباس ہے اور اسلامی شعار ہے، اس لئے اس کو نکال کر نماز ادا کرنی چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) واما الأخذ من اللحية وهي دون ذلك كما يفعله بعضه المغاربة۔ ومخنثة الرجال فلم يبحة أحد۔ (شامی ص:۴۱۸ ج:۲۔ کراچی کتاب الصوم)۔ مطلب الأخذ من اللحية۔

(۲) كراهة تقديمه كراهة تحريمه۔ (حلبی ص:۵۱۳، شامی ص:۲۹۹ ج:۲۔ زکریا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا خلف كل برٍ وفاجرٍ۔۔۔ الخ۔ (سنن الدار قطني ص:۴۴۔ ج:۲۔ دار الإيمان)

وتجوز إمامة الاعرابي۔۔۔ والفاسق كذا في الخلاصة۔ (الفتاوى الهندية ص:۸۵ ج:۱۔ زكريا)۔

معذورین کی امامت سے متعلق سوال

سوال (۲۳۵): محترم مفتی صاحب دار العلوم مہذب پور!

خدمت اقدس میں التماس ہے کہ ہماری مسجد میں کل چھ سات نمازی ہیں، جن میں تین معذورین ہیں سب تھوڑا سا پڑھنا جانتے ہیں، ناظرہ کلام مجید بھی پڑھ لیتے ہیں، مگر تلفظ پر عبور نہیں ہے۔ ایک صاحب تندرست ہیں دور پڑھے ہوئے ہیں وہی امامت کراتے ہیں، چونکہ امام صاحب بہت مصروف ہیں پھر بھی وہ نماز کے لئے وقت نکال کر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، خدا ان کو مزید حوصلہ عطا فرمائے کہ نماز کے وقت پر مسجد میں پہونچا کریں۔ جب امام وقت پر نہیں پہونچتے تو نمازیوں کے لئے یہ مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ کون نماز پڑھائے گا، لا محالہ کسی معذور کو امامت کرنی پڑتی ہے۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ مقتدی اور امام کی نماز درست ہوجاتی ہے؟ معذور میں بھی الگ الگ معذوری ہے، ایک معذور دوسرے معذور کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرتا ہے۔ مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ بتائیں نوازش ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

معذور کی سیکڑوں صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں امامت واقتداء درست ہے اور بعض صورتوں میں نہیں۔ (۱) اس لئے جب تک معذورین کے اعذار کی تفصیل سامنے نہیں آئے گی اس وقت تک مسئلہ کی وضاحت مشکل ہے۔ لہٰذا اعذار کی وضاحت فرمائیں تاکہ اس کے

مطابق جواب دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فلا تصح امامة من قام به عذر من هذه الاعذار الا لمعذور مثله بشرط أن يتحد عذرهما. (الفقه الاسلامي وادلته ج:۲، ص:۱۱۹۸. دار الفكر)

يجب أن يعلم بأن الأمي اذا أمّ قوماً اميين أن صلاتهم جميعاً جائزة بلا خلاف. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ج:۲، ص:۲۵۴. زكريا بك ڈپو ديوبند.

ولا يصح اقتداء الكاسي بالعارس. (فتاوىٰ قاضي خان ج:۱، ص:۸۵. دار الكتب العلمية.

واذا اقتدى أمي بأمي جاز. (حاشيه ابن عابدين: ج:۲ ص:۳۱۲. اشرفيه.

ويجوز اقتداء المعذور ان اتحد عجزهما وان اختلف فلا يجوز. فلا يجوز ان يصلي من به انفلات ريح خلف من به سلس البول. (هنديه ج:۱، ص:۱۴۲. زكريا).

جن کے اندر شرائط امامت پائی جائے، وہ امام ہوگا

سوال (۲۳۶): پانچ آدمی مقیم ہیں جن کے اندر شرائط امامت نہیں پائی جاتیں اور ایک آدمی مسافر ہے جس کے اندر شرائط امامت موجود ہے، یا اس صورت میں امامت کا حق ان حضرات میں کس کو حاصل ہوگا؟ مقیمین حضرات کو یا مسافر کو؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً

امامت کا حق مسافر کو ہے جس کے اندر شرائط امامت موجود ہیں جیسا کہ بدائع میں ہے ومبنی الامامة علی الفضیلة (ج ۱ ص ۱۵۸) (۱) چونکہ امامت کی بنیاد فضیلت ہے

اقامت نہیں، لہٰذا مقیم حضرات کو چاہئے کہ مسافر کو امام بنائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بدائع الصنائع ج:۱ص:۱۵۸۔ دارالکتاب العربی۔

الاعلم احق بالامامة ثو الاقرأ الاورع ثم الأسن. (البحر الرائق ج:۱ص:۳۴۷. ايچ ايم سعيد پاكستان.

الاولى بالامامة اعلمهم باحكام الصلاة. فان تساووا فاقرؤهم فان تساورا فاورعهم، فان تساورا فاسنهم فان كانوا سواءً في السن فاحسنهم خلقا الخ. (هنديه ج:۱ص:۱۴۱، زكريا).

الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲ص:۲۴۷ زکریا۔

بہرے گونگے اور ان کے علاوہ کی امامت سے متعلق چند مسائل

سوال (۲۳۷): (۱) میں بہرا اور گونگا بھی، میری امامت جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایک صاحب جو کبھی کبھی امامت کرتے ہیں، بیشتر نماز میں نہیں پہونچتے کیوں کہ ان پر کھیتی کی ذمہ داری ہے، جب نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں تو بڑی عجلت سے پڑھتے ہیں، جس سے میرے ذہن میں کدورت محسوس ہوتی ہے اس کا مسئلہ کیا ہے؟ (۳) ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں پڑھا لکھا ہوں مگر اشہد ان لا کی جگہ اشھدون کہتے ہیں جو اذان واقامت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان صاحب سے میں مشکوک ہوں کہ ان کی تلاوت صحیح نہیں ہوتی، ان حضرات کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ (۴) ایک نمازی ایک پیر سے معذور، جب کوئی امامت کے قابل نہیں ہوتا یہ بھی نماز پڑھا دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ برائے کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں بہرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعا جائز و درست ہے، لیکن اگر وہ بہرا امام ساتھ ساتھ گونگا بھی ہے تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرع صحیح و درست نہیں، لا یصح اقتداء القاری بالامی ولا بالاخرس الخ (فتاوی قاضی خاں ج ا ص ۸۹) (۱)

(۲) اطمینان وسکون اور خشوع وخضوع نماز کا ایک اہم جز ہے لہٰذا شخص مذکور کے لئے ضروری ہے کہ وہ اطمینان وسکون سے نماز پڑھائے تاکہ ارکان نماز کے ترک ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اگر شخص مذکور کو اطمینان حاصل نہ ہو تو اسے امامت کرانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۳) اعلم واقرأ شخص کو امام بنانا افضل ہے، الا علم باحکام الصلوۃ الخ فقط صحۃً وفسادًا ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدًا للقراءۃ الخ (شامی ج ا ص ۳۷۴) (۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگر نماز میں قرأۃ کے اندر ایسی غلطی کرتا ہے جو مفسد صلاۃ ہے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، لیکن اگر وہ ایسی غلطی ہے جو نماز کے فساد کا موجب نہیں ہے تو اس کی نماز درست ہے، لیکن ایسے شخص کو امام بنانے سے اجتناب کیا جائے تاکہ اس سے کوئی غلطی مفسد صلوٰۃ نہ ہوجائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی جگہ پر دوسرے صحیح پڑھنے والے شخص کو امام بنایا جائے، ولا غیر الالثغ علی الاصح الخ فلا یوم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ، وفی الظهیرۃ وامامۃ الالثغ لغیرہ تجوز وقیل لا، وظاهرہ اعتمادهم الصحۃ ینبغی لہ ان لا یوم غیرہ. (درمختار ج ا ص ۳۹۳)

(۴) لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی صحیح سالم موجود ہے تو اس کو امام بنانا بہتر ہے۔ کذالك اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی (شامی ج ا ص ۳۷۸) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ قاضی خان۔ ج:ا،ص: ۸۴۔ دار الکتاب العلمیۃ۔

(۲) شامی ج:۲،ص: ۳۸۰۔ اشرفیہ۔

درمختار ج:۲،ص: ۹۶۔ ۳۹۵۔ اشرفیہ۔

ولا یصح الاقتداء بالمجنون ولا بالسکران ویکرہ امامۃ الاعمی۔ اذا کان غیرہ افضل اما اذا کان الاعمی افضل من غیرہ فهو اولی ویکرہ امامۃ العبد ولد الزنا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲،ص: ۲۵۰۔

(۳) شامی: ج:ا،ص: ۳۷۸۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

بیوی کی کمائی کھانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۳۸): اسلام نے پردہ کے سلسلہ میں محرم غیر محرم کے نکات کے سلسلہ میں جو پابندی نافذ کی ہے اس سلسلے میں ایک عورت اپنے خاندانی پیشہ کے مطابق چوڑی فروخت کرتی ہے، بازار میں رام لیلا کے میدان میں اور دیہاتوں میں۔ اسی کے پیسہ سے گھر کا خرچ و دیگر اخراجات اسی آمدنی سے پورا کرتی ہے، گھر میں اس کا شوہر بیکار رہتا ہے، شوہر کے بازار کی چائے وغیرہ کا خرچ بھر برداشت کرتی ہے۔

ایسی عورت کا شوہر مسجد کی سربراہی یا امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسجد کے مصلیان میں اختلاف رہتا ہے اور مزید حضرات اس کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا مفتیان دین سے گذارش ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں شرعی فیصلے کرکے یہ نزاع ختم کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اللہ تعالیٰ نے تقسیم کار کردیا ہے، عورت اندرون خانہ کی ذمہ دار ہے جبکہ مرد گھر سے باہر تمام امور کا ذمہ دار ہے، جیسے معیشت، تجارت، گھر کے مسائل کا حل، اہل خانہ کی ضرورت کی تکمیل وغیرہ، یہ انتہائی گری ہوئی بات ہے کہ عورت در در چوڑی بیچ کر گھر کا خرچ چلائے

اور شوہر بیکار پھرتا رہے، قوم کی سربراہی اور امامت کے لئے ان میں سے افضل کا ہونا ضروری ہے تاکہ کسی فرد کو اس کی اقتداء میں عار محسوس نہ ہو اور متفقہ طور پر لوگ اس کو قبول کریں، اس لئے شخص مذکور کے بجائے متفق علیہ امام اگر بنالیا جائے تو بہتر ہے، ویسے حال امام کے پیچھے بھی نماز ہوجائے گی، لقولہ ﷺ **صلوا خلف کل بر وفاجر** (مراقی الفلاح ص ۱۶۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الجھاد واجب علیکم مع کل امیر براً کان أو فاجراً۔ والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان اوفاجراً وان عمل الکبائر۔ (ابوداؤد شریف: ج:۲، ص:۳۴۳۔ مکتبہ بلال دیوبند)۔

وعلی ھامش ابی داؤد۔ قولہ علیہ السلام صلوا خلف کل برٍ و فاجرٍ۔ (ج:۲ ص:۳۴۳ حاشیہ:۵۔

فإن اختلفوا فالعبرۃ بما اختارہ الاکثر۔ وان قدموا غیر الاولی فقد اساءوا وفیہ أو امّ قوماً ھولہ کارھون... فان کانت الکراھۃ لفساد فیہ یکرہ۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۳۰۱۔ دار الکتاب دیوبند)۔

ولو امّ قوماً وھول کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ۔ (شامی ج:۱، ص:۵۵۹۔ کراچی۔

مراقی الفلاح ص: ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ج:۲ ص:۱۲۰۵۔ دار الفکر۔

پیشاب کا قطرہ ٹپکتا ہے، امامت کرے یا نہیں؟

سوال (۲۳۹): اگر کسی آدمی کو کسی کسی وقت پیشاب ایک قطرہ آتا ہو تو وہ امامت کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

شرعی عذر کی تعریف: ایسا عذر مثلاً پیشاب کا آنا جو ایک نماز کے پورے وقت میں اس طرح پایا جائے کہ وضو اور نماز کے بقدر بھی بند نہ ہو اور دوسرے وقت میں بھی یہ عذر موجود ہو تو یہ عذر شرعی ہے، اور ایسا شخص معذور ہے۔

لہٰذا اگر آدمی معذور شرعی نہیں ہے تو جس وقت پیشاب کا قطرہ نہ آئے اس وقت امامت کرسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ ولا طاھر بمعذور ھذا اذا قارن الوضوء الحدث أو طرأ علیہ بعدہ لو توضأ علی الانقطاع (درمع الشامی ج ۱ ص ۳۸۹ باب الامامہ)۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) درالمختار مع الشامی ج:۱ ص:۵۷۸۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

ولا یقتدی الطاھر بصاحب العذر۔ (حلبی کبیر: ج:۱، ص:۵۱۶۔ سھیل اکیڈمی پاکستان۔

والسادس السلامۃ من الاعذار فإن المعذور صلاتہ ضروریۃ فلا یصح اقتداء غیرہ بہ۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۲۸۸۔ دار الکتاب)۔

ولا یصلی الطاھر خلف من بہ سلس البول ولا الطاھرات خلف المستحاضۃ وھذا إذا قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ۔ (ھندیہ ج:۱، ص:۸۴۔ رشیدیہ)۔

امام کو لقمہ کب دے؟

سوال (۲۴۰): فرائض میں امام جہری قرأت کر رہا ہو اور وہ کہیں بھول جائے تو مقتدی کو کب لقمہ دینا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر امام تین آیت سے کم قرأت کیا ہو پھر بھول جائے اور آگے کی آیت یا کوئی دوسری سورت یاد نہ آرہی ہو تب لقمہ دینا چاہئے۔ لیکن اگر بقدر جواز صلوٰۃ قرأت کر چکا ہو پھر بھول جائے تو ایسی صورت میں امام رکوع کرلے یا دوسری سورت پڑھے اور مقتدی لقمہ نہ دے کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک اس صورت میں لقمہ دینے سے نماز ہی فاسد ہوجاتی ہے۔ اس لئے لقمہ دینے والے حضرات مسئلہ کی نزاکت ذہن میں رکھ کر لقمہ دیا کریں۔ ہدایہ شرح بنایہ ج ۲ ص ۴۹۷ میں ہے: (۱)

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لا یلجئهم الیه ای الفتح بل یرکع اذا جاء او انه ای اوان الرکوع وهو ان یقرأ مقدار ما تجوز به الصلوة او ینتقل الی اٰیة اخری، الی قوله وفی جامع التمرتاشی لو استفتح بعدما قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة ففتح علیه اختلفوا فیه فقیل یفسد صلوته ولو اخذ الامام تفسد صلوة الکل والاصح انه لا یفسد صلوة احد، الی قوله وعن ابی حنیفة ؒ لا لاحد ان یفتح علی امامه وان فعل فقد اساء ولا تفسد اه هٰکذا فی الفتاوی الهندیه ج ۱ ص ۹۹۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

ہندیہ ج:۱ ص:۹۹۔ رشیدیہ۔ پاکستان۔

(۱) بنایہ ج:۲ ص:۴۹۷۔ دارالفکر بیروت۔ ہدایہ ج:۱ ص:۱۳۶۔ تھانوی دیوبند۔

باب الجمعه

دیہات میں جمعہ کے جواز کا مسئلہ

سوال (۲۴۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر دیہات میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس شرط پر ہے، ناجائز ہے تو کس شرط پر، اگر جائز ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ یا کراہت تنزیہی کے ساتھ اور اگر ناجائز ہے تو بالکل ناجائز ہے یا کسی شرط کے لحاظ سے جائز بھی ہے باقاعدہ لکھ کر سمجھا دیا جائے تاکہ سائل کو اطمینان ہوجائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز قریہ کبیرہ وقصبات میں جائز ہے جوکہ مصر کے حکم میں ہے باقی قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم عن الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح (شامی ج ۱ ص ۷۴۸) (۱)

یعنی قریہ کبیرہ وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں بازار ہو جس میں روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بروقت بسہولت دستیاب ہوجاتی ہوں اور قرب وجوار کے لوگ اس گاؤں سے جاکر اپنی ضروریات پوری کرتے ہوں (ڈاکخانہ وغیرہ) قاضی نہ ہو تو شرعی پنچایت ہو جس کے ذریعہ آئے دن ہونے والے پیچیدہ مسائل حل کئے جاسکتے ہوں قرب وجوار کے لوگ اسے بڑا گاؤں سمجھتے ہوں بہرحال جس قریہ میں یہ تمام شرائط موجود ہوں وہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے اور تمام گاؤں والے گنہگار ہوں گے۔

وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض

ومنبر وخطیب کما فی المضمرات وفی القنیة صلوۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریمًا ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة قوله صلوۃ العید ومثله الجمعة (شامی ج ۱ ص ۷۷۵)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی: ج:۲ ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید۔

وہکذا فی التاتارخانیة: ج:۲ ص:۵۴۹۔ زکریا۔

شامی: ج:۲ ص:۱۳۸۔ ایچ ایم سعید۔

(۲) شامی: ج:۲ ص:۱۶۷۔ ایچ ایم سعید۔

ولأدائها شرائط فی غیر المصلی منها المصر۔ والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاضٍ۔ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔

(ہندیہ: ج:۱ ص:۱۴۵)۔ رشیدیہ۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر۔ والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ هذا عن ابی یوسف رحمه الله وعنه۔ اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (ہدایہ: ج:۱ ص:۱۶۸۔ تھانوی)۔

جمعہ کے سنن ومستحبات صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہیں یا یوم جمعہ کیلئے

سوال (۲۴۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بابت جو سنن ومستحبات کتب فقہ میں باب الجمعہ میں شمار کئے گئے ہیں آیا وہ یوم جمعہ کے لئے ہیں یا صلوٰۃ جمعہ کے لئے، مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بعض سنن ومستحبات صلوٰۃ جمعہ کے ساتھ خاص ہیں مثلاً تیل، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، اچھے کپڑے پہننا وغیرہ (کذا فی عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۹)

ویستحب لمن حضر صلوۃ الجمعة ان یدهن ویمس طیبا ان وجده ویلبس احسن ثیابه ان کان وتستحب الثیاب البیض ویجلس فی الصف الاول کذا فی معراج الدرایه (۱)

اور بعض میں اختلاف ہے مثلاً غسل کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے۔ علامہ زرقانیؒ نے ایک جماعت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ غسل یوم جمعہ کے لئے ہے صلوٰۃ جمعہ کے لئے نہیں اور امام مالکؒ وشافعیؒ وابوحنیفہؒ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یوم جمعہ کے لئے نہیں۔

وفی السعایه اختلفوا فی ذالك علی قولین الاول انه للیوم وهو قول الحسن بن زیاد وبه قال محمد وداؤد الظاهری وهو روایة عن ابی یوسفؒ والدلیل اما عقلًا فهو ان یوم الجمعة سید الایام واشرفها فیسن فیه الغسل اظهار اللفضیلة واما نقلًا لحدیث غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم والثانی وهو الصحیح عند الجمهور وهو قول ابی یوسفؒ کما فی البدایه وغیره انه للصلوۃ لا للیوم الخ (اوجز المسالک ج ۲ ص ۲۱۶)(۲)

بہرحال روایات واقوال فقہاء سے اس غسل کو یوم جمعہ کا غسل قرار دینا راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حدیث أبی قتادةؓ مرفوعًا من اغتسل یوم الجمعة کان فی طهارة الی الجمعة الاخریٰ رواه ابن حبان بلفظ من اغتسل یوم الجمعة لم یزل طاهرا الی الجمعة الاخری۔

(۲) غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اخرجه مالك

والبخاری ومسلم وابن ماجه والنسائی والطحاوی وغیرهم وغیر ذالك من الروایات الکثیرة الصریحة فی الغسل یوم الجمعة ذکرها فی المطولات کالسعایه وغیره (اوجزج ۲ ص ۲۱۸) (۳)

(۳) فی الدرر والغرر ان غسل العید سنة للیوم لانه یوم السرور والسرور فیه عام فیندب فیه التنظیف لکل قادر علیه صلی ام لا. فهذه العلة تؤید ان یوم الجمعة ایضا غسلاً اذهو یوم سرور وعید یعم من صلی اولم یصل ونظیره غسل عرفة ولیلة القدر ولیلة براءة وعند الوقوف بمزدلفة وعند دخول منی ولدخول المدینة ومکة الخ

تفصیل کے لئے اوجزالمسالک ج ۲ ص ۲۱۶ تا ۲۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندیة ج:۱ص:۱۴۹، رشیدیة۔

الاغتسال والتطیب ولبس أحسن الثیاب لمن یأتی الجمعة: سنة عند الجمهور الخ۔ (الفقه الاسلامی:ص ۲/۱۳۲۲)

(۲) أوجز المسالك: ۲/۳۸۳ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیة۔ الهندیة۔

(۳) أیضاً:۲/۳۸۶۔

(۴) أیضاً:۲/۳۸۰۔

أیضاً:۲/۳۸۷۔

خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۲۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک قصبہ ہے وہاں کے امام صاحب الوداع اور عیدین کے خطبہ میں اردو اشعار بھی پڑھتے ہیں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں اور بہت سے علماء اس میں شریک رہتے ہیں اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ہیں تو مندرجہ بالا مسئلہ میں قابل حل طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو یہ ناجائز ہے یا مکروہ یا حرام اور جو خطبہ اس طرح پڑھے گئے ہیں ان کی ادائیگی ہوئی یا نہیں سارے شقوں کا جواب تفصیل وار عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متوارث سنت (۱) ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تصریح کی ہے۔

واما کونه ای کون الخطبة عربیة لاستمرار اهل المسلمین فی المشارق والمغارب مع ان فی کثیر من الاقالیم کان المخاطبون اعجمیین ج ۱ ص ۱۵۴ اسی طرح امام نووی نے خطبہ کے شرائط میں اس کا عربی ہونا لکھا ہے۔

وقال النووی فی کتاب الاذکار یشترط کونها ای خطبة الجمعة وغیرها عربیة اسی طرح درمختار میں ہے وعلی هذا الخلاف الخطبة وجمیع الاذکار۔

یعنی خطبہ اور تمام اذکار اوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحب غیر عربی میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبینؒ ناجائز فرماتے ہیں لیکن امام صاحبؒ کا رجوع صاحبینؒ کے قول کی طرف منقول وثابت ہے لہٰذا غیر عربی یا غیر عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عمدة الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں مذکور ہے (۲) اور بہشتی گوہر ص ۸۱ پر خلاف سنت مؤکدہ اور

مکروہ تحریمی مرقوم ہے اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتاویٰ میں موجود ہے اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اس کا ترجمہ مادری زبان میں کرنا اور لوگوں کو نماز سے قبل سنانا یہ بھی بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے تصریح کی ہے مزید دلائل دیکھنے کے لئے اور بصیرت پیدا کرنے کے لئے حضرت مولانا عبدالحئ صاحب کا مستقل رسالہ یاد رکھیں جس کا نام (آکام النفائس) ہے اس میں تفصیلی دلائل و براہین وحجج موجود ہیں اسی طرح رمضان کے آخری جمعہ میں ایسا خطبہ پڑھنا ممنوع ہے جو لفظ الوداع پر مشتمل ہو اس میں وداع وفراق کے مضامین ہوں چونکہ یہ نہ تو حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعینؒ سے اور نہ تبع تابعینؒ سے نہ کتب فقہ میں اس کا کہیں پتہ ہے اس لئے یہ بھی بدعت ہے اور قابل ترک ہے حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی اس پر نکیر فرمائی ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے آئندہ اس کا خیال رکھا جائے اور حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے اس پر نکیر کی جائے ترک کی سعی کی جائے جو علماء شریک رہتے ہیں منع نہیں کرتے ان کا یہ عمل احقاق حق میں کمزوری کو ثابت کرتا ہے حسب استعداد انکار نکیر سے باز نہیں آنا چاہئے بمقتضاء حکم حدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ ومن لم یستطع فبلسانه ومن لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان او کمال قال علیه الصلوٰة والسلام فقط والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیّة أو بغیرها جاز کذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز فی حق الصلاة بمعنی أنّه یکفی لأداء الشرطیّه وتصحّ بها

الصلاة لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة فإنّه لاشك فی أنّ الخطبة بغیر العربیّة خلاف السّنة المتوارثة من النبی صلی الله علیه وسلم۔ فیکون مکروها تحریماً وکذا قرأة الأشعار الفارسیّة والهندیة فیها۔ (حاشیۃ شرح وقایہ:۲۰۰/ج:۱) فیصل پبلیکیشنز۔

قال الرافعی: وهل یشترط أن تکون الخطبة کلّها بالعربیّة؟ وجهان، والصحیح اشتراطه، فان لم یکن فیهم من یحسن العربیّة خطب بغیرها۔ (فتح الملہم شرح مسلم: ص۱۷۳/ج:۵) فیصل پبلیکیشنز۔

وعلی هذا الخلاف الخطبة وجمیع أذکار الصلاة۔ (شامی:ص:۴۸۴/ج:۱صفۃ الصلاۃ) کراچی۔

وکذا فی امداد الفتاویٰ ص:۶۴۲-۶۴۶/۱) زکریا بک ڈپو۔قدیم نسخہ۔

وکذا فی الفتاویٰ المحمودیۃ:۲۷۹/۸۔شیخ الاسلام۔

جمعہ کی اذان اول کے بعد کھانا پینا کیسا ہے؟

سوال (۲۴۴): کیا جمعہ میں اذان اول کو اذان ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے یعنی اذان اول کے بعد تاخیر کرنا درست نہیں ہوگا گرچہ سنت قبلیہ میں حرج نہ ہو کھانے پینے کی اجازت اذان اول کے بعد ہوگی یا نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی اذان اول کو ثانی کا درجہ دے دیا گیا ہے مفتی بہ قول یہی ہے کذا فی الهدایہ والشامی وفتح القدیر لہٰذا اذان اول کے بعد سعی للجمعہ ضروری ہے اور ہر وہ عمل جو سعی کے منافی ہو وہ بیع کے حکم میں ہے اور بیع وشراء مکروہ تحریمی ہے لہٰذا جو اس کے حکم میں ہوگا وہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الدر المختار ورد المحتار تحت قوله ووجب السعی الیها وترك البیع الخ(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سمع النداء وهو یأكل تركه ان خاف فوت جمعة أو مكتوبة لاجماعة۔ (درالمختار ج:۳/ص:۵۱۴ اشرفیہ)

وإذا اذّن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا الى الجمعة لقوله تعالىٰ فاسعوا الى. (هدايه: ج:۱ص:۱۷۱)۔ تھانوی۔

وکذا فی ردالمحتار: ج:۳ص:۴۲/اشرفیہ۔

وکذا فی البنایۃ: ج:۳ص ۱۰۴۔ دارالفکر۔

وکذا فی فتح القدیر: ج:۲ص:۳۶۔ دار إحیاء التراث۔

شرائط جمعہ کیا کیا ہیں؟

سوال (۲۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے یہاں مسلم وغیر مسلم کی مجموعی آبادی تقریباً تیرہ سو ہے اور ۶۵ گھر مسلمان ہیں نہ پختہ سڑک ہے اور نہ ڈاک خانہ واسپتال وغیرہ دو تین دوکانیں اور ایک ڈاکٹر ہے جن سے مسلمان اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں بہت دنوں سے لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور علماء اکابر نے بھی جمعہ کی نماز پڑھائی ہے ان میں سے بعض دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہو تو کیا جمعہ کی جو نمازیں پڑھی گئی ہیں اس کی قضاء سب پر لازم ہے نیز اس جمعہ کے مسئلہ کا گاؤں میں فرداً فرداً یا اجتماعاً اعلان کرنا درست ہے تمام باتیں بحوالہ کتب بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلک حنفی کے مطابق تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

جمعہ ہر اس گاؤں میں جائز ہے جس میں گلی کوچے ہوں بازار ہو جس سے روزمرہ کی

ضروریات بسہولت پوری ہو جاتی ہوں۔

نیز قرب وجوار آس پاس کے گاؤں والے وہاں سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہوں قاضی ہو ورنہ شرعی پنچایت ہو جس سے روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل کو حل کیا جاتا ہو قرب وجوار میں اس گاؤں کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں جس گاؤں میں یہ شرائط نہ ہوں وہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست نہیں ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنے والے سخت گنہگار ہوں گے اور ان لوگوں کو ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے مسجد میں باجماعت ہر روز کی طرح ظہر کی نماز ادا کریں۔کذا فی الشامی (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولأدائها شرائط فی غیر المصلی: منها: المصر ومنها السلطان ومنها: وقت الظهر۔ ومنها الخطبة قبلها۔ (الفتاویٰ الهندیۃ:ص:۲۰۷۔۲۰۵/۱) زکریا۔

لا تصح إلا بستة شروط المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبه وقت الظهر والخطبة قبلها فی وقتها والجماعة والأذن العام۔ (مجمع الأنهرص:۲۴۴/۱، فقیہ الأمت دیوبند)

ویشترط یصحتها ستة أشیاء المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبهٗ ووقت الظهر فلا تصح قبلهٗ وتبطل بخروجه والخطبة قبلها بقصدها فی وقتها وحضور أحدٍ لسماعها ممن تنعقد بهم الجمعة ولو واحداً فی الصحیح والإذن العامُّ والجماعة۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص:۵۱۱۔۵۰۶۔ دار الکتاب دیوبند)

(۲) أحدها المصر: وهذا مذهبنا. والثانی: السلطان، أو نائبه من الأمير أو القاضی: والثالث: الوقت بعنی وقت الظهر، حتی لا۔ یجوز تقدیمها علی الزوال ولا بعد خروج الوقت۔ والرابع: الجماعة والخامس: الخطبة، حتی لو صلوا مه غیر الخطبة، أو خطب الإمام قبل الوقت لا یجوز، والسادس: الإذن العام، وهو أن

تفتح أبواب الجامع فیوذن بالناس کافة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ج:۲ص:۵۷۷۔۵۷۴۔ زکریا)

وأما شرائطها فنوعان شرائط صحة وشرائط وجوب فالأوّل ستة کما ذکره المصنف المصر والسلطان والوقت والخطبة والجماعة والإذن العام۔ (البحر الرائق ج:۲ص:۱۳۹،سعید)

ویشترط لصحتها سبعة أشیاء: الاوّل: المصر، وعلیه فتوی أکثر الفقهاء۔ والثانی: السلطان۔ والثالث: وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا والرابع: الخطبة فیه فلو خطب قبله وصلی فیه لم تصح: والخامس: کونها قبلها والسادس: الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوی الامام والسابع: الإذن العام۔
(فتاویٰ شامی ج:۳ص:۲۸۔۱۶اشرفیه)

خطبہ جمعہ میں عصا لینے کا حکم

سوال (۲۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ خطبہ دیتے وقت عصاء لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عصا لے کر خطبہ دینا سنت (۱) ہے جیسا کہ علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے اس کی تصریح کی ہے ونقل القهستانی عن عبد المحیط ان اخذ العصاء سنة کالقیام الخ ج۱ص۵۵۳وهکذا فی الطحطاوی علی المراقی ص۲۸۰

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو اعتمد قائماً علی عصا أو قوس کان أیضاً حسناً۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ۵۴۶ باب صلاة الکسوف) دار الکتاب۔

نقل القهسانی عن عبد المحیط أنّ أخذ العصا سنّة کالقیام۔ (شامی ص:۱۶۳ج:۲) کراچی۔

عن یزید بن البراء عن أبیه۔ انّ النبی صلی الله علیه وسلم خطب علی قوس أو عصا۔ (مسند احمد بن حنبل ص ۳۰۴ ج:۴رقم الحدیث:۱۸۹۱۸)

عن شعیب بن رزیق الطائفی........ فاقمنا بها أیّاماً شهدنا فیها الجمعة مع رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ فقام متّکئاً علی عصا أو قوس الخ۔ (ابوداؤد ص:۱۵۶ج:۱) مکتبہ بلال۔

وکذا فی امداد الاحکام ص:۳۶۶ ج:۲،زکریا بک ڈپو۔

جواز جمعہ کے شرائط

سوال (۲۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ موضع عارب پور جس کی کل آبادی اسّی گھروں پر مشتمل ہے جس میں ہر قوم ومذہب کے آدمی شامل ہیں ضروریات زندگی کی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں زیادہ تر قریب کے قصبہ مونڈیرا میں جانا پڑتا ہے قریب پندرہ سال سے یہاں جمعہ قائم ہے لیکن ادھر چند سالوں سے لوگ وجوب اور عدم وجوب کے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں زیادہ تر لوگوں نے نماز جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے البتہ تنہا تنہا جماعت کے ثواب سے محروم ہیں جس سے بہت پریشان ہیں امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ ہم نے جمعہ قائم کیا ہے تو ختم نہیں کریں گے البتہ یہ کہ لوگ خود ترک کر دیں اتنا خیال رہے کہ امام صاحب عالم نہیں ہیں ہاں اردو کتابوں کا مطالعہ ضرور ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے یا نہیں اگر نہیں تو قریب کے قصبہ میں جا کر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں قصبہ کی دوری قریب چار فرلانگ ہے۔

الجواب: حامدًاومصليًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں قریہ کبیرہ کی تعریف حضرات فقہاء یہ کرتے ہیں التی فیھا سکك واسواق الخ یعنی جس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت حاصل ہوجاتی ہوں قرب وجوار والے اپنی ضروریات وہیں سے پوری کرتے ہوں نیز اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں قاضی یا مفتی ہو یا شرعی پنچایت ہو جس سے روز مرہ کے عوامی مسائل کا فیصلہ کیا جاتا ہو ڈاکخانہ وغیرہ ہو، اگر عارب پور پر فقہاء کی یہ تعریف علی وجہ الاتم صادق ہو تو وہاں جمعہ کی نماز کا ادا کرنا جائز ہے ورنہ پھر ظہر کی نماز اس گاؤں میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی ضروری ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۵۳۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الشامی ص: ۶ ج: ۳، اشرفیہ۔

وکذا فی التاتارخانیہ ص: ۵۴۹ ج: ۲ زکریا۔

لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطروة ولاضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفّذ الاحكام ويقيم الحدود. (الہدایہ ص ۱۶۸ ج: ۱ تھانوی)

احدها المصر فلا تجب على من كان مقيما بقرية لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة. (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ ص: ۳۵۱ ج: ۱ دار القدس)

وکذا فی فتح القدیر ص: ۳۲۔ ۲۲ ر ج: ۲ دار احیاء التراث العربی۔

وکذا فی البنایہ ص ۵۱۔ ۴۵ ر ج: ۳ دار الفکر۔ وہکذا فی مراقی الفلاح ص ۵۰۶۔ دار الکتاب۔

صحتِ جمعہ کے شرائط

سوال (۲۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں ضلع فیض آباد میں دیوریا نامی ایک آبادی ہے جو کئی حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ کے درمیان کچھ فصل بھی ہے لیکن سب کو دیوریا ہی کہا جاتا ہے سب کی مجموعی آبادی تقریباً ۴ ہزار ہوگی ضرورت کی چیزیں دستیاب بھی ہوجاتی ہیں ہفتہ میں دو روز بازار بھی لگتا ہے بس اسٹیشن اور ڈاکخانہ بھی ہے ایسی آبادی میں جمعہ وعیدین کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

جمعہ کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کا مدار فصل اور عدم فصل پر نہیں ہے بلکہ ہر بستی کی صلاحیت اور عدم صلاحیت پر ہے یعنی اگر اس بستی میں صحت جمعہ کے شرائط موجود ومتحقق ہوں تو جمعہ صحیح ہے ورنہ نہیں اور صحت جمعہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ بستی اتنی بڑی ہو کہ اس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت فراہم ہوجاتی ہوں، قرب وجوار کے گاؤں والے اپنی ضروریات وہیں سے پوری کرتے ہوں، عرف میں اس کو بڑی بستی سمجھتے ہوں قاضی یا شرعی پنچایت یا مفتی ہو وغیرہ۔

عن ابي حنيفة ؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳۶) (۱)

اگر واقعی وہ کئی حصے الگ نہیں ہیں یعنی ان کا مستقل نام نہیں ہے بلکہ وہ دیوریا کے محلے ہیں اور ان تمام حصوں کا نام بحیثیت مجموعی دیوریا ہی ہے اور شرائط مذکورہ بالا علی وجہ الأتم وہاں موجود ہیں تو پھر جواز جمعہ میں کوئی شبہ نہیں اور ہر حصہ کے درمیان فصل صحت جمعہ کے لئے مخل نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہاں جمعہ صحیح نہیں ہے ویسے بہتر یہ ہے کہ چند

ایسے علماء کرام جن کو فقہ وفتویٰ میں مہارت حاصل ہو ان کو بلوا کر گاؤں کا معائنہ کروالیں اس کے بعد علی وجہ البصیرت جو حکم دیں اس پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۲) المصر فی ظاهر الرواية الموضع الذی يكون فيه مفت وقاضی تقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت أبنية أبنية منى هكذا فی الظهيرية وفتاوىٰ قاضی خان۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج:۱ص:۲۰۵) مکتبہ زکریا بک ڈپو دیوبند یوپی۔

(۱) (ردالمحتار ج:۲ص:۱۳۷۔۱۵۱) کراچی پاکستان۔

جواثی میں جمعہ کی تحقیق

سوال (۲۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) کہ غیر مقلدین حضرات جو کہ دیہات میں جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور بخاری کے حوالہ سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز جواثی نام کے ایک دیہات میں ادا کی گئی آیا یہ صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو احناف دیہات میں جمعہ پڑھنے سے کیوں منع فرماتے ہیں اور اگر غلط ہے تو اس کو بحوالہ کتب فقہ واضح فرمائیں۔

(۲) اور دوسرے یہ کہ جمعہ کی نماز کے جائز ہونے کے لئے جن جن باتوں کو فقہا نے شرط قرار دیا ہے مثلاً مصر کا ہونا حاکم اور قاضی اور بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا وغیرہ یہ سب باتیں تو شاید کسی بھی شہر میں نہ پائی جاسکیں گی تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا کیوں کر جائز ہے کتب فقہ کی روشنی میں بالتفصیل بیان فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

غیر مقلدین دیہات میں جواز جمعہ پر جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ روایت

بخاری شریف جلد اول باب الجمعہ فی القریٰ والمدن میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا ابو عامر العقدى قال حدثنا ابراهيم بن طهمان عن ابى حمزة الشبعى عن بن عباس ؓ انه قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله ﷺ فی مسجد عبد القيس بجواثى من البحرين اور اس روایت کو دوسری سند کے ساتھ امام ابوداؤد نے بھی ج۱ص۱۵۳ باب الجمعۃ فی القریٰ میں بیان کیا ہے (۱) اور روایت میں بھی قدرے تفاوت ہے: حدثنا عثمان بن ابى شيبة ومحمد بن عبد الله المخزمى لفظه قالا نا وكيع عن ابراهيم بن طهمان عن ابى حمزة عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت فى الاسلام بعد جمعة جمعت فى مسجد رسول الله ﷺ بالمدينة لجمعة جمعت بجواثى قرية من قرى البحرين قال عثمان قرية من قرى عبد القيس.

سب سے پہلے قابل گرفت امر یہ ہے کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز جواثی جگہ میں ادا کی گئی یہ بات غیر مقلدین کہاں سے کہتے ہیں یہ تو سراسر کذب ہے اس لئے کہ بخاری وابوداؤد دونوں میں اس کی تصریح ہے کہ جواثی میں بعد میں جمعہ کی نماز ہوئی سب سے پہلے مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی تو پھر اولیت کا مقام جواثی کو دینا کہاں تک درست ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسجد النبوی کے بعد سب سے پہلے جواثی میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی غیر مقلدین کا کہنا کہ جواثی قریہ (دیہات) تھا یہ بچند وجوہ درجہ صحت سے خارج ہے۔

(۱) قریہ کا اطلاق بسا اوقات شہر پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ علامہ ابن الاثیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ وقال ابن الاثير القرية من المساكن الاجنبيه والضياع وقد تطلق على المدن عمدة القارى ج۶ص۱۸۶(۲)

پھر جزم کے ساتھ جواثی کے بارے میں دیہات ہونے کا فیصلہ کس حد تک قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

(۲) صاحب المطالع نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ قریہ وہ مدینہ ہی ہے اور ہر مدینہ قریہ ہے اس لئے کہ قریہ قریۃ الماء فی الحوض سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی آدمی حوض میں پانی جمع کردے تو گویا کہ جس طریقہ پر مدینہ اپنے اندر صفت جامعیت رکھتا ہے اسی طرح قریہ کے اندر بھی یہ صفت ہوتی ہے وقال صاحب المطالع القرية المدينة وكل مدينة قرية لاجتماع الناس فيها من قرية الماء فى الحوض اى جمعته الخ (بذل المجہود فی حل ابوداؤد ج۶ ص ۴۴ وعمدۃ القاری للعینی ج۶ ص۱۸۶) (۳)

(۳) غیر مقلدین بخاری شریف کی جس روایت سے جواثٰی کو دیہات ثابت کرکے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز جائز قرار دیتے ہیں وہ یہ بتلائیں کہ جواثٰی کا دیہات ہونا ان لوگوں نے کہاں سے ثابت کیا ہے بخاری شریف کی روایت میں تو کہیں بھی اس کی تصریح نہیں ہے کہ جواثٰی دیہات تھا، اس میں تو فقط اتنا ہے کہ بجواثٰی من البحرین البتہ ابوداؤد شریف میں جو روایت ہے اس کے اندر اس کے قریہ ہونے کی تصریح ہے قال عثمان قرية من قرى عبد القيس بہرحال بخاری شریف کی روایت سے جواثٰی کا دیہات ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی وجہ سے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ترجمۃ الباب میں قری کے ساتھ مدن کی بھی تصریح موجود ہے گویا کہ جزم کے ساتھ اس کو قریہ نہیں کہہ سکتے۔

(۴) جواثٰی کے بارے میں علامہ ابن التین نے شیخ ابوالحسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ مدینہ تھا وحکی ابن التين عن شيخ ابى الحسن انها مدينة (عمدۃ القاری ج۶ ص۱۸۷) (۴)

(۵) ابوعبید البکری نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جواثٰی مدینہ تھا وقال ابو عبيد البكرى هى مدينة بالبحرين بعبد القيس (عینی ج۶ ص۱۸۷) (۵)

(۶) امام العصر فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی تصریح کی ہے جواثٰی قریہ نہیں تھا بلکہ مصر تھا قلت كيف وجواثٰى لم تكن قرية اصلا بل كانت مصرًا

الخ (فیض الباری ج۶ ص۳۳۰) (۶)

(۷) جواثٰی میں ایک قول کے مطابق چار ہزار انسان رہتے تھے اور چار ہزار انسان شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ میں رہا کرتے ہیں اور چار ہزار کی آبادی پر تو فقہاء احناف بھی جمعہ جائز قرار دیتے ہیں پھر ان کے مخالف یہ روایت کہاں ہوئی اور غیر مقلدین کا استدلال کہاں تام ہوا قيل كان يسكن فيها فوق اربعة الآف نفس والقرية لا تكون كذالك الخ (بذل المجہود ج۶ ص۴۵) (۷)

(۸) جواثٰی کے مصر و مدینہ ہونے پر امراء القیس کا شعر بھی شاہد بین ہے امرء القیس کا شعر ملاحظہ ہو۔

ورحنا كأنا من جواثٰى عشية ۔ نعالى النعاج بين عدل ومحقب

امرء القیس جواثٰی کے شکار سے واپسی کی حالت کو ان تاجروں کی حالت کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہے جو جواثٰی سے مال تجارت سے لدے پھدے واپس ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے مال تجارت کی کثرت کے ساتھ واپس ہوتے ہیں کثرت امتعہ دلالت کرتا ہے کثرت تجار پر اور کثرت تجارت دلالت کرتا ہے جواثٰی کے مدینہ وشہر ہونے پر اس لئے کہ دیہاتوں میں عموماً اتنے تاجر نہیں ہوا کرتے۔ قال العلامة انور شاه الكشميرى وهو الذى يعلم (اى كون جواثٰى مصرًا) من اشعار الجاهلية فيقول امرء القيس ورحنا كانا من جواثٰى عشية نعالى النعاج بين عدل محقب فانه يشبه حال رجوعه من الاصطياد بحال التجار عائدين من جواثٰى مملوئين من انواع الامتعة فعلم انها كانت متجرالهم (فیض الباری ج۲ ص۳۳۰)

وقال الامام الشيخ بدر الدين قلت كثرة الامتعة تدل على كثرة التجار و كثرة التجار تدل على ان جواثٰى مدينة قطعا لان القرية لا يكون فيها تجار كثيرون غالبا عادة الخ (عمدۃ القاری ج۶ ص۱۸۷ وہکذا فی

بذل المجہود ج ۶ ص ۴۵)

(۹) حاصل کلام یہ کہ جواثٰی مدینہ مصر شہر تھا قریہ (دیہات) نہیں تھا اور اس کو قریہ کہنا اسی طرح ہے جس طرح کہ مکہ، طائف، مصر کو قریہ کہا گیا ہے حالانکہ وہ سب شہر ہیں اگر غیر مقلدین کے نزدیک قریہ کے معنی دیہات ہی کے ہیں تو پھر ان آیتوں کا کیا جواب دیں گے جن میں مکہ، طائف مصر کو قریہ کہا گیا ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ یعنی مکہ وطائف یہاں پر قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہے۔

واسأل القرية التى كنا فيها وهى مصر اس جگہ قریہ سے مراد مصر ہے وكأى من قرية هى اشد قوة من قريتك التى اخرجتك اهلكناهم (بذل ج۶ ص ۴۵)

(۱۰) اگر غیر مقلدین بخاری شریف کے مذکورہ بالا روایت سے دیہاتوں میں جمعہ کو ثابت کرتے ہیں تو وہ پھر ان روایتوں کا کیا جواب دیں گے جن میں جواز جمعہ کے لئے مصر جامع یا مدینہ عظیمہ کی تصریح موجود ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع وفى رواية عن علىؓ لا جمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة جس کی تخریج ابن عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں کی ہے (عمدة القارى شرح بخاری شریف ج ۶ ص ۱۸۸، بذل المجہود ج ۶ ص ۷۴ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۷۹ تعریف المصر والقریۃ۔

(۱۱) اور اگر بالفرض ومحال ہم مان لیں کہ جواثٰی قریہ تھا تو اس سے کہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہے یہ بات تو اس وقت ہوتی جبکہ حضور ﷺ کو اس کے قریہ ہونے کی اطلاع ملی ہوتی اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی ہوتی اور ان کو اس عمل پر ثابت رکھا ہوتا مگر اس روایت میں کہیں بھی اس کی تصریح نہیں ہے پھر بخاری شریف کی اس روایت

سے دیہات میں جواز جمعہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔

ولئن سلمنا انها قرية فليس فى الحديث انه ﷺ اطلع على ذالك واقرهم عليه الخ (عمدة القارى ج۶ ص ۱۸۷)

(۱۲) اگر دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہوتی تو پھر حضور ﷺ قباء میں جبکہ ۱۴ یا ۲۴ دن مقیم تھے ضرور جمعہ کی نماز وہاں ادا کرتے مگر کسی روایت میں بھی اس کی تصریح نہیں اس کے برعکس روایات میں یہ ہے کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز مدینہ طیبہ میں ہوئی اس سے صاف طور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے نہ خود دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کی ہے اور نہ حکم فرمایا لہٰذا دیہات میں جمعہ کی نماز کیسے درست ہوسکتی ہے۔

واصرح من ذالك ان رسول الله ﷺ لما هاجر الى المدينة اقام فى قبا وهى قرية قرب المدينة الخ اربعة عشر يوما او اربعة عشرين كما فى البخارى على اختلاف نسخها ووقعت الجمعة فى اثنائها ولم يثبت ان رسول ﷺ اقام الجمعة ولم يأمرهم ان يجمعوا فيها وسار يوم الجمعة يريد المدينة فجمع فى مسجد بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن الخزرج وهى محلة من المدينة فكان اول جمعة جمعت فى الاسلام فثبت بهذا ان رسول الله ﷺ لم يصلى الجمعة فى القرىٰ ولم يأمرهم بها فيها فعلم بهذا ان القرىٰ ليس محل اقامة الجمعة الخ (بذل المجہود ج ۶ ص ۴۸)

حاصل کلام یہ کہ بخاری شریف کی روایت اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ جواثٰی دیہات ہے یہ غلط ہے جیسا کہ ماقبل کے بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور احناف کا یہ کہنا کہ جمعہ کی نماز دیہات میں جائز نہیں بالکل صحیح ہے مستدل حضرت علیؓ کی روایت ہے جو کہ ص ۱۰ پر مذکور ہے۔

بادشاہ یا اس کا نائب یا قاضی وحاکم صحت جمعہ کے لئے مقصود لذاتہ نہیں بلکہ یہ فتنہ کے باب کو مسدود کرنے کے لئے ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل سے مفہوم ہوتا ہے ولا یجوز

اقامتها الا للسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام لجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیره فلا بد منه تتمیما لامرها الخ (الہدایہ ج۱ ص۱۴۸) لہٰذا اگر مسلمان کی رضامندی سے یہ حکمت حاصل ہوجائے اور کوئی ایسا طریقہ متفقہ طور پر طے ہوجائے جس سے فتنہ اپنا سر نہ نکال سکے اور مسدود ہوجائے تو معنیً یہ شرط مفقود نہ ہوگی بشرطیکہ دوسرے شرائط علی وجہ الاتم متحقق ہوں جیسا کہ در مختار میں اس کی تصریح ہے ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمهم فیجوز للضرورة (الدر المختار مع تنویر الابصار ج۱ ص۵۴۰)

قوله فیجوز للضرورة ومثله مالو منع السلطان اهل مصر ان یجمعوا اضرارًا وتعنتًا فلهم ان یجمعوا علی رجل لیصلی بهم الجمعة اما اذا اراد ان یخرج ذالك المصر من ان یکون مصرًا السبب من الاسباب فلا کما فی البحر الخ (الشامی ج۱ ص۵۴۰ وهکذا قال شیخ المشائخ قطب الاقطاب مولانا اشرف علی تهانوی قدس سره نور الله مرقده فی امداد الفتاوی ج۱ ص۴۲۴ وهکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند ج۵ ص۱۴۶ وهکذا قال العلامه الفهامة انور شاه الکشمیری فی کتابه فیض الباری ج۲ ص۳۳۰) فان قلت وعلی هذا ینبغی ان لا تجب الجمعة علی اهل المصر ایضا فی هذا العصر لعدم صدق الحد المذکور فاین القضاة واین اقامة الحدود قلت وقد صرح اصحابنا ان الملك اذا صار دار الحرب یجمع بهم من اتفق علیه القوم وهکذا فی المبسوط والشامی ج۱ ص۵۴۱ کما مر انفًا فلیطالع وهکذا فی جامع الرموز باب الجمعة ج۱ ص۱۱۶ (والسلطان الی قوله) والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط وهذا اذا امکن استیذانه والا فالسلطان لیس بشرط فلو اجتمعوا علی رجل وصلوا جاز کذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند

ج۵ ص۱۴۶۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حدیث: حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابو عامر.... الخ۔ (ابوداؤد ج:۱ ص:۵۳۔ باب الجمعة فی القریٰ)۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

(۲) وقال ابن الاثیر القریة من المساکن الاجنبیه والضیاع وقد تطلق علی المحسن۔ (عمدۃ القاری ج:۶ ص:۱۸۶)۔

(۳) وقال صاحب المطلع القریة المدینة وکل مدینة قریة لا جتماع الناس.... الخ۔ (بذل المجهود ج:۲ ص:۴۴)۔

(۴) هکذا فی عمدة القاری ج:۲ ص:۱۸۶۔

(۵) وحکی ابن التین عن شیخ ابی الحسن انها مدینة۔ (عمدۃ القاری ج:۶ ص:۱۸۷)۔

(۶) ہکذا فی فیض الباری ج:۶ ص:۳۳۰

(۷) بذل المجہود ج:۶ ص:۴۵۔

جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟

سوال (۲۵۰): جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کی اطلاع ہے وفیہ ایذان لوجوب الجھر بالاذان لإعلام الناس (جامع الرموز) لہٰذا نمازی اگر اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، تو مؤذن کو چاہئے کہ ایسی جگہ سے اذان دے جہاں سے مسجد میں آنے والے نمازیوں کی اطلاع ہوجائے کما فی المبسوط للسرخسی ویؤذن المؤذن حیث یکون اسمع للجیران اور علامہ (۱) شامی بحوالہ ''السراج الوھاج'' لکھتے ہیں: وفی السراج وینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوته ولا یجھر نفسه الظاھر ان ھٰذا فی اذان الحیّ۔ جیسا کہ پانچوں نمازوں کی اذانیں بلند جگہ سے بلند آواز سے دی جاتی ہیں اور اگر سارے نمازی مسجد ہی میں ہیں جیسے جمعہ کی اذان ثانی تو اس کا حال اقامت کی طرح ہے کہ ایسی جگہ سے اذان دی جائے کہ جہاں سے مسجد کے اندر کے نمازیوں کو اس کی اطلاع ہوجائے کہ اب امام ممبر پر آچکا (۲) ہے اور خطبہ شروع ہونے والا ہے لہٰذا سارے لوگ خطبہ سننے کے لئے تیار ہوجائیں، تلاوت کرنے والے تلاوت بند کردیں، ذکر کرنے والے اپنا ذکر بند کردیں اور نماز پڑھنے والے اپنی نماز مختصر کرکے ختم کردیں، اسی وجہ سے اس اذان میں اسی قدر آواز بلند کرنے کا حکم ہے جس سے مسجد کے اندر کے نمازیوں کو اطلاع ہوجائے کما فی الشامی امّا من اذن لنفسه او لجماعة الحاضرین فالظاھر انه لا یسن له المکان العالی لعدم الحاجة وفی السعایة (۳۸/۳) أی اذان لا یستحب فیه رفع الصوت؟ قل ھو الاذان الثانی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لإعلام الحاضرین صرح

به جماعة الفقهاء فاعتبروا یا اولی الابصار۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وينبغي للمؤذّن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته ولا يجهر نفسه لأنّه تيضرر، قلت: والظاهر أنّ هذا في مؤذن الحيّ، امّا من أذّن لنفسه أو لجماعة حاضرين: فالظاهر أنّه لايسّ له المكان العالي لعدم الحاجة. (شامی: باب الأذان ص ۲/۶۱) اشرفیہ۔

ويؤذّن ثانياً بين يديه أي الخطيب على سبيل السنّة. (شامی ص ۲/۱۶۱) کراچی۔

فإذا جلس على المنبر أذّن بين يديه واقيم بعد تمام الخطبة بذلك جرى التوارث الضمير في قوله "بين يديه" عائداً إلى الخطيب الجالس. (البحر الرائق ص ۱۵۷/ج:۲) سعید۔

إذا جلس الإمام على المنبر أذّن أذاناً ثانياً بين يديه أي بين الجهتين المستامنين ليمين المنبر أو الإمام ويساره قريباً منه. (اعلاء السنن ص ۶۹ ج:۸) مکتبہ امدادیہ۔

جمعہ کے بعد سلام پڑھنے کا حکم

سوال (۲۵۱): ہمارے یہاں ابھی جلدی سے ایک رواج نکلا ہے لوگ بعد نماز جمعہ اکٹھے ہوکر باآواز بلند سلام پڑھتے ہیں جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز اور ثواب ہے یا بدعت ہے مع دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بدعت ہے دین وشریعت صرف وہی ہے جس کو چودہ سو برس پہلے آقائے مدنی فخر رسل تاجدار مدینہ ﷺ لے کر آئے۔ آج کل نئی نئی چیزیں شریعت مطہرہ وسنت نبویہ کا نقاب ڈال

کرجنم لے رہی ہیں، وہ سب واجب الترک ہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.... إياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داؤد ص ۶۴۲ ج:۲) قدیم نسخہ مکتبہ البدر دیوبند۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحدث في أمرنا هذا فليس منه فهو ردّ. (کتاب الصلح بخاری شریف ۳۷۱ ج:۱، یاسر ندیم اینڈ کمپنی)

البدعة: ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبه واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (شامی ص ۵۶۰ ج:۱ مطلب البدعة خمسة أقسام کراچی)

البدعة الحقيقة: هي التي لم يدلّ عليها دليل شرعي، لا من كتاب ولا سنة ولا إجماع ولا استدلال معتبر عند أهل العلم لا في الجملة ولا في التفصيل الخ.

(الموسوعة الفقهية: ص ۳۲ ج:۷)

اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کے احکام

سوال (۲۵۲): (الف-۱) جمعہ کے روز خرید وفروخت قطعی حرام یا ناجائز ہے یا جواز کی کچھ گنجائش ہے۔ (ب-۲) نیز یہ حرمت پہلی اذان سے ہے یا دوسری اذان سے ہے یا زوال کے بعد فوراً بعد سے حرمت شروع ہو جاتی ہے، جیسے مثلاً جامع مسجد میں ایک بجے اذان ہوتی ہے اور زوال ساڑھے بارہ بجے ہے تو حرمت ایک بجے اذان سے شروع ہوگی یا زوال کے بعد سے حرمت شروع ہوگی واضح فرمائیں؟

(۲) بعض جگہ، جگہ کی قلت اور آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بہت سی مسجدوں میں نماز

ہوتی ہے مثلاً بمبئی میں کہ یہاں پر کئی مسجد میں نماز ہوتی ہے اور بہت سی جگہ نماز کے اور اذان کے اوقات بھی مختلف ہیں تو زید کو مثلاً وہاں نماز پڑھنا ہے جہاں اذان ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور جہاں اس کی دوکان ہے وہاں ایک بجے اذان ہوتی ہے تو کیا زید ڈیڑھ بجے سے پہلے پہلے تک اپنی دوکان پر خرید وفروخت کرسکتا ہے یا اس کے برعکس کرسکتا ہے کہ جہاں جلدی نماز ہوتی ہے وہاں سے پڑھ کر آگیا اور دوکان کھول رہا ہے تو یہاں اب ڈیڑھ بجے اذان ہو رہی ہے تو اب خرید وفروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک دوکان پر دو آدمی بیٹھتے ہیں ایک آدمی دوکان پر بیٹھتا ہے وہ وہاں نماز پڑھے گا جہاں ڈیڑھ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک آدمی ایک بجے کی نماز پڑھ کر دوکان پر اگر بیٹھتا ہے تو اس طرح گویا پورے دن دوکان کھلی رہی اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً

(الف-۱) گنجائش نہیں لقوله تعالىٰ فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع قال الشيخ احمد فى التفسيرات الاحمدية وامر الشارع للوجوب فثبت وجوب السعى الى ان قال وكذا وجوب ذرء البيع اى تركه عنده اه (تفسیر احمدی ص ۴۷۵)(۱)

ويجب السعى وترك البيع بالاذان الاول الواقف عقيب الزوال لقوله تعالىٰ اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع. الآية (مجمع الانہر ج ا ص ۱۵۶ (۲) والفتاویٰ الہندیہ ج ا ص ۱۴۹)(۳)

(ب) ایک قول زوال (دخول وقت) کے بعد کا ہے لیکن مفتیٰ بہ یہی قول ہے کہ حرمت اذانِ اول سے ہے جیسا کہ تمام متون وشروح میں مصرح ہے۔ ويجب السعى اليها وترك البيع بالاذان الاول كنز. وانما اعتبر الاذان الاول لحصول الاعلام به الخ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۶)(۴) وقیل بالاذان الاول فی الاصح الخ (درمختار ج ا ص ۵۵۲)(۵) والاصح ان المعتبر هو الاول (ہدایہ ج ا

ص ۱۵۱)(۶) ویجب السعی وترك الاشتغال بالاذان الاول (کبیری ص ۵۱۹ درمختار ج ۴ ص ۱۳۲)(۷)(۸)

(۲) زید کی دوکان کے قریب جو مسجد ہے اسی کا اعتبار ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک بجے کے بعد بیع وشراء جائز نہیں بلکہ دوکان بند کرکے فوراً جمعہ کی تیاری میں لگ جائے اس کے بعد چاہے جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ادا کرے (اور اس کے لئے یہی اولیٰ ہے قربت کی وجہ سے) یا دوسری مسجد میں وان یجیب بقدمہ اتفاقًا فی الاذان الاول یوم الجمعة لوجوب السعی بالنص وفی التاتر خانیة انما یجیب اذان مسجد الخ (درمختار ج ۱ ص ۲۶۸ باب الاذان)(۹)

قوله انما یجیب اذان مسجده ای بالقدم وهو متفرع علی قول الحلوانی کما اشار الیه الشارح سابقًا بقوله کما یأتی علی (ج ۱ ص ۲۶۷ رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۸) وسئل ظهیر الدین عمن سمعه فی آن من جهات ماذا یجب علیه قال اجابة اذان مسجده بالفعل اه (الدر المختار ج ۱ ص ۲۶۸)(۹) قوله ماذا یجب علیه فعل الاجابة بالقول او بالفعل تکون الاجابة.

قوله: اجابة اذان مسجده جواب السوال الثانی وقوله بالفعل جواب الاول کما فی البحر عن الفتح اه

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۹ وهکذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۰۹ وفتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۳ باب الاذان.(۱۰)(۱۱)

(۳) صورت مسئولہ میں ایک بجے دوکان بند کردینا ضروری ہے دوکان کے قریب مسجد میں اذان ہوجانے کے بعد کسی کا بھی بیٹھنا جائز نہیں خواہ نماز اسی مسجد میں ادا کرے یا کسی اور مسجد میں۔ قریبی مسجد میں نماز ہوجانے کے بعد دوکان کھولنا جائز ہے حوالہ تفصیل کے ساتھ سوال ۲ کے جواب میں مذکور ہے۔ فلیطالع ثانیًا لعنان العنایة ثانیًا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ضمیمہ جواب ۲ و ۳ حسب تصریح درمختار جمعہ کے دن اذان اول کے بعد اجابت بالقدم واجب ہے اور تاتارخانیہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے انما یجیب اذان مسجده جس مسجد میں پانچوں وقتوں کی نماز یا جمعہ ادا کرتا ہو عرف میں اپنی مسجد کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجابت بالقدم اسی مسجد کی واجب ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کرنی ہے لیکن جب ایک مسجد دوکان کے قریب ہے اور اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور جہاں زید نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس سے پہلے یہاں نماز ہوتی ہے تو احتیاطا احترازًا عن التهمة والطعن وحقًا واحترامًا للمسجد القریب وسدًا للباب ایک بجے دوکان بند کردے مسجد قریب میں نماز ختم ہوجانے کے بعد ایک آدمی جس نے مسجد قریب میں نماز ادا کرلی ہے دوکان پر بیٹھ جائے اور دوسرا آدمی جہاں چاہے نماز ادا کرے اور جب چاہے آئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم للہ در المجیب حیث کشف الغمة بضم الضمیمة

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) تفسیر احمدی ص ۴۷۵۔ اشرفیہ۔

(۲) ویجب السعی وترك البیع بالاذن الاول۔ (الفتاویٰ الهندیة ج:۱ ص:۱۴۹ رشیدیہ)

(۳) مجمع الانہر ج:۱ ص:۲۵۳، فقیہ الامۃ۔

(۴) البحر الرائق ج:۲ ص:۱۵۶، ایچ ایم سعید۔

(۵) درمختار ج:۱ ص:۵۵۲۔ نعمانیہ دیوبند۔ (۶) ہدایہ ج:۱ ص:۱۷۲۔ تھانوی۔

(۷) ووجب سعی وترک البیع۔۔۔ اراد بہ کلہ عمل ینافی السعی۔ (درمختار ج:۱ ص:۵۵۲ نعمانیہ دیوبند)۔

(۸) حلبی کبیر: ص ۵۶۰۔ سہیل اکیڈمی، پاکستان۔ (۹) درمختار ج:۱ ص:۲۶۸۔ نعمانیہ دیوبند۔

(۱۰) فتح القدیر ج:۱ ص:۲۱۷۔ دار احیاء التراث۔ (۱۱) مراقی الفلاح: ص ۲۰۳۔ دار الکتاب۔

کنز الدقائق ص ۴۵۔ رشیدیہ دہلی۔

مسافر جمعہ کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۵۳): تعلیم الاسلام مولفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب چوتھا حصہ ص ۶ پر لکھا ہے کہ مسافروں پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسافر جمعہ کی نماز کی امامت کرسکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ جب مسافر پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے تو وہ امامت نہیں کرسکتا اگر کرتا ہے تو تمام مقتدیوں کی جمعہ کی نماز فرض ادا نہ ہوگی، قرآن وحدیث سے مفصل مع حوالہ کے جواب دیا جائے صحیح طریقہ کیا ہوگا جبکہ مسافر کے اوپر نماز جمعہ فرض نہیں ہے تو پھر وہ امامت کرسکتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے عشاء پڑھ کر جاتے تھے اور اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت کی امامت کرتے تھے اس کو علماء احناف نہیں مانتے۔ تفصیلی جواب کا خواستگار ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تعلیم الاسلام میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ تعلیم الاسلام میں مذکورہ مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ مسافر اگر جمعہ کی نماز ادا کرے تو گنہگار (۱) نہیں ہوگا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جمعہ کی نماز اگر ادا کرے تو وہ گنہگار ہوگا بخلاف مقیم کے اگر وہ جمعہ کی نماز نہ ادا کرے جبکہ جمعہ کی نماز اس پر فرض ہے تو وہ گنہگار ہوگا لیکن آپ کا استدلال بالکل غلط ہے اولاً وہ واقعہ حضرت سلمانؓ کا نہیں بلکہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کا ہے۔ دوسرے فرض ادا کرنے کے بعد پھر اسی فرض کو پڑھانے کا مسئلہ ہے اس کی صورت جمعہ میں یہ ہوگی کہ ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھ لے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائے تو یہ درست نہیں اور اس پر استدلال اس واقعہ سے کریں تو یہ درست ہے لیکن مسافر کے مسئلہ میں استدلال بالکل غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وللمسافر والعبد والمريض أن يؤم فيها۔ (البحر الرائق ص ۲/۱۵۲)۔

وللمسافر والمريض العبد أنه يؤم فيها۔ (مجمع الأنهر ص ۱/۲۵۱)

يصلح للإمام فيها من صلح لغيره فجازت لمسافر و عبد و مريض وتنعقد الجمعة۔ (شامی ص ۳/۳۳)

جمعہ کے دن کس مسجد کی اذان پر دوکان بند کرے

سوال (۲۵۴): ایک شخص کی دوکان شہر میں ہے شہر میں متعدد مسجدیں ہیں مختلف اوقات میں اذانیں ہوتی ہیں جمعہ کے دن کس مسجد کی اذان پر اس کے لئے دوکان کا بند کرنا اور بیع وشراء کا چھوڑ ناضروری ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس مسجد میں آدمی نماز پڑھتا ہے جب اس مسجد میں اذان جمعہ ہو تو اس اذان پر دوکان کا بند کرنا اور بیع وشراء کو چھوڑ ناضروری ہے۔ سئل ظهير الدين عمن سمع الاذان فى وقت واحد من الجهات ماذا يجب عليه قال اجابة اذان مسجده بالفعل. (البحر (۱) الرائق ج ۱ ص ۲۷۳ کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ ج ۱ ص ۲۷۵) (۱) وان يجب بقدمه اتفاقًا فى الاذان الاول يوم الجمعه لوجوب السعى بالنص وفى التاتار خانيه انما يجيب اذان مسجده (الدر المختار ج ۱ ص ۲۶۸) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) البحر الرائق ص ۲۵۹/ج: ۱، سعید کمپنی کراچی۔

وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۱۵۴ ج: ۲، رقم ۲۰۱۱ زکریا۔

(۲) وکذا فی الدر المختار مع الشامی ص: ۸۷/ج: ۲۔ اشرفیہ۔

اردو میں خطبہ ہونے کی ایک دلیل اور اس کا جواب

سوال (۲۵۵): امام صاحب خطبہ کے اردو ترجمہ کو خطبہ کے درمیان پڑھتے ہیں ان کو منع کیا تو انہوں نے دلیل پیش کی کہ اگر اردو پڑھنا درست نہ ہوتا تو اس کو کتاب میں نہ لکھتے ہم نے بھی جواب دیا مگر باصواب سے روشناس فرمائیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

خطبۂ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متواتر ومتوارث سنت ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلویؒ نے شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تصریح فرمائی ہے (۱) چنانچہ فرماتے ہیں: وأمّا كونها اى كون الخطبة عربية فلاستمرار أهل المسلمين فى المشارق والمغارب به مع ان فى كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين الخ.

اسی طرح امام نوویؒ نے خطبہ کے شرائط میں سے اس کا عربی ہونا لکھا ہے وقال النووى فى كتاب الاذكار (۲) يشترط كونها اى خطبة الجمعة وغيرها عربية. اسی طرح درمختار میں ہے وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع الاذكار۔ یعنی خطبہ اور تمام اذکار واوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحب غیر عربی میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبین ناجائز لیکن امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف منقول ہے۔

لہٰذا غیر عربی، یا عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) میں مذکور ہے اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتویٰ میں موجود ہے اسی طرح عربی میں خطبہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنادیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ بہتر ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تصریح کی ہے۔

باقی رہا امام صاحبؒ کی دلیل کہ (اگر اردو پڑھنا درست نہ ہوتا تو اس کو کتاب میں نہ

لکھتے) تو آپ ان سے دریافت کریں کہ خطبہ کی کتاب کے اندر مصنف کا نام بھی ہوتا ہے کاتب کا نام بھی ہوتا ہے مطبع کا نام بھی ہوتا ہے، مصحح کا نام بھی ہوتا ہے اس کی قیمت بھی لکھی ہوتی ہے آخر یہ سب باتیں بھی تو اس کتاب میں لکھی ہوں گی پھر کیا وجہ ہے کہ ان باتوں کو وہ خطبہ کے درمیان نہیں پڑھتے وجہ تخصیص کیا ہے؟

جس طرح اردو ترجمہ لکھا ہوا ہے یہ سب باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں نیز اگر اردو کا محض کتاب میں لکھا ہوا ہونا خطبہ کے درمیان پڑھنے کے لئے صحت کی دلیل ہے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرآن پاک بہت سے ایسے بھی تو ہیں جن میں اردو ترجمہ لکھا ہوا ہے لہٰذا آپ کی دلیل کے مطابق اس ترجمہ کو بھی نماز میں پڑھنا درست ہوگا پھر کیوں نہیں پڑھتے کیا وجہ ہے؟ اور اگر نماز میں درست نہیں اور خطبہ میں درست ہے تو وجہ فرق کیا ہے؟ حالانکہ بہت سے فقہاء نے خطبۂ جمعہ کو دو رکعتوں کے قائم مقام کہا ہے۔ كذا فى البحر الرائق(۴) وفى البدائع (۵) ثم هى وان كانت قائمة مقام الركعتين الخ.

اسی وجہ سے حکم ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام (۶) نماز درود ذکر تسبیح سلام کلام سب ممنوع ہے امام صاحب کی دلیل کوئی ایسی نہیں جس پر توجہ دی جائے ان کا جواب صرف ایک ہے وہ یہ کہ آپ ایسا خطبہ خرید کر لائیں جس میں اردو ترجمہ لکھا ہوا نہ ہو اور لا کر انہیں دیں اور کہہ دیں کہ اب یہ خطبہ پڑھا کریں مثلاً حضرت مدنی علیہ الرحمہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ، خطب مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی ہے پھر اس کو اگر وہ نہیں پڑھتے تو وجہ ترجیح ان سے دریافت کریں۔

صحیح بات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی کہ عربی میں خطبہ سنت متواترہ ومتوارثہ ہے غیر عربی میں بدعت ومکروہ تحریمی ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ہے (آکام النفائس) اس میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شرح المؤطا للدہلوی ج:ص:۔

(۲) کتاب الأذکار ج:ص:۔

(۳) عمدۃ الرعایة بهامش شرح الوقاية ۲۰۰/۱ (فیصل)۔

(۴) البحر الرائق ص: ۱۴۷/۱ (سعید)۔

(۵) بدائع الصنائع ص: ۵۸۹/۱ (زکریا)۔

(۶) الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ص: ۱۴۷ رشیدیۃ۔

جہاں چار ہزار کی آبادی ہو وہاں جمعہ کا حکم

سوال (۲۵۶): اگر کسی جگہ ہندو اور مسلم کی پوری آبادی چار ہزار کو پہونچ جاتی ہے تو اس جگہ جمعہ کی نماز کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز جمعہ کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے اور بڑا گاؤں اس کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت وہاں مل جاتی ہوں قرب وجوار میں اسے بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، دارالقضا یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر شخص ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو ڈاک خانہ وغیرہ ہو یہ شرائط جہاں پائے جاتے ہیں وہاں کی آبادی بالعموم تین چار ہزار کی ہوتی ہے لیکن اصل افراد کی تعداد نہیں بلکہ شرائط کا تحقق ہے لہٰذا آپ کے یہاں اگر شرائط مذکورہ پائے جاتے ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے ورنہ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ (کذا فی الشامی ج ۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تقع فرضاً القصبات، والقرى الكبيرة التي فيها اسواق (الى قوله) لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاضي، ومنبر، وخطيب۔ (شامی باب الجمعۃ ص ۱۳۸ ج:۲، کراچی)

واما القرى فان اراد الصلاة فيها، تغير صحيحة على المذهب۔ (البحر الرائق ص ۲۴۸ ج:۲) رشيدية

ہکذا فی الہدایۃ ص ۶۸ ج:۱ مکتبۃ شرکۃ علمیۃ۔

اردو میں خطبہ کا حکم

سوال (۲۵۷): بعض علاقوں میں جمعہ کا خطبہ عربی کے ساتھ اردو نظم یا نثر پر مشتمل رہتا ہے اردو میں خطبہ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اردو میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہے۔

وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفائے راشدین وہلم جراً ملاحظ کردیم تنقیح آں وجوہ چند چیز است حمد وشہادتین وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ وامر بتقویٰ وتلاوت آیات ودعاء برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ.......... وعربی بودن نیز بجہت عمل مستر در مشارق ومغارب باوجود آں کہ در بسیارے از اقالیم مخاطباں عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا امام مالک مصنفہ شاہ ولی اللہ ج ۲ ص ۱۵۴)

ولا يشترط كونها بالعربية فلو خطب بالفارسية او بغيرها جاز كذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز في حق الصلوٰة بمعنى انه يكفي لاداء الشرطية وتصح بها الصلوٰة لا الجواز بمعنى الاباحة المطلقة فانه لا شك في ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ

والصحابة ؓ فیکون مکروها تحریمًا(۲) و کذا قرأة الاشعار الفارسية والهندية فيها. (عمدة الرعاية بهامش شرح الوقایہ ج ۱ص ۲۰۰) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مصفی شرح مؤطا: ج:۲ص:۱۵۶۔

لم يقيد الخطبة بكونها بالعربية اكتفاء بما قدمه فی باب صفة الصلاة من أنها غير شرط ولو مع القدرة على العربية عنده خلافا لهما حيث شرطاها الإعند العجز. (الدر المختار مع شامی ص ۱۴۷ ج:۱ کراچی)

والرابع الخطبة ولو بالفارسية من قادر على العربية ويشترط لصحة الخطبة فعلها. (حاشیة الطحطاوی ص ۵۰۹ مکتبہ دار الکتاب دیوبند)

لأن النبی۔ صلی اللہ عیه وسلم وأصحابه قد خطبو وإنما بالعربية ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبو اخبطته ولو خطبة غير الجمعة بعير العربية. (مجموعة رسائل اللکنوی ص ۴۴ ج:۴، إدارة القرآن کراچی)۔

قال اللہ تعالیٰ۔ وما أرسلنا من رسول الإ بلسان قومه. (سورة ابراہیم)

وہکذا سورۃ حم السجدہ ص ۳/ ۲۴۷۔

(۲) شرح الوقایہ ص ۲۰۰ ج:۱ مکتبہ تھانوی دار العلوم دیوبند۔

خطبہ ایک دے جمعہ دوسرا پڑھائے کیا حکم ہے؟

سوال (۲۵۸): ایک شخص ہے جو ایک مسجد کا خطیب ہے وہ خطبہ دیتا ہے لیکن جمعہ کی نماز دوسرا آدمی پڑھاتا ہے ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے۔ ونص فی کتب اصحابنا ان

اتحاد الامام والخطيب افضل ولكنه ليس بشرط. (الفتاویٰ البزازیہ بہامش الہندیہ(۱) ج ۲ص ۷۳ رد المحتار ج ۱ص ۵۵۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ البزازیہ بہامش الہندیہ: ص ۷۳/ج:۱ رشیدیہ۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ص ۱۱۔ ۱۰/ج:۳۔ اشرفیہ۔

لو خطب صبی بإذن السلطان وصلى الجمعة رجل بالغ يجوز. (البحر الرائق ص:۱۴۷/ج:۲) سعید۔

أيضاً۔ فی خلاصة الفتاویٰ۔ (ص ۲۰۵/ج:۱) اشرفیہ۔

خطبہ نابالغ نے دیا جمعہ بالغ نے پڑھایا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۵۹): ایک مسجد میں جمعہ ہوتا ہے اتفاق سے ایک جمعہ کو خطیب غائب ہو گئے ایک لڑکے نے خطبہ دیا اور بالغ آدمی نے نماز پڑھائی سوال یہ ہے کہ خطبہ صحیح ہوا یا نہیں اور لوگوں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

خطبہ صحیح ہوگیا اور نماز بھی ہوگئی، خطب صبی وصلی بالغ جاز.

سکب الانہر (۱) ج ۱ص ۱۷۱ کذا فی الفتاویٰ البزازیہ (۲) ج ۱ص ۷۳

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) خطب صبیّ وصلی بالغ جاز. (سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر: ص ۳۵۴/ج:۱) مکتبہ فقیہ الامۃ۔

(۲) صبّی خطب بإذن الإمام وصلی بالناس بالغ جاز۔ (بزازیہ ص۴۹/ج:۱) زکریا جدید نسخہ۔

فإن فعل بأن خطب صبّی بإذن السلطان وصلی بالغ جاز۔ (شامی ص:۴۳/۳) اشرفیہ۔

وقد صرّح فی الخلاصة بإنّه لو خطب صبّی بإذن السلطان وصلی الجمعة رجل بالغ۔ یجوز۔ (البحرالرائق ص:۱۴۷/ج:۲) سعید۔

وفی المنتقی صبّی خطب بإذن السلطان وصلی الجمعة رجل بالغ یجوز۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۰۵/۱) المکتبہ الأشرفیہ۔

جمعہ کے دن سفر شروع کرنے کا حکم

سوال (۲۶۰): جمعہ کے دن سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور کس وقت تک کیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں وہ زوال سے پہلے اور زوال کے بعد کسی بھی جگہ کا سفر کرسکتے ہیں اور جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے وہ زوال سے پہلے اور زوال کے بعد ایسی جگہ کا سفر کرسکتے ہیں جہاں جمعہ ہوتا ہے۔ اور جہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں کا زوال سے پہلے سفر کرسکتے ہیں اور زوال کے بعد سفر کرنا مکروہ ہے۔

والصحیح انه یکره السفر بعد الزوال قبل ان یصلیها ولا یکره قبل الزوال (قال ابن عابدین) اقول السفر غیر قید بل مثله ما اذا اراد الخروج الی موضع لا تجب علی اهله الجمعة کما فی التاتار (۲) خانیه .... وعلله فی شرح المنیة بقوله لعدم وجوبها قبله وتوجه الخطاب بالسعی الیها بعده اه قلت وینبغی ان یستثنیٰ ما اذا کانت تفوته رفقته لو صلاها ولا یمکنه الذهاب وحده (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۱ ص ۵۵۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ج:۳ ص:۴۴) اشرفیہ۔

ہٰکذا فی التاتارخانیہ ج:۲ ص:۵۸۳۔

ہٰکذا فی مجمع الأنہر ج:۱ ص:۲۵۱ فقیہ الامۃ۔

تعدد جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۱): قریہ کبیرہ میں جمعہ بڑی مسجد میں ہوتا ہے، آیا اس گاؤں کی دوسری مسجدوں میں جمعہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی جلال الدین قاسمی کپتان گنج دیوریا

الجواب: حامدًا ومصليًا

دوسری جگہ جمعہ قائم کرنے کا داعی اگر جامع مسجد کی تنگی ہے تب تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر ذاتی اختلاف یا کوئی اور وجہ ہے تو یہ اجتماعیت کے خلاف ہے، پرہیز ضروری ہے اور اگر پہلے ہی سے جامع مسجد کے علاوہ کسی مسجد میں جمعہ ہوتا چلا آرہا ہو تو وہاں بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے اس لئے کہ اس میں فتنہ ہوگا باقی ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقًا علی المذهب الصحیح وعلیه الفتوٰی دفعًا للحرج (درمع التنویر ج۱ ص۵۵۷) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار ص۱۱۰/ج:۱۔ دارالکتاب۔

وتؤدّی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة.... وذکر السرخسی أنه الصحیح من مذهب أبی حنیفة رحمه الله وبه نأخذ الخ۔ (الفتاویٰ الهندیه ص۱۴۵ ج:۱) رشیدیه۔

انّ الصحیح من مذهب أبی حنیفة جواز اقامتها فی مصرٍ واحدٍ فی مسجدین وأكثر وبه تأخذ لاطلاق "لا جمعة إلا فی مصر الخ". (شامی ص:۴۵-۱۴۴/ج:۲) کراچی۔
لا تصحّ الجمعة الا فی مصر الخ. (فتح القدیر ص ۲۲/ج:۲) بیروت۔

کیا جمعہ میں اذانِ اول کو اذانِ ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے؟

سوال (۲۶۲): کیا جمعہ میں اذانِ اول کو اذانِ ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے یعنی اذانِ اول کے بعد تاخیر کرنا درست نہیں ہوگا گرچہ سنت قبلیہ میں کوئی حرج نہ ہو، کھانے پینے کی اجازت اذانِ اول کے بعد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان اول کو اذان ثانی کا درجہ دیدیا گیا ہے مفتیٰ بہ قول یہی ہے، کذا فی الهدایه(۱) والشامی(۳) وفتح القدیر،(۲) لہٰذا اذانِ اول کے بعد سعی للجمعہ ضروری ہے اور ہر وہ عمل جو سعی کے منافی ہو وہ بیع کے حکم میں ہے اور بیع وشراء مکروہ تحریمی ہے لہٰذا جو اس کے حکم میں ہوگا وہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔ کذا فی الدر المختار ورد المحتار تحت قوله ووجب السعی إلیها وترك البیع الخ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) والاصح أن المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به. (ہدایہ ص ۱۷۲/ج:۱ تھانوی)۔

(۲) وروی الحسن عن ابی حنیفةؒ ان المعتبر فی وجوب السعی وحرمة البیع الاذان علی المنارة لأنه لو انتظر الاذان عند المنبر یفوته آداء السنة واستماع الخطبة وربما تفوته الجمعة. (فتح القدیر ج:۲ ص:۳۸، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

(۳) ووجب سعی... وحاصله ان السعی نفسه فرض والواجب كونه فی وقت الاذان الاول.... وترك البیع. آراد به كل عمل ینافی السعی. (الشامی ج:۱ ص:۵۵۲ نعمانیہ دیوبند)۔
ویجب السعی وترك البیع بالاذان الاول. (ہندیہ ج:۱ ص:۱۴۹، رشیدیہ)
ویجب السعی الیها وترك البیع بالاذان الاول وانما اعتبر الاذان الاول لحصول الاعلام به... وهذا القول هو الصحیح فی المذهب وقیل العبرة للاذان الثانی الذی یكون بین یدی المنبر. وهو ضعیف لانه لو اعتبر فی وجوب السعی لم یتمكن من السنة القبلة ومن الاستماع بل ربما یخشی فوات الجمعة. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۵۶، سعید پاکستان)۔

سنن ومستحبات جمعہ کی تحقیق

سوال (۲۶۳): سنن ومستحبات کتب فقہ میں باب جمعہ میں جو شمار کئے گئے ہیں آیا وہ جمعہ کے لئے ہیں یا صلوٰۃ جمعہ کے لئے؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔
المستفتی مولانا محمد کوثر اعظمی کمراداں

الجواب: حامداً ومصلیاً

بعض سنن ومستحبات صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہیں مثلاً تیل لگانا، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، اچھا کپڑا پہننا وغیرہ۔ (کذا فی عالمگیریہ(۱) ج۱ ص۱۴۹) ویستحب لمن حضر لصلوٰة الجمعة ان یدهن ویمس طیبًا ان وجده ویلبس احسن ثیابه ان كان وتستحب الثیاب البیض ویجلس فی الصف الاول. کذا فی الدرایه اور بعض میں اختلاف ہے مثلاً غسل کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے ہے، علامہ زرقانی نے ایک جماعت کا قول یہ نقل کیا ہے کہ غسل یوم جمعہ کے لئے ہے صلوٰۃ جمعہ کے لئے نہیں ہے اور امام مالک وشافعیؒ

وابوحنیفہؒ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یومِ جمعہ کے لئے نہیں۔

وفی السعایة اختلفوا فی ذالك علی قولین الاول انه للیوم وهو قول حسن بن زیاد وبه قال محمد وداؤد ظاهری وهو روایة عن ابی یوسف والدلیل اما عقلًا فهو ان یوم الجمعة سید الایام واشرفها فیسنُّ فیه الغسل اظهارًا للفضیلة واما نقلًا لحدیث غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم والثانی وهو الصحیح عند الجمهور وهو قول ابی یوسف کما فی البدایة وغیره الغسل للصلوٰة لا للیوم الخ. (اوجز المسالک ج ۲ ص ۲۱۶) (۲) بہرحال روایت واقوال فقہاء سے اس غسل کو یوم جمعہ کا غسل قرار دینا راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حدیث ابی قتادة مرفوعًا من اغتسل یوم الجمعة کان فی طهارة الی الجمعة الاخریٰ رواه ابن حبان بلفظ من اغتسل یوم الجمعة لم یزل طاهرًا الی الجمعة الاخریٰ.

(۲) غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم أخرجه مالك والبخاری ومسلم وابن ماجة والنسائی والطحاوی وغیرهم وغیر ذالك من الروایات الکثیرة الصریحة فی الغسل لیوم الجمعة ذکرها فی المطولات کالسعایة وغیره. (اوجزج ۲ ص ۲۱۸)

(۳) فی الدرر والغرر ان غسل العید سنة للیوم لانه یوم السرور والسرور فیه عام فیندب فیه التنظیف بکل قادر علیه صلی ام لا فهٰذه العلة تؤید ان یوم الجمعة ایضا غسلًا اذ هو یوم السرور وعید یعم من صلی ام لم یصل ونظیره غسل عرفة ولیلة القدر ولیلة البرأة وعند الوقوف بمزدلفة وعند دخول منٰی ولدخول المدینة ومکة

تفصیل کے لئے اوجز المسالک ج ۲ ص ۲۱۶ تا ص ۲۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) کذا فی، ہندیہ ص ۱۴۹/ج: ۱، مکتبہ رشیدیہ۔
وکذا فی البحر الرائق ص: ۱۵۷/ج: ۲، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔
وکذا فی الدر المختار مع شامی ص ۱۶۵/ج: ۲، کراچی۔
(۲) اخرجه صاحب اوجز المسالك فی کتاب الجمعة ص۳۶۸ ج:۲ مکتبه مرکز الشیخ ابو الحسن الندوی.

فتنہ کے خوف سے جمعہ پڑھانے کا حکم

سوال (۲۶۴): زید جہاں پڑھاتا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی قریب ساٹھ ۶۰ گھر ہے اور کل آبادی ایک سو پچاس گھر کے قریب اور ضروریاتِ زندگی کے سامان بھی نہیں ملتے لیکن اگر زید جمعہ پڑھانے سے انکار کرتا ہے تو فتنہ کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں زید جمعہ پڑھائے تو پھر ظہر ادا کرے یا جمعہ ہی کافی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کے لئے جائز نہیں کہ جمعہ کی نماز پڑھائے فتنہ کی وجہ سے ناجائز چیز جائز نہیں بن جائے گی، زید کے ذمہ ظہر کی نماز کا پڑھنا لازم وضروری ہے، جمعہ کی نماز کفایت نہیں کرے گی، بخلاف القری لانه لا جمعة علیهم فکان هذا الیوم فی حقهم کغیره من الایام. (۱) (شامی ج ۱ ص ۷۶۶) (۱) الا انهم اذا کانوا فی مقام لا یجوز اقامة الجمعة فیه کالرستاق صلوا الظهر بجماعة کما فی سائر الایام فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ج ۴ ص ۷۶۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بخلاف القرى لأنّه لا جمعة عليهم، مكان هذا اليوم في صفّهم كفيره من الأيّام. (شامی ص:۱۵۷ ج:۲) کراچی۔

(۲) إلّا أنّهم إذا كانوا في مقام لا يجوز اقامة الجمعة فيه كالرستاق صلّوا الظهر بجماعة كما في سائر الأيّام. (بزازیہ علی ہامش الہندیہ ص:۶۷/۴) مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔

فتاویٰ محمودیہ ص ۸/۹۲ ۔مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند۔

گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۵): ماہل تھانہ پوئی کے درمیان میں ایک گاؤں سمجھاڈیہہ پرانا بازار ہے، پرانا بازار سمجھاڈیہہ ماہل سے ۸ کلو میٹر پوئی سے ۴ کلو میٹر ہے جمعہ کی نماز کے لئے ماہل یا پوئی جانا پڑتا ہے کم لوگ جاتے ہیں گرمی اور برسات میں پریشانی ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہی میں قائم کرسکتے ہیں، قریہ صغیرہ (چھوٹے گاؤں) میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرنی ضروری ہے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) وہ کہلاتا ہے جہاں گلی کوچے ہوں بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت حاصل ہوجاتی ہوں، قرب وجوار کے گاؤں والے اپنی ضرورتیں وہیں سے پوری کرتے ہوں، قاضی یا مفتی ہو دارالقضاء یا شرعی پنچایت ہو، آس پاس کے لوگ بڑا گاؤں سمجھتے ہوں وغیرہ، ان تمام شرطوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے اور اگر یہ شرطیں نہیں ہیں تو پھر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ويشترط لصحتها سبعة اشياء: الأوّل المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها وعليه فتوى أكثر الفقهاء. أد فناؤة وهو ما حوله اتصل به لأجل مصالحه. والثاني: السلطان أو نائبه. والثالث: وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا. والرابع: الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح. والخامس: كونها قبلها: والسادس: الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوى الإمام. والسابع: الإذن العام من الإمام. (شامی ص:۲۸ ج:۶) اشرفیہ۔

ولأدائها شرائط في غير المصلي:

منها المصر ومنها: السلطان عادلا كان او جائزاً ومنها: وقت الظهر حتى لو خرج وقت الظهر في خلال الصلوة تفسد الجمعة. ومنها: الخطبة قبلها. حتى لو صلوا بلا خطبة أو خطب قبل الوقت لم يجز. ومنها: الجماعة. وأقلها ثلاثة سوى الإمام. ومنها: الإذن العام وهو تفتح أبواب الجامع، فيؤذن للناس كافة. (الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ ص:۱۰۹_۱۰۵ زکریا)

ويشترط لصحتها ستة اشياء:

المصر او فناؤه سواء مصلى العيد وغيره لأنه بمنزلة المصر في حق حوائج أهله، وتصح إقامة الجمعة في مواضع كثيرة بالمصر و فنائه، وهو قول أبي حنيفة ومحمد في الأصح. والثاني: السلطان أو تائبه والثالث: وقت الظهر. والرابع: الخطبة قبلها والخامس: الإذن العام. والسادس: الجماعة. (حاشیۃ الطحطاوی ص ۵۰۶_۵۱۱، دارالکتاب دیوبند)

أحدهما: المصر: وهذا مذهبنا، روى عن أبي حنيفة ألمصر الجامع ما يجتمع فيه موافق أهلها دينا و دنيا. والثاني: السلطان أو نائبه من الأمير أو القاضي.... الخ. (تاتارخانیۃ ص:۵۴۷_۵۷۷) زکریا۔

ستر گھر کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۶): موضع نانورہ ضلع فیض آباد میں قریب ستر گھر کی آبادی ہے لیکن نہ تو بازار لگتا ہے نہ تو کوئی ضرورت کا سامان ہے، وہاں لوگ جمعہ رائج کئے ہوئے ہیں، اس کی وجہ سے وہ موضع سرکاری کاغذ میں ہنسور کی آبادی میں شمار ہوتا ہے لیکن وہ موضع ہنسور سے ایک میل دوری پر واقع ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس سوال کا جواب تسلی بخش ملے گا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً

موضع نانورہ جب مستقل ایک گاؤں ہے اور وہاں کی آبادی جب مستقل ہے تو نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے وہاں پر تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری (۱) ہے، ہنسور کے تابع کر کے ہنسور کا حکم اس کو نہیں دیا جاسکتا، ویسے ستر ۷۰ گھر کی آبادی سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شرائط جمعہ کا تحقق وہاں نہیں ہوگا، تاہم چند ایسے علمائ سے جن کو فقہ وفتویٰ میں مہارت حاصل ہو اور جزئیات پر نظر ہو، گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد کوئی قطعی فیصلہ کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ قاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویشترط لصحتها سبعة اشیاء:

الأول المصر وهو مالا یسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها وعلیه فتوی أکثر الفقهاء: أو فنائه وهو ما حوله اتصل به الأجل مصالحه. والثانی السلطان أو نائبه والثالث: وقت الظهر فتبطل الجمعة. بخروجه مطلقا. والرابع: الخطبة فیه فلو خطب قبله وصلی فیه لم تصح. والخامس کونها قبلها. والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوی الإمام والسابع الإذن العام من الإمام. (شامی ص:۲۸۔۶ج:۳) اشرفیہ۔

ولأدائها شرائط فی غیر المصل:

منها: المصر ومنها السلطان عادلا کان أو جائراً ومنها وقت الظهر حتی لو خرج وقت الظهر فی خلال الصلوٰة تفسد الجمعة. ومنها الخطبة قبلها حتی لو صلوا بلا خطبة أو خطب قبل الوقت لم یجز ومنها الجماعة، وأقلها ثلاثة سوی الإمام ومنها الإذن العام وهو تفتح أبواب الجامع، فیوذن للناس کافة. (الفتاویٰ الهندیة ص۱۰۹۔ ۱۰۵) زکریا۔

ویشترط لصحتها سبعة اشیاء:

المصر أو فناؤه سواء یصلی العید وغیره لأنه بمنزلة المصر فی حق حوائج أهله، وتصح إقامة الجمعة فی مواضع کثیرة بالمصر وفنائه، وهو قول أبی حنیفة ومحمد فی الأصح. والثانی السلطان أو نائبه والثالث وقت الظهر والرابع الخطبة قبلها والخامس الإذن العام. والسادس الجماعة. (حاشیۃ الطحطاوی ص۵۰۶۔ ۵۱۱، دار الکتاب دیوبند)

أحدها: المصر: وهذا مذهبنا، روی عن أبی حنیفة المصر الجامع ما یجتمع فیه مرافق أهلها دینا و دنیا والثانی السلطان أو نائبه من الأمیر أو القاضی....الخ.

(تاتارخانیہ ص:۷۔۵۴۷۔۵۷۷) زکریا۔

دیہات میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۷): ہمارا موضع "چھتے پور" سرائے میر قصبہ سے تقریباً ۶ میل پچھم واقع ہے اب تک ہمارے موضع میں جمعہ کی نماز ہوتی تھی اب آبادی بڑھ گئی ہے اور خام سڑک جو گاؤں کے پاس سے گزر رہی تھی وہ پختہ ہوگئی ہے اس لئے گاؤں میں بازار بھی لگتا ہے اور تقریباً ہر چیز کی دوکانیں بھی ہوگئی ہیں اور ضرورت کا ہر سامان ملنے لگا ہے کچھ لوگوں نے ایک ہفتہ سے اپنی مرضی کے مطابق یہاں جمعہ پڑھنا شروع کر دیا ہے تاہم گاؤں کے محتاط اور

دیندارلوگ بغیر شرعی فیصلہ کے پڑھنے سے انکار کررہے ہیں اس لئے کہ اکابر ملت وعلماء کرام ہی مشعل راہ ہدایت ہیں ان سے کٹ کر اپنی مرضی سے کوئی طریقہ اختیار کرنا سراسر ضلالت وگمراہی ہ۔لہٰذا مذکورہ بالا مندرجہ ذیل صورت میں یہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت اور مناسب سمجھیں تو گاؤں کا معائنہ فرمالیں تاکہ صحیح صورت حال آپ حضرات کے سامنے آجائے اور پھر جو فیصلہ ہو اس پر متفقہ طور پر عمل کیا جائے اور افتراق بین المسلمین کا جو تخم پڑ کر اگنے والا ہے اس کے شر سے محفوظ رہ کر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ علانیہ کیا جاسکے گاؤں کی موجودہ صورت حال مندرجہ ذیل ہے:

(۱) مردم شماری محتاط اندازے کے مطابق دو ہزار سے متجاوز اعداد شمار میں دوکاندار شامل ہیں۔

(۲) بازار میں موجود افراد تقریباً دو سو زیادہ سے زیادہ ہوتے ہیں جس میں اضافہ اور کمی ہوتی رہتی ہے۔

(۳) گاؤں الحمد للہ خوش حال ہے پختہ مکانات، ٹیوب ویل، ٹریکٹر، موٹر سائیکل وغیرہ کافی تعداد میں ہیں۔

(۴) گاؤں کے دو پورے ہیں درمیان میں مدرسہ اور باغ حد فاصل ہے اعداد وشمار میں دونوں پورے کے حضرات داخل ہیں۔

(۵) بازار سے گاؤں آبادی کے اعتبار سے اب متصل ہوگیا ہے نئے مکانات تعمیر ہوجانے کے سبب بازار سے مکانوں کا اتصال ہوگیا ہے۔

(۶) گاؤں کے بازار سے متصل ایک گاؤں بلہری ہے جس کی آبادی تقریباً پندرہ سو سے متجاوز ہے، مسلم صرف ۲/۳ گھر ہیں باقی غیر مسلم ہیں نئے مکانات اور دوکانوں کی تعمیر سے اس کا بھی اتصال بازار سے ہوگیا ہے۔

(۷) بازار میں دوکانوں کے علاوہ بینک بھی ہے پوسٹ آفس فی الحال نہیں ہے۔

(۸) گاؤں میں پانچ مسجدیں ہیں الحمد للہ ہر ایک میں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی

ہے اور ایک صف کا اوسط ہر مسجد میں نمازیوں کا ہوتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ کی رفتار ترقی نے بہت تیزی سے بہت سی جگہ نمایاں تبدیلی پیدا کردی ہے چندسال قبل جن چیزوں کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا تھا آج وہ وجود میں آکر آنکھوں کو خیرہ کررہی ہیں جس کی وجہ سے چندسال قبل جہاں جواز جمعہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا آج وہاں جواز وجوب سے بدل چکا ہے البتہ اتنی بات قابل لحاظ ہے کہ کبھی بھی کوئی فیصلہ جذبات میں آکر نہیں کرنا چاہئے یہ دانشمندی کے خلاف ہے خاص کر دینی اور اجتماعی امور میں سے اس کے اثرات انتہائی خطرناک صورت اختیار کرتے ہیں اس لئے ایسے موقعہ پر ان علماء حق کی رہبری حاصل کرنی ضروری ہے جن کو خدا نے بطریق مطلوب اپنی خاص صفت (علم) کے ساتھ متصف کیا ہے۔

جواز جمعہ کے سلسلے میں حضرات فقہاء کرام کی تفصیلات جو کتب فقہ میں بسط کے ساتھ مذکور ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز جائز ہونے کے لئے مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہونا ضروری ہے اور قریہ کبیرہ وہ گاؤں ہے جس میں گلی کوچے ہوں روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت وہاں حاصل ہوتی ہوں قرب وجوار کے چھوٹے گاؤں والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں جوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو آبادی کے اعتبار سے بھی بڑا گاؤں معلوم ہوتا ہو وہاں شرعی پنچایت یا مفتی یا کوئی ایسا بااثر شخص ہو جو روزمرہ کے معمولی جھگڑوں کا فیصلہ کرسکتا ہو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو (ڈاکخانہ) وغیرہ ہو۔ (شامی)

اصل ان شرائط کا تحقق ہے افراد کی تعداد نہیں یہ امر آخر ہے کہ جہاں یہ شرائط پائے جائیں گے وہاں کی آبادی دو ڈھائی ہزار کی ضرور ہوگی یا جہاں ڈھائی تین ہزار افراد ہوں گے وہاں مذکورہ بالا شرائط ضرور پائے جائیں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ جہاں جواز وعدم جواز جمعہ مشتبہ ہو وہاں کے حضرات خود رائی وخود بینی کے بجائے چند ایسے علماء حقہ کی بینی کا اعتبار کریں جن کو فقہ وفتاویٰ سے مناسبت ہو یا اس میں مہارت ہو اور اسی پر عمل کیا جائے۔

ہم لوگوں نے چھتے پور کا معائنہ کیا وہاں شرائط مذکورہ پائے جارہے ہیں لہٰذا چھتے پور والوں پر اب جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ آپس کے مشورہ سے کسی ایسی مسجد کا انتخاب کرلیا جائے جس میں سارے نمازی بیک وقت جمعہ کی نماز پڑھ سکیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب صحیح

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

یہ ناکارہ محمد حنیف بھی آبادی کے معائنہ میں مفتی صاحب مدظلہ کے ہمراہ شریک معائنہ تھا میری رائے بھی وہی ہے جو جناب مفتی صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔

محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أوفی مصلی المصر.... والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود.... انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (هدایه: ج:۱ ص:۱۶۸ تهانوی)۔

منها المصر۔ والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵ رشیدیه پاکستان)۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ: ج:۲ص:۵۴۷۔(زکریا)۔

ویشترط لصحتها سبعة أشیاء۔ الاوّل: المصر، وهو مالا یسع اکبر مساجده أهله المکلفین لها وعلیه فتوی اکثر الفقهاء۔ (ردالمحتار ج:۲، ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید، پاکستان)۔

البحرالرائق ص:۲/۱۴۰۔ایچ ایم سعید۔پاکستان۔

بعد نماز جمعہ و فجر و عصر صلوٰۃ وسلام ومصافحہ کا حکم

سوال (۲۶۷): ایک استفتاء مع جواب پیشِ خدمت ہے یہ استفتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے کیا گیا تھا اور وہاں کے مفتی نے ذیل کا جواب دیا تھا، آپ سے گذارش ہے کہ وہ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں کتنا درست ہے؟ مطلع فرمائیں۔

بعد نماز جمعہ سلام پڑھا جاتا ہے۔ ۲؎ بعد نماز فجر و بعد نماز عصر امام اور مقتدی مصافحہ کرتے ہیں؟ کیسا ہے؟

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے مفتی کا جواب تھا۔

الجواب: اللہ عزوجل نے ہمیں درود وسلام پڑھنے کا مطلق حکم فرمایا ہے جو کسی وقت اور کسی ہیئت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ہم جس وقت اور جس ہیئت کے ساتھ درود وسلام پڑھیں وہ اسی حکم کی تعمیل ہوگی، اصول فقہ کا مسلم قاعدہ ہے: ''حکم المطلق الأتی بأی فرد کان آتیا للمامور به الخ'' حکم مطلق یہ ہے کہ اسکے جس فرد کو بھی ادا کیا جائے وہ مامور بہ کی ادائیگی ہوگی، اور آج کل جو لوگ عام طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ بعد نماز فجر یا بعد نماز عصر کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا ثابت نہیں ہے اس لئے بدعت ہے، یہ حدیث کا رد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من سن فی الاسلام سنة حسنة'' جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی ہو، اس سے ثابت ہوا کہ اچھا طریقہ ایجاد کرنا باعثِ ثواب اور اس پر عمل کرنا بھی ثواب ہے۔ اور ایجاد اسی وقت ہوگی جبکہ پہلے سے وہ طریقہ رائج نہ ہو، اس میں کہنا کہ چونکہ یہ کام حضور ﷺ نے نہیں کیا اس لئے بدعت وحرام ہے، اس حدیث کا رد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مصافحہ مطلقاً جائز ومشروع ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو حضور ﷺ مجھ سے مصافحہ فرماتے، ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں

گھر میں نہ تھا جب آیا خبر پائی تو حاضر ہوا، حضور ﷺ نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا اور بالالتزام بعد نماز فجر وعصر بلا شبہ مباح ہے کسی وقت کی تعین وتخصیص باعثِ حرمت نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اشرفیہ مبارکپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

جواب (۱) الف- بعد نماز جمعہ سلام پڑھنا خلافِ سنت وبدعت ہے، حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کو آپ ﷺ سے جتنا لگاؤ تھا وہ ہر مسلمان جانتا ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے کسی سے اس طرح سلام پڑھنا ثابت نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں شور وشغب سے منع فرمایا ہے خاص کر جب لوگ نماز میں مشغول ہوں ''وایاکم وھیشات الاسواق'' (ترمذی شریف) (۱) اور صلوٰۃ وسلام والے اتنا شور مچاتے ہیں کہ لوگوں کو سنت ونفل پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشاہد ہے، حدیث من سن فی الاسلام سنة حسنة (۲) الخ سے استدلال مولوی مبارکپوری کی کم علمی اور کج فہمی پر دلالت کرتا ہے'' واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم''۔

(ب) اس میں شک نہیں کہ مصافحہ فی نفسہ سنت ہے، لیکن عصر وفجر کے بعد کی تخصیص اور التزام نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ وائمہ متبوعین سے اسی وجہ سے امام نووی فرماتے ہیں، (جو مسلم شریف کے شارح ہیں) ''واما ما اعتقده النّاس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا أصل له فی الشرع علی هذا الوجه'' (۳) یعنی فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ جس کے لوگ عادی ہیں اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''انه تکره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بکل حال لانه الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض'' (۴) (۵/۲۴۴) یعنی نماز کے بعد مصافحہ مکروہ ہے اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا، اور یہ روافض

کا طریقہ ہے۔ یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا حافظ ابن حجر جیسے جلیل القدر محدثؒ فرماتے ہیں (۵) ''أنها بدعة مکروهة، لا اصل لها فی الشرع، انه ینبه فاعلها اولًا ویعزّر ثانیًا'' یعنی عصر وفجر کے بعد مصافحہ بدعت مکروہ ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں اگر کوئی پہلی مرتبہ ایسا کرے تو اس کو تنبیہ کیا جائے اگر مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوبارہ کرنے پر اس کی تعزیر کی جائے اسی انداز کی بات ابن الحاج مالکی نے لکھا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت سے فجر وعصر کے بعد مصافحہ کے التزام پر استدلال کرنا انتہائی لغو ہے، اور مولانا مبارکپوری کی جہالت کی قلعی اس سے کھلتی ہے: ''اللھم اھدنا الصراط المستقیم''۔

التعلیق والتخریج

(۱) (ترمذی شریف: ج:۱ص:۵۳۔ بلال۔ دیوبند۔

(۲) مسلم ج:۱ص:۳۲۷۔ فیصل پبلیکشنز دیوبند۔

(۳) وأما ما اعتقده الناس الخ. (الاذکار المنتخبة منکلام سید الابرار ﷺ لإمام النووی: ۲۳۷۔ دار الکتاب العربیه، بیروت۔

(۴) شامی: ج:۶/ص:۳۸۱۔ ایچ ایم سعید۔ پاکستان۔

(۵) انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع۔ انه بینبه فاعلها أولاً ویعزر ثانیاً۔ (شامی ج:۶ص:۳۸۱)۔ ایچ ایم سعید۔

ایک شہر یا گاؤں میں متعدد مسجد بنانے کا حکم

سوال (۲۶۹): ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کتنی ہونی چاہئے، بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کا مارا ہوا پتھر جتنی دور پہونچ جائے ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کم از کم اتنا ہونا چاہئے کیا اس قول کی نسبت صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اس قول کے بارے میں ناکارہ کو اس کی تحقیق نہیں کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا ہے یا نہیں البتہ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک دوسرا قول صاحب تفسیرات احمدیہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: ”عن عطاء لما فتح الله الامصار علی عمر رضی الله عنه امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبهٗ“ (۳۱۲، کشاف: ۱/ ۴۰۸) (۱)

یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ نے ہر آبادی میں تعمیر مسجد کا حکم نافذ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کر دی کہ کسی ایک شہر میں دو ایسی مسجدیں نہ ہوں کہ ایک دوسرے کے لئے ضرر رساں ہوں، اس لئے ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانا ممنوع ہے الا یہ کہ محلہ کی آبادی اتنی دور میں پھیلی ہوئی ہو کہ دوسرے کنارے کے لوگ نہ پہنچ سکیں یا پہلی مسجد تنگ ہو جائے اور اس کی توسیع کی گنجائش نہ ہو (جگہ کے اعتبار سے) یا ایک مسجد میں اجتماع سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو ان اعذار کے تحت ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بغیر عذر شرعی کے بلا ضرورت ایک ہی محلہ میں چند مساجد بنانا انتشار وتشتت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے اسی وجہ سے اسلاف ایسی مسجدوں میں نماز پڑھنا پسند نہیں فرماتے تھے جن میں مسجد ضرار کی ذرہ برابر بھی بو آجاتی تھی اور اسی وجہ سے وہ نماز پڑھنے میں پرانی اور قدیم مسجد کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ مختلف علماء نے ان امور کی طرف جابجا اشارہ بھی فرمایا ہے: ”کل مسجد بنی مباهاة أو ریاءً أو لغرض سواء ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد ضرار الخ“ (مدارک علی الخازن: ۲/ ۲۶۵ وتفسیرات احمدیہ: ۳۱۲) (۲)

یعنی جو مسجد ڈھنگ اور ریاکاری نام ونمود یا کسی اور غرض فاسد کے لئے بنائی جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہ ہو یا مسجد ناپاک مال سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار میں شامل ہے۔ اسی طرح ملاجیونؒ فرماتے ہیں: ”فالعجب من المشائخین

المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیة مساجد طلبا للاسم والرسم استعلاءً بشأنهم واقتداءً بأبائهم ولم یتاملوا ما فی هذه الآیة والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم“ (تفسیرات احمدیہ: ۳۱۲) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (تفسیرات احمدیہ: ۳۱۲)۔ المکتبہ الاشرفیہ دیوبند۔

(۲) کل مسجد بنی مباهاة الخ۔ (تفسیرات احمدیه: ۳۱۲)۔

(۳) فالعجب من المستائخین الخ۔ (تفسیرات احمدیه ۳۱۲)۔

گاؤں میں جمعہ کا مسئلہ

سوال (۲۷۰): موضع کچھی پور میں نمبر شماری کے اعتبار سے ۱۱/ ۱۲ سو افراد کی آبادی ہے اس گاؤں میں پکی سڑکیں نہیں ہیں البتہ چھوٹی چھوٹی دو تین دکانیں چائے، پان کی موجود ہیں پکے مکانات کی تعداد بہت زیادہ ہے ڈاکخانہ موجود نہیں ہے ایک ادارہ بھی چل رہا ہے۔ جمعہ کی نماز تاہنوز گاؤں میں ہوتی ہے۔ ایا اس موضع میں عندالاحناف جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں کیا حنفیوں کا مسلک شوافع کے اعتبار سے جمعہ پڑھنا صحیح ہوگا؟ جواب بالدلیل مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے جو شرائط (۱) ہیں کچھی پور میں موجود نہیں جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے حنفی مسلک کے اعتبار سے کچھی پور میں جمعہ کی نماز درست نہیں بلکہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر ۔۔۔۔ والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهذا عن أبی یوسف وعنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (هدایه ج:۱ ص:۱۶۸ تھانوی)۔

منها المصر والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵ رشیدیه پاکستان۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج:۲ ص:۵۴۷۔ (زکریا)۔

ویشترط لصحتها سبعة اشیاء۔

الأول: المصر وهو مالا یسع اکبر مساجده أهله المکلفین لها وعلیه فتوی اکثر الفقهاء۔

عنابی حنیفة رحمه الله أنه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها وساتیق وفیها والٍ یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هوا لاصح۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۲ ص:۱۳۷)۔ ایچ ایم سعید پاکستان۔

البحر الرائق ج:۲ ص:۱۴۰۔ ایچ ایم سعید۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے شرائط

سوال (۲۷۱): نماز جمعہ کس جگہ ادا کی جاسکتی ہے اور کن کن شرطوں کے پائے جانے سے نماز جمعہ واجب ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روزمرّہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں قرب وجوار والے اپنی

ضرورت وہاں آکر پوری کرتے ہوں، جوار میں اُس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو وہاں کوئی ایسا با اثر آدمی ہو جو روزمرہ کے معمولی جھگڑے نمٹا سکتا ہو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو ڈاک خانہ وغیرہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء جن کو فقہ وفتویٰ سے مناسبت ہو لا کر گاؤں کا معائنہ کرائیں اور اس کے بعد ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ونظمها بعضهم: حر صحیح بالبلوغ مذکر مقیم وذو عقل لشرط وجوبها ومصر وسلطان ووقت وخطبة واذن کذا جمع لشرط ادائها۔ (شامی: ج:۲، ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید)۔

(۱) تجب الجمعة علی کل مکلفٍ (بالغ عاقل) حر، ذکر، مقیم غیر مسافر، بلا مرض ونحوه من الأعذار۔

شروط صحة الجمعة۔

منها۔ وقت الظهر۔ الجماعة۔ البلد۔ أی کونها فی مصر جامع أو فی مصلی المصر۔ وهو کل موضع له أمیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ منها کون الأمیر أو نائبه هو الامام والإذن العام من الامام بفتح ابواب الجامع للواردین علیه۔ (الفقه الاسلامیه وادلته)۔ (ج۲ ص:۱۲۸۵۔۱۲۹۱) دار الفکر۔

جمعہ میں تقریر سے سنت پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے کیا حکم ہے

سوال (۲۷۲): جمعہ کے روز قبل نماز وخطبہ کے ممبر پر بیٹھ کر بیان کرنا جب کہ آنے والے حضرات کو سنتیں پڑھنے میں خلل پڑتا ہے تو کیا اس طرح قبل خطبہ کے بیان کرنا پھر خطبہ پڑھنا درست ہے جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ گھر میں (۱) ادا کی جائیں حضور اکرم ﷺ کا معمول بھی یہی تھا اسی وجہ سے فقہاء نے بھی اسی کو افضل لکھا ہے اور اگر مسجد ہی میں سنت ادا کرنی ہو تو پھر حکم یہ ہے کہ خارج مسجد کسی کونے میں ادا کی جائے۔

گو امام صاحب کو چاہئے کہ خطبہ سے پانچ منٹ قبل بیان ختم کردیں اور اعلان کردیں کہ جن حضرات نے سنت نہیں پڑھی ہے پڑھ لیں اور اس ضابطہ کا اعلان متعدد جمعوں میں کردیں کہ آنے والے حضرات سنت میں مشغول نہ ہوں خطبہ سے قبل پانچ منٹ کا وقت سنت کے لئے دیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی
۲۱/۵/۱۴۱۱ھ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتّخذوا قبوراً۔ (بخاری شریف ص۱۵۸ ج:۱)۔ یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عن النبی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال أفضل صلاتکم فی بیوتکم إلّا المکتوبة۔ (ترمذی شریف ص۱۰۲ ج:۱) مکتبہ بلال۔

والأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل إلّا لخوف شغل عنها تحته فی الشامیّة: لحدیث الصحیحین "علیکم الصلاة فی بیوتکم فإنّ خیر صلاة المرأ فی بیته إلّا المکتوبة وأطرح أبوداؤد "صلاة الرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی هذا إلّا المکتوبة۔ وتمامه فی شرح المنبة وحیث کان هذا أفضل یراعی مالم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب بیته۔ أو کان فی بیته ما یشغل باله ویقلل خشوعه،

فیصلّیها۔ حینئذ فی المسجد، لأنّ اعتبار الخشوع أرجع۔ (شامی ص:۲۲/ج:۱) کراچی۔
وفی فتاویٰ محمودیہ ص:۲۴۹۔۲۵۱/ج:۸۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

جامع مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۲۷۳): اگر کسی قصبہ کی جامع مسجد قصبہ کے درمیان واقع ہو اور اتنی وسیع ہو کہ پورے مسلمان بیک وقت اکٹھا ہو کر نماز جمعہ ادا کرلیں پھر بھی جگہ پُر نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں بھی قصبہ کی کسی دوسری چھوٹی مسجد میں دوسری نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے؟ جبکہ مسلک کے اعتبار سے بھی کوئی اختلاف نہ ہو۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

کوئی ایسا قوی عذر ضرور رہوگا جس کی وجہ سے جامع مسجد کو چھوڑ کر چھوٹی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم کی گئی ہوگی؟ مسلک کے اعتبار سے تو رضاخانی اور دیوبندی بھی ایک ہیں اس لئے کہ دونوں امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں۔ تفصیل کے بعد ہی جواب دیا جاسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دوسو گھر کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۴): مہاراشٹر ضلع ناسک میں ایک گاؤں ہے جو کہ موسوم ہے ایرنڈ گاؤں سے آیا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک زمانہ سے جمعہ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے گاؤں کی کیفیت حسبِ ذیل ہے:

گاؤں لب روڈ ہے مکمل آبادی تقریباً دوسو گھر کی ہے اور مسلم آبادی فقط ۳۵،۴۰ گھر کی ہے گاؤں میں پوسٹ آفس گرام پنچایت آفس پرائمری اور ہائی اسکول چھوٹی چھوٹی ۶-۷ کرانہ کی دوکانیں تین چائے کے ہوٹل ۳ سائیکل مرمت کی دوکانیں ۳-۴ سیلون دو پان کی دوکانیں اور ۶-۷ ٹیلر ہیں، مسجد بہت ہی چھوٹی ہے جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے اوسطاً پنج وقتہ نمازوں میں ۴-۵ نمازی آتے ہیں ایک قصبہ بنام "ایولہ" یہاں سے ۹ کلو میٹر کی دوری پر ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

(۱) قریہ میں صحت جمعہ کے لئے اس کا کبیرہ ہونا ضروری ہے، اور کبیرہ اس وقت ہوگا جب درج ذیل امور پائے جاتے ہوں "القرية الكبيرة التي فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم الخ" (ردالمحتار: ا، کتاب الجمعہ) (۱)

لیکن بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء سے اس قریہ کا معائنہ کروالیں جن کو فقہ وفتاویٰ سے مناسبت ہو اور پھر ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ردالمحتار ص: ۱۳۷/ج: ۲۔ ایچ ایم سعید۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر..... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاضٍ ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وهذا عن ابی يوسف۔ وعنه۔ أنهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجدهم لم يسعهم۔ (هدايه: ص:۱۶۷) تھانوی۔

البحر الرائق ص: ۱۴۰/ج: ۲۔ ایچ ایم سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۵۴۷/ج: ۲۔ (زکریا)۔

چارسو نمازی والی مسجد میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۵): قصبہ سرائے میرے سے کوئی ۶/۷ کلو میٹر دور ایک موضع ڈمری مخدوم پورہ ہے جس کا میں باشندہ ہوں ہمارے یہاں ایک جامع مسجد بھی ہے جہاں زائد از ۷۵ سال سے نماز جمعہ ہوتی آئی ہے یہاں کوئی ۵۰ سال قدیم ایک عیدگاہ بھی ہے جہاں دوگانہ ہوتا ہے اور قرب وجوار کے مسلمان بھی شرکت کرتے ہیں کوئی ۴۰۰ کا مجمع ہوجاتا ہے۔

ہمارے یہاں کے بعض نئی تعلیم کے لوگ گاؤں کی عیدگاہ میں دوگانہ اور جامع مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے وہ یا تو قصبہ سرائے میر چلے جاتے ہیں یا پڑوس کے گاؤں سکرورسہبری کی بازار میں چلے جاتے ہیں سکرورسہبری کی بازار میں چند سال ہوا ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے جہاں نماز جمعہ قائم کی گئی ہے، سکرورسہبری گاؤں کی سرحد ہمارے گاؤں سے ملی ہوئی ہے یہ لوگ اگر سکرورسہبری یا سرائے میر نہیں جاسکتے ہیں تو اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جمعہ میں شریک نہیں ہوتے، بعد میں نماز ظہر پڑھتے ہیں چنانچہ سوال یہ ہے کہ:

کیا ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں نماز جمعہ درست نہیں ہے؟ جو لوگ اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں ان کو چھوڑیئے جو لوگ موجود ہیں اور سالہا سال سے جمعہ پڑھتے آئے ہیں وہ

اکارت گیا ان کی نماز ظہر قضاء ہوئی وہ کیا کریں؟ اور اگر جمعہ جائز ہے تو جو لوگ جمعہ کے بجائے ظہر پڑھتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

کیا ہمارے موضع کی عیدگاہ میں دوگانہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو کیا عیدگاہ کو بند کر دیا جائے رہنمائی کریں۔

ڈاکٹر محمد فضل رب

موضع ڈمری مخدوم پور ڈاکخانہ سکرور ضلع اعظم گڈھ

الجواب: حامدًا ومصليًا

آپ اپنے گاؤں کا چند ایسے علماء کو بلوا کر معائنہ کروادیں جن کو فقہ وفتاوی سے مناسبت ہو معائنہ کے بعد وہ جو فیصلہ کریں اس کے مطابق عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

چار ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۶): اگر کسی جگہ ہندو و مسلم کی پوری آبادی چار ہزار کو پہنچ جاتی ہے تو اس جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز جمعہ کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے، اور بڑا گاؤں اس کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں، اور روز مرہ کی ضرورت کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، اور قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، دار القضاء یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر شخص ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاک خانہ وغیرہ ہو، یہ شرائط جہاں پائے جاتے ہیں وہاں کی آبادی بالعموم تین ہزار کی ہوتی ہے لیکن اصل افراد کی تعداد نہیں بلکہ شرائط کا تحقق ہے، لہٰذا آپ کے یہاں اگر

شرائط مذکورہ پائے جاتے ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ ظہر کی نماز کی جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ کذا فی الشامی جلد ثانی

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابی حنیفه رحمه الله أنه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها ساتيق وفيها والٍ يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح. (رد المحتار ج:۲ ص:۱۳۷) ایچ ایم سعید۔

امداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۶۷۵۔ (زکریا)۔

البحر الرائق ص:۱۴۰ ج:۲۔ ایچ ایم سعید۔ کراچی۔

بدائع الصنائع ص:۵۸۵ ج:۱۔ زکریا دیوبند۔

ڈھائی ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۷): زید کی بستی تقریبا دو ڈھائی ہزار آبادی کی ہے دیہات ہے قصبہ نہیں ہے اور اس بستی کے اندر جمعہ اور عیدین کی نماز ایک عرصہ سے ہوتی چلی آئی ہے ایسی بستی میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں اس بستی میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز پڑھنے والا قابل ملامت سمجھا جائے گا یا نہ پڑھنے والا نیز جمعہ کی نماز وعیدین کی نماز کے وجوب ادا کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟ ان سب شرائط کو مع تعریف کے بحوالہ کتب تحریر فرمائیں اور آبادی کتنی ہونی چاہئے وضاحتی جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کی نماز کے جائز ہونے کے لئے مصر، یعنی شہر، یا قصبہ، (۱) یا قریہ کبیرہ، یعنی بڑا

گاؤں ہونا ضروری ہے، قریہ کبیرہ ہر اس گاؤں کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں اور روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، (۲) قرب وجوار والے بھی اپنی یومیہ ضرورتوں کو وہیں سے آ کر پوری کرتے ہوں، قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، دارالقضاء یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر آدمی ہو جو روز مرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے نمٹا سکتا ہو، مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاکخانہ وغیرہ ہو، جہاں ساری شرطیں پائی جائیں گی وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ہوگی لیکن افراد کی تعداد اصل نہیں، بلکہ یہ شرائط اصل ہیں، لہٰذا اگر شرائط متحقق ہوں تو وہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا درست ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ اور اگر یہ شرائط نہ پائے جائیں تو وہاں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا درست نہیں بلکہ پڑھنے والے گنہگار ہوں گے، جو لوگ نہیں پڑھتے وہ قابل ملامت نہیں، نیز ایسی جگہ پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز جماعت واذان کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ہکذا فی الشامی مفصلاً۔

نوٹ: بہتر یہ ہے کہ دو چار ایسے علماء کو جن کو فقہ وفتاویٰ میں مہارت ہو ان کو بلا کر گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) وشرط ادائها المصر أي شرط صحتها أن تؤدى فيها مصر حتى لا تصح في قرية ولامفازة۔ (البحر الرائق ص:۱۴۰ ج:۲) ایچ ایم سعید۔

(۲) تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۵۵۴ ج:۲) زکریا۔ (در المختار) ج:۲ ص:۱۳۸۔ سعید۔

وعن ابي عبدالله البلخي أنه قال: أحسن ما قيل فيه إذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجد هو لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد المجمعة۔ فهذا

مصر تقام فيه الجمعة۔

وقال سفيان الثوري المصر الجامع ما يعده الناس مصراً عند ذكر الامصار المطلقة۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۵۸۴) زکریا۔

فتاویٰ دارالعلوم ج:۵ ص:۵۸۔ مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۸): ایسے گاؤں میں جس کی آبادی تین ہزار ہو اور کوئی دوکان وغیرہ نہیں ہے جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی صحت کے لئے شہر، یا قصبہ، یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت اس سے پوری کرتے ہوں، قرب وجوار والے اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، کوئی مفتی یا قاضی یا کوئی ایسا با اثر شخص ہو جو چھوٹے موٹے نزاعی معاملات میں فیصلہ کرسکتا ہو ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکتا ہو۔

اصل ان شرائط کا تحقق ہے اور جہاں یہ تمام شرائط پائے جائیں گے وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ضرور ہوگی، لہٰذا دیکھا جائے کہ شرائط پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر شرائط متحقق ہوں تو جمعہ درست ہے ورنہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) وشرط أدائها المصر وهو كل موضع له أمير وقاضٍ ينفذ الاحكام ويقيم الحدود أو مصلا۔ (کنز الدقائق ص:۴۳، کتب خانہ، رشیدیہ، دھلی)

لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر و خطیبٍ۔ (رد المحتار ج:۲ ص:۱۳۸۔ ایچ ایم سعید۔

فتاویٰ محمودیہ ص:۱۳۷/ ج:۸۔

کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤھا فی فناء المصر وھو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر۔

ومن کان مقیما لموضع بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعی لا جمعة علی أھل ذلك الموضع وان کان النداء یبلغھم۔ (ھندیہ ص:۱۴۵ ج:۱، رشیدیہ)

جمعہ کا ایک مسئلہ

سوال (۲۷۹): ہمارے یہاں تقریبا نوے سال سے جمعہ ہو رہا ہے جہاں کی آبادی سترہ سو ہے آپ ہی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ جمعہ جائز نہیں ہے اور قریہ مسئولہ عنہا میں قرب جوار کے لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے آتے ہیں اگر جمعہ بند کر دیا جائے تو قریہ کے لوگ اور قرب وجوار کے لوگ سال گذر جائے نماز جمعہ ہفتہ میں دو رکعت پڑھ لیتے تھے وہ بھی بند کر دیں گے اور مذکورہ قریہ میں عیدین کی نماز بھی تقریباً نوے سال سے ہو رہی ہے اور قریہ مسئولہ عنہا کے متصل ایک قریہ ہے جس کے اندر کوئی مسجد بھی نہیں ہے وہاں کے لوگ قریہ مسئولہ عنہا میں وقتیہ نماز ادا کرنے کے لئے آتے ہیں اور جمعہ قریہ مسئولہ عنہا ہی میں پڑھتے ہیں اگر اس کی آبادی کو ملا دی جائے تو تقریبا تین ہزار کی آبادی ہو جائے گی جمعہ کے لئے کتنی شرطیں ہیں اور ان میں کتنی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟

پہلا جمعہ کس جگہ ہوا اور وہاں کی آبادی کتنی تھی اور کس سن میں ہوا تھا اور کس مصلحت کے تحت ہوا تھا جمعہ کا ثبوت کہاں سے ہے اور دو اماموں کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟

اگر کسی کے سامنے منکر کام ہو رہا ہو یا شریعت کے خلاف کوئی بھی کام ہو رہا ہو جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ہے اور اگر کوئی آدمی اس کو روکنا چاہے تو لوگ اس سے خفا

ہو جا رہے ہیں اگر وہ لوگوں کی رضا چاہے تو خود بھی بچ نہیں سکتا تو اس صورت میں لوگوں کی رضا طلب کرے گا یا شریعت کے احکام کو محفوظ رکھے؟ مفصل جو ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں بالدلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

جمعہ کے جواز وصحت کے لئے شہر، یا قصبہ، یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں اور وہاں کے لوگ وہیں سے اپنی روزمرہ کی ضرورت بہ سہولت پوری کرتے ہوں، نیز قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو وہاں قاضی یا مفتی یا ذی اثر شخص ہو جو روزمرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے کا فیصلہ کر سکتا ہو، اور مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاک خانہ وغیرہ ہو اصل ان شرائط کا تحقق ہے افراد کی تعداد نہیں لیکن جہاں یہ شرائط پائے جاتے ہوں، وہاں کی آبادی یقیناً تین چار ہزار کی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ ایسے چند علماء جن کو فقہ فتاوی میں مہارت حاصل ہو ان سے گاؤں کا معائنہ کرالیں پھر ان کے فیصلہ پر عمل کریں علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ جہاں جمعہ کے شرائط مفقود ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، صورت مسئولہ میں لوگوں نے نوے سال سے حرام کام کا ارتکاب کیا ہے چہ جائے کہ جواز کی گنجائش ہو آئندہ احتیاط لازم ہے۔ (شامی: ۱/ ۵۵۵)

(۱) جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں مصر ہو یا فناء مصر ہو۔

(۲) بادشاہ یا اس کا نائب ہو۔

(۳) ظہر کی نماز کا وقت ہو۔

(۴) خطبہ۔

(۵) خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا بلا فصل کے۔

(۶) جماعت۔

(۷) اذن عام ان سات شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ (شامی: باب الجمعہ جلد ۱) (۱)

اہل تفسیر واہل سیر جو روایات حدیث نقل فرماتے ہیں ان میں صراحت کے ساتھ منقول ہے: ’’فمرّ علی بن سالم فصلی فیھم الجمعة ببنی سالم وھو المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت اول جمعة صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘۔(۲)

یعنی اول جمعہ جو آپ کو پڑھنے کی نوبت آئی وہ بنی سالم میں تھا، اور بنی سالم متعلقات مدینہ میں سے ہے کوئی مستقل قریہ نہیں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اول جمعہ مصر کی آبادی میں ہوئی، جمعہ ہجرت سے قبل فرض ہو چکا تھا مگر ادائیگی بعد الہجرت ہوئی مصلحت خداوندی سے ہوا جمعہ کا ثبوت قرآن احادیث اجماع سے ہے، دو اماموں کی اقتداء درست ہے بشرطیکہ ان کے شرائط کے ساتھ ہو جس کی تصریح حضرات فقہاء نے کی ہے۔

’’بقوله تعالیٰ کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر الخ وقال النبی ﷺ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه وذلك أضعف الایمان نقله اصحاب صحاح سته‘‘۔(۳)

قرآن وحدیث کی روشنی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر منکر بات دیکھی جائے تو اگر استعداد حاصل ہے ہاتھ سے منع کرنے کی تو ہاتھ سے روک دے، ورنہ زبان سے روکے اور اگر زبان سے نہیں روک سکتا ہے تو تیسرے درجہ پر عمل کرے یعنی دل میں برا جانے صورت مسئولہ میں گر فتنہ وفساد کا خطرہ ہے تو دل میں برا جانے اس پر عمل کرنا لازم ہے احکام خداوندی سے مقابلہ میں لوگوں کی رضاء کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ رضاء مولیٰ مقدم رکھا جائے گا جیسا کہ آیت وحدیث سے ظاہر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

منھا المصر، والمصر فی ظاھر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔ (ھندیه ج:۱ص:۱۴۵) رشیدیه پاکستان۔

(۱) وکذا تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق۔ (در المختار ج:۲ص:۱۳۸) ایچ ایم سعید۔

(۳) ؛بقوله تعالیٰ کنتم خیر أمة الخ۔ (سورۂ آل عمران آیت: ۱۱۰)
وقال النبی صلی اللہ علیه وسلم۔ من رای منکم منکراً الخ۔ (ترمذی شریف ج:۲ص::۴۰۔ بلال دیوبند۔

(۲) فمر علی بن سالو فصلی فیھم الجمعة ببنی سالم وھو المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت أول جمعة صلاھا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیه وسلم۔ (عمدة القاری ص۳۶۱ ج:۱)۔ زکریا (أول ما قدم المدینة)۔

ایک گاؤں میں اسی سال سے جمعہ ہو رہا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۰): ایک گاؤں ہے جس کی آبادی مکان ۲۰۰ کی تعداد میں ہے اور افراد کی تعداد چھبیس سو سے زائد ہے جس میں جمعہ کی نماز تقریباً اسی سال سے پڑھی جارہی ہے، مگر کچھ علماء کرام کا خیال ہے کہ جائز نہیں تو کیا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ روزمرہ کی تمام ضروریات زندگی دستیاب ہیں اور قریب میں ۷ ۴ فرلانگ پر بازار بھی ہے وہاں بھی ہر قسم کی سہولت میسر ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء کرام جن کو فقہ وفتاوی سے مناسبت ہو ان سے گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد ان کے فیصلے پر عمل کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

موضع سمن پور میں نماز جمعہ کا حکم

سوال (۲۸۱): موضع سمن پور کی گرام پنچایت کی آبادی جو تین مواضعات پر مشتمل ہے مع مسلم اور غیر مسلم مرد عورت تقریباً تین ہزار ہے موضع سمن پور دریائے ٹونس کے کنارے آباد ہے گاؤں کے کنارے سے سڑک نکلی ہوئی ہے جس پر ٹکسیاں وغیرہ چلتی ہیں گاؤں میں پانچ چھوٹی بڑی مسجدیں ہیں دو مسلک کے لوگ آباد ہیں دیوبندی اور بریلوی، دونوں گروپ کے لوگ الگ الگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، سمن پور کے نام سے تھانہ موسوم ہے تھانہ کا پورا عملہ مستقلا سکندر پور میں جو سمن پورے سے ۴ کلومیٹر پر واقع ہے رہتا ہے، سات آٹھ سال پہلے تمام اہل حق علماء کا فتوی سمن پور میں جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا تھا اور اسی پر اہل حق کا تعامل بھی تھا، چھ سات سال سے سمن پور کی نوعیت بدل رہی ہے گاؤں کے کنارے سڑک پر دوکانیں بن گئی ہیں اور بن رہی ہیں، اتنی دوکانیں چل رہی ہیں: کرایہ اور بساطہ کی ۱۳، چائے کی ۶ مٹھائی کی چار، پان کی ۹، لوہا کی ایک، سنار کی ۲، سائیکل کی ۳، ڈاکٹر کی چھ، کپڑے کی دو، کھاد کی ۳، حجام کی دو، راشن تیل اور پٹرول اور ڈیزل وغیرہ کی تین، آٹے وغیرہ کی مشین چکی ۴، نیز ترکاری وغیرہ کی کافی دوکانیں روزانہ جمع کی جاتی ہیں، جس سے حسب ضرورت سبزی اور ترکاری دستیاب ہوسکتی ہیں۔ یہی ہے سمن پور کی حالت۔

اس کے مطابق جمعہ کی نماز کے جواز وعدم جواز کا فتوی صادر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہونا ضروری (۱) ہے اور قریہ کبیرہ اس کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روزمرہ ضروریات کی چیزیں بہ سہولت مل جاتی ہوں، قرب وجوار والے اپنی اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، قرب وجوار میں اسے بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، دار القضاء یا شرعی پنچایت ہو یا کوئی ایسا ذی اثر شخص ہو جو روزمرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے کا فیصلہ کرسکتا ہو، مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاکخانہ وغیرہ ہو، اصل

ان شرائط کا تحقق ہے تعداد نہیں، لیکن جہاں یہ شرطیں پائی جاتی ہوں وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ضرور ہوتی ہے، سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً ساری شرطیں پائی جارہی ہیں، تاہم آپ حضرات ایسے علماء سے اپنے گاؤں کا معائنہ کرالیں جن کو فقہ وفتویٰ میں مہارت ہو اور معائنہ کے بعد ان حضرات کا جو فیصلہ ہو اس پر عمل کریں اور جب آپ کے گاؤں کے پاس سے سڑک بھی گذری ہے تو اس میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے۔

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبد الحلیم — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ويشترط بصحتها سبعة أشياء. المصر وهو مالا يسع اكبر مساجده أهله المكلفين لها وعليه فتوى اكثر الفقهاء. (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید۔

(۲) لا تصح الجمعة الا في مصر جامع أو في مصلى المصر .... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاضٍ ينفذ الأحكام ويقيم الحدود. (هدايه ج:۱ ص:۱۶۷ تهانوى ديوبند).

الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲ ص:۵۴۷۔ (زکریا)۔

اقامت جمعہ کا ایک مسئلہ

سوال (۲۸۲): جمعہ کی نماز کے شرائط؟ اور آج کل دیہات میں جو جمعہ ہوتا ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا ظہر کی نماز؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کی نماز کی شرائط (۱) کے سلسلہ میں اسلاف کا شدید اختلاف رہا ہے اور اس کی تطبیق وانطباق میں آج بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس لئے بہتر اور آسان شکل یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز قائم کرنی ہو اس جگہ کا ایسے چند علماء کرام سے معائنہ کرالیا جائے جن کو فقہ اور فتوے

سے مناسبت ہو اور پھر ان کے فیصلہ پر عمل کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری۔ والمصر الجامع کل مواضع امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ (هدایه ج:۱ ص:۱۶۸۔ تھانوی دیوبند۔

والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵) رشیدیه پاکستان۔

الفتاویٰ التاتارخانیه ج:۱ ص:۵۴۷۔ زکریا۔

الدر المختار مع الشامی ج:۲، ص:۱۳۷۔

البحرالرائق ج:۲،ص:۱۴۰۔ ایچ ایم سعید۔

خطبہ جمعہ اردو میں کہا، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۳): مفتی صاحب عرض خدمت اینکہ:

آج جمعہ کے دن ایک صاحب کجیاری مسجد میں آئے، اور خطبہ اولیٰ میں سورہ مدثر کی چند آیتیں پڑھ کر اس کی تفسیر اردو میں کرنے کے بعد بیٹھ گئے، اس کے بعد انہوں نے خطبہ ثانیہ پڑھ کر جماعت کھڑی کر دی، جماعت کے بعد کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ دونوں خطبہ عربی میں ہی ہونا چاہئے، انہوں نے خطبہ اولیٰ اردو میں کیوں دیا یہ حرام ہے۔ اس مسئلہ میں حنفی کے نزدیک کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متواتر ومتوارث (۱) سنت ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی

اللہؒ نے شرح موطا امام مالک، میں اس کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: واما کونها ای کون الخطبة عربیة فلاستمرار اهل المسلمین فی المشارق والمغارب به مع ان فی کثیر من الاقالیم کان المخاطبون اعجمیین الخ اسی طرح امام نوویؒ نے خطبہ کے شرائط میں اس کا عربی ہونا لکھا ہے، وقال النووی فی کتاب الاذکار یشترط کونها ای خطبة الجمعة وغیرها عربیة۔ اسی طرح درمختار میں ہے وعلی هذا الخلاف الخطبة وجمیع الاذکار، یعنی خطبہ اور تمام اذکار واوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ غیر عربی (۲) میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبین ناجائز، لیکن امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف منقول ہے، لہٰذا غیر عربی یا عربی وغیر عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیۂ شرح وقایہ میں مذکور ہے۔ اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتویٰ میں موجود ہے۔ اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے، جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تصریح کی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) لاشك فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة رضی الله عنهم فیکون مکروهاً تحریماً۔ (هامش الوقایه: ج:۱، ص:۲۰۰ حاشیة: ۲۔ فیصل)

(۲) قوله تعالیٰ: فاسعوا إلی ذکر الله۔ والمراد بذکر الله۔ الخطبة۔ (بنایه ج:۲، ص:۷۰۔ دار الفکر)

الفقه الحنفی وادلته: ج:۱،ص:۲۵۹۔ شیخ الهند۔

باب العیدین

عیدین کی نماز میں ایک تکبیر چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۴): عیدین کی نماز میں امام اگر ایک تکبیر چھوڑ دے اور سجدہ سہو نہ کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو کے سقوط کی بنیاد وعلت مجمع کی کثرت ہے لہٰذا جس جگہ مجمع اتنا کثیر نہ ہو کہ سجدہ سہو کرنے کی صورت میں فتنہ پیدا ہو تو وہاں سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوگی اور معروف پور میں چونکہ مجمع کثیر نہیں ہوتا ہے اس لئے وہاں نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

والسهو فى صلوٰة العيد لدفع الفتنة كما فى جمعة البحر واقره المصنف وبه جزم فى الدر الخ (درمختار ج۱ (۱) ص ۵۰۵) باب سجود السهو لكنه قيّده محشيها الوانى بما اذا حضر جمع كثير والا فلا داعى الى الترك (شامی ج۱ ص ۷۰۵) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

وكذا: لا يسجد للسهو فى العيدين والجمعة ليلا يقع الناس فى فتنة۔ (مجمع الانہر: ۱/ ۲۲۰ فقیہ الامۃ)

وكذا: السهو فى الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد. الا أن مشايخنا قالوا: لا يسجد للسهو فى العيدين والجمعة، ليلا يقع الناس فى فتنة. كذا فى

المضمرات۔ (ہندیہ: ج:۱ ص ۱۸۷ زکریا)

(۱) درمختار مع حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۶۷۵ـ الشرفیہ۔

(۲) شامی: ۲/ ۶۷۰ـ الشرفیہ۔

عیدین کے بعد دعا اور مصافحہ کا حکم؟

سوال (۲۸۵): عیدین کی نماز کے بعد دعاء مانگنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

زید نے ایک مسجد میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ عیدین کی نماز کے بعد دعاء ومصافحہ کرنا مسنون نہیں ہے اس پر لوگوں کو کافی اشکال ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنے میں کوئی حرج (۱) نہیں البتہ مصافحہ نہیں کرنا (۲) چاہئے اس لئے کہ حضور ﷺ وصحابہ وتابعین سے یہ ثابت نہیں لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جس سے اختلاف وانتشار ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عجلت أيها المصلى إذا صليت فاقعد فاحمد الله بما هو أهله وصلى على ثم ادعه۔ (ترمذی ۲/ ۱۸۵)

فان أراد يذكر الله تعالىٰ يذكره فى نفسه لقوله تعالىٰ إنه لا يجب المعتدين أى الجاهرين بالدعاء۔ (شامی ص: ۳/ ۱۳۸ زکریا)

قال الشيخ محمد تقى عثمانى ودل الحديث على الصحبات إلا سراً والمخافتة بالذكر والدعاء وهو موافق لقوله تبارك و تعالىٰ عوا ربكم تضرعاً وخفية۔ (صحيح مسلم مع تكملة فتح الملهم: ۵/ ۵۶۶ـ ۵۶۵)

(۲) تکرہ المصافحہ بعد أداء الصلاۃ بکل حال لأن الصحابۃ رضی اللہ عنہم ما صافحوا بعد أداء الصلاۃ ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیۃ انها بدعۃ مکروھۃ لا أصل لها فی الشرع۔ (شامی ۶/۳۸۱) کراچی

وکذا فی مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۴۸۴۔ (دار الکتب العلمیۃ)

عیدین میں فاسق کی امامت کا حکم؟

سوال (۲۸۶): ایک شخص نہ تو حافظ ہے اور نہ مولوی اور وقتی نمازیں گھر ہی میں پڑھتا ہے اور جمعہ کی بھی نماز نہیں پڑھتا وہ شخص عید کی نماز پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

۱- جائز ہے لقولہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوا خلف کل برٍ وفاجرٍ (رواہ ابوداؤد) (۱)

لیکن ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ کما فی رد المحتار کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم ج۱ ص۳۷۶۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

وکذا: الدارقطنی ص ۴۴ ج: ۲۔ رقم: ۱۷۴۷۔

(۱) الصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان او فاجراً۔ (ابوداؤد ص ۳۴۳ ج:۱) مکتبہ بلال دیوبند۔

(۲) الفتاویٰ الشامی ص: ۳۵۶/ ج:۲۔ اشرفیہ۔

الہدایہ ص: ۱۲۲/ ج:۱۔ تھانوی۔

فتح القدیر ص ۳۴۸/ ج:۱۔ سعید کمپنی۔

پاکستان کی رویت معتبر ہے یا نہیں؟

سوال (۲۸۷): چند آدمی اعتکاف میں تھے پاکستان ریڈیو سے خبر آئی کہ چاند ہوگیا کچھ لوگوں نے عید کی نماز جمعرات کو پڑھ لیا، اور زید نے روزہ توڑ دیا عید کی نماز جمعہ کو پڑھا، اور پھر اپنے عوض ایک آدمی کو اعتکاف میں بٹھا دیا کیا یہ درست و جائز ہوا یا نہیں اور جن لوگوں نے جمعرات کو عید کی نماز پڑھ لی کیا اعتکاف صحیح و درست ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بلا تحقیق شرعی اور بدونِ شہادتِ شرعیہ محض ریڈیو کی خبر پر اعتکاف ختم نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن چونکہ بہت سی جگہوں پر رویت کی تحقیق ہو جانے کی وجہ سے جمعرات کو عید کی نماز ادا کی گئی ہے لہٰذا جن لوگوں نے جمعرات کے دن عید کی نماز ادا کی، نماز بھی ہوگئی اور اعتکاف بھی صحیح ہوگیا، آئندہ خیال رکھیں بغیر تحقیق شرعی کے ایسا نہ کریں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

اذا کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف المطلع لزم حکم اھل إحدی البلدتین البلدۃ الأخری۔ (تاتارخانیہ ص:۳۶۵ ج:۳)۔ زکریا۔

ولو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب۔ (شامی ص:۳۹۰ ج:۲ کراچی)۔

(۱) هذا اذا کان المسافۃ بین البلدتین قریبۃ لا تختلف فیها المطلع۔ (بدائع الصنائع ص۲۲۴ ج:۲۔ زکریا)۔

ہکذا فی۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص: ۶۵۶)۔ دار الکتاب۔

تعددِ عیدین کا حکم

سوال (۲۸۸): شہر جون پور درمیان میں گومتی حائل ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے جانب شمال میں مسلم آبادی کی تعداد کثیر ہے بخلاف جانب جنوب کے وہاں نسبتاً تعداد کم ہے لیکن عیدگاہ جانب جنوب شہر کے باہر ہے جس کی وجہ سے ضعفاء وغیرہ کے پہونچنے میں دشواری کے ساتھ ایک حصہ بالکل خالی ہوجاتا ہے وقتی کسی حادثہ یا ضرورت (بیماری، موت، آگ وغیرہ) پر ایک آدمی کا ملنا بھی مشکل ہے، سوائے عورتوں اور بچوں کے کوئی فرد اس وقفہ میں نہیں مل سکتا نیز بعض محلے ایسے بھی ہیں کہ جہاں سے عیدگاہ کا فاصلہ چار کیلو میٹر ہے۔ ان اعذار کے تحت شہر کے شمالی جانب کے مسلمانوں کی خواہش ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ جانب شمال میں بھی چند جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کی جائے حسنِ اتفاق جانب شمال میں بھی تین بڑی مسجدیں موجود ہیں ۱ اٹالہ مسجد ۲ لال دروازہ اور ان تینوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ شہر کی مذکورہ بالا مسجدوں میں عیدین کی نماز قائم کرسکتے ہیں یا نہیں مدلل ومکمل جواب مرحمت فرمائیں کسی بھی شہر میں عیدگاہ کے علاوہ متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کرسکتے ہیں یا نہیں جیسا کہ فی زمانہ ہر شہر میں متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کرسکتے ہیں ولا يصليها وحده ان فاتت مع الامام ولو امكنه الذهاب الى امام اخر، فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقًا (درمختار ج ۱ (۱) ص ۵۶۱) لكن قد كان جواز الجمعة فى المصر الكبير فى مواضع كثيرة لدفع الحرج لان فى اتحاد الموضع حرجًا بينًا لاستدعائه تطويل المسافة على الاكثر كما بين آنفا وهذه العلة تجرى فى العيد على انه صرح فى بعض المعتبرات

جوازه اتفاقًا وبهذا عمل الناس اليوم اه. (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۷۳) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

جائز ہے بدلیل سابق الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص: ۵۶۱ نعمانیہ۔

(۲) مجمع الأنہر ص ۲۴۶ فقیہ الامت۔

فاذا فانت مع الإمام وأمكنه أن يذهب الى إمام آخر فإنه يذهب إليه لأنه يجوز تعدادها فى مصرٍ واحدٍ۔ (البحر الرائق ص: ۱۶۲ ج: ۲ سعید)

النہر الفائق ص: ۳۷۰ ج: ۱ زکریا۔

ولو قدر بعد النوات مع الإمام على إدراكها مع غيره فعل للاتفاق على جواز تعدادها۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۳۵ دار الکتاب)۔

شہر کی متعدد مساجد میں عیدین پڑھنے کا حکم

سوال (۲۸۹): کل ۱۲ر جولائی ۸۳ء کو شہر جون پور کے کچھ لوگ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ مسجد مذکور میں عید کی نماز قائم نہیں ہے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے۔ اس کی آپ وضاحت فرمائیں۔ المستفتی ڈاکٹر عزیز اللہ اعظمی شہر جونپور (سابق ایم پی)

نوٹ: بعینہ اسی سوال کا جواب مولانا ظفر احمد صاحب امام جمعہ وعیدین شہر جونپور سے بھی لیا گیا ہے جو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

سوال (۲۹۰): کل ۱۲ر جولائی ۸۳ء کو شہر جون پور کے کچھ لوگ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ مسجد مذکور میں عید کی نماز قائم نہیں ہے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے۔ اس کی آپ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اٹالہ مسجد میں بلا عذر (جیسے بارش) نماز عید جائز نہیں ہے۔

صحت ادائے صلوٰۃ عید کے لئے ایک شرط سلطان یا خطیب ہے بلا اذن خطیب اگر کسی نے نماز عید قائم کی تو جائز نہیں ہے۔

وفی السراجیه لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز در مختار علی هامش الشامی(۱) ج اول ص ۷۵۲۔ ومنها السلطان عادلاً کان او جائراً هٰکذا فی التاتار خانیة ناقلاً عن النصاب او من امره السلطان وهو الامیر او القاضی أو الخطباء کذا فی العینی شرح الهدایه حتی لا یجوز امامتها بغیر امر السلطان وامر نائبه کذا فی محیط السرخسی رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذالك الا ان یکون الامام امره بذالك کذا فی فتاویٰ قاضیخان عالمگیری ج۱ ص۲۰۴۔(۲)

نماز عید ایک شہر میں تین مقام سے زائد چوتھی جگہ بہ اتفاق امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ جائز نہیں ہے جون پور میں میرے علم کے مطابق اس وقت تین مقامات پر عید کی نماز ہوتی ہے۔ ویجوز اقامة صلوٰة العید فی موضعین اما اقامتها فی ثلٰثة مواضع فعند محمدؒ یجوز وعند ابی یوسفؒ لا یجوز. (کذا فی المحیط عالمگیری ص۲۱۰)(۳)

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں تین وجہوں سے ناجائز ہے۔ ۱عذر نہیں ہے۔ ۲اذن خطیب مصلیٰ عید نہیں ہے۔ ۳چوتھی جگہ عید نہیں ہوسکتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد الی اللہ الصمد ظفر احمد صدیقی کان اللہ تعالیٰ لہ

یکم شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۲ر جولائی ۸۳ء

الجواب: حامداً ومصلیاً

مفتیٰ بہ قول کے مطابق ایک شہر میں متعدد جگہوں پر عید کی نماز ادا کی جاسکتی ہے حضرات فقہائے کرام کی تعلیلات کی رو سے بلا تردد اٹالہ میں عید کی نماز قائم کی جاسکتی ہے۔

وتصح فی مصر واحد فی مواضع هو الصحیح وهو قول الطرفین نقلاً عن الفتح وفی المنح الاصح الجواز مطلقاً خصوصاً اذا کان مصراً کبیراً الخ مجمع (۴) الانہر مع ملتقی الابحر ج۱ ص۱۶۷ وہکذا فی سکب (۵) الانہر ج۱ ص۱۶۷) وتصح فی مصر فی مواضع کثیرة هو الصحیح وعلیه الفتویٰ الخ وتودیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب وعلیه الفتوی. (الدر المختار ج۱ ص۵۴۱) قوله علی المذهب فقط ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین وا کثر وبه نأخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط. (الشامی (۶) ج۱ ص۵۴۱) وتودیٰ فی مصر فی مواضع وفی فتح القدیر الاصح الجواز مطلقاً خصوصاً اذا کان مصراً کبیراً فان فی الزام اتحاد الموضع حرجاً بیناً لاستدعائه تطویل المسافة علی الاکثر وذکر فی باب الامامة ان الفتویٰ علی جواز التعدد مطلقاً وبما ذکرناه اندفع فیما فی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین ولا یجوز فی اکثر من ذالك وعلیه الاعتماد الخ فان المذهب الجواز مطلقاً الخ. (البحر الرائق (۷) ج۲ ص۱۴۲) وغیر ذالك تصریحات کثیرة فی کتب الفقه لا یخفی علی من له ادنی ممارسة بالفقه. حضرات فقہاء نے بلا قید عذر تعدد جمعہ وعیدین کی اجازت دی ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ بالا میں تصریح ہے پھر اس کو کسی قید کے ساتھ مقید کرنا تصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ نیز عید کی صحت کے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی صحت کے شرائط ہیں پھر دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں جمعہ کی نماز جب دسیوں جگہ ہوسکتی ہے خود اٹالہ میں ہوتی

ہے تو عید کو منع کرنا تصریحاتِ فقہاء کے خلاف ہوگا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب دامت برکاتہم نے عالمگیری کے جس جزئیہ سے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے جیسا کہ فتح القدیر اور البحر الرائق کی عبارتوں سے واضح ہے جو جواب میں بھی مذکور ہے۔ نیز درمختار کی عبارت کا مفہوم وہ نہیں جو جواب میں مراد لیا گیا ہے جیسا کہ سیاق وسباق عبارات نیز علامہ شامی کی تقریر سے واضح ہے۔ نیز خطیب کا مفہوم متبادر بھی محل غور ہے مزید سلطان وخطیب کی تفصیل امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۲۴ میں مذکور ہے، ملاحظہ فرمالیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) ص: ۱۱۰/ج: ۱۔ الدر المختار دار الکتاب۔

(۲) عالمگیری ص: ۱۴۵/ج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۳) عالمگیری ص: ۱۵۰/ج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۴) مجمع الانہر ص ۲۴۷/ج: ۱۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔

(۵) سکب الانہر: ص: ۲۴۸/ج: ۱۔ فقیہ الامۃ۔

(۶) شامی ص: ۱۴۴-۴۵/ج: ۲۔ کراچی سعید۔

(۷) البحر الرائق ص: ۱۴۲/ج: ۲۔ سعید۔

مولانا ظفر احمد صاحب خطیب عیدین شہر جونپور کے فتویٰ کا تحقیقی جواب

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے اٹالہ مسجد میں عیدین کی نماز کو تین وجہوں سے ناجائز قرار دیا ہے سب سے پہلی وجہ عذر نہیں ہے اور عذر میں صرف بارش کو شمار فرمایا ہے یہ وجہ دو اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ ۱؎ حضرات فقہاء کرام نے تعدد عیدین کو بلا کسی قید کے بالاتفاق جائز لکھا ہے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر عذر ہو تو متعدد جگہ پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں چنانچہ درمختار (۱) میں ہے۔ ولا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام ولو امکنه الذهاب الی امام آخر، فعل لانها تودیٰ بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقًا الخ. (ج ۱ ص ۵۶۱) (ترجمہ) اگر کسی شخص کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو اگر کسی دوسرے امام کے پیچھے نماز ملنے کی توقع ہو تو وہاں چلا جائے تنہا عید کی نماز نہ ادا کرے اس لئے کہ ایک شہر میں بالاتفاق بہت سی جگہوں پر نماز عید ادا کی جا سکتی ہے۔ علامہ شامی بحر سے نقل کرتے ہیں: "والخلاف انما هو فی الجمعة اختلاف" (۲) تو صرف جمعہ کے بارے میں ہے کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں بخلاف عید کے اس کے بارے میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق ایک شہر میں متعدد جگہ صحیح ہے نیز ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز امت کا معمول بھی ہے۔

جیسا کہ مجمع الانہر (۳) میں اس کی تصریح ہے۔ علی ان صرح فی بعض المعتبرات جوازه اتفاقًا وبهذا عمل الناس الیوم ج ۱ ص ۱۷۳۔ (ترجمہ) علاوہ ازیں بعض معتبرات میں بالاتفاق تعدد عیدین کے جواز کی تصریح ہے اور اسی پر اس زمانہ میں لوگوں کا عمل ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اگر تحقیق کی جائے تو سارے شہروں کا یہی حال ملے گا کہ دس جگہوں پر کم از کم عیدین کی نماز ہوتی ہی ہوگی۔ ۲؎ عذر صرف بارش ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بہت سے اعذار ہیں جن کو علامہ شامی نے اور صاحب درمختار نے تفصیل سے

بیان کیا ہے۔ (ج ۱ (۴) ص ۳۷۴) ذکر کردہ اعذار میں سے ایک عذر یہ بھی ہے کہ جان ومال کے ضیاع کا اندیشہ ہو تقریباً بیس اعذار ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی متحقق ہو تو جماعت کا ترک کرنا جائز ہے جو کہ واجب ہے تو کیا ان اعذار میں سے کسی ایک کے تحقق کے وقت متعدد عیدین جو امر جائز ہے اس کا قائم کرنا جائز نہ ہوگا یقیناً جائز ہے اٹالہ مسجد میں عید کے قائم نہ ہونے کی دوسری وجہ مولانا ظفر احمد صاحب نے یہ لکھی ہے کہ اذنِ خطیب مصلیٰ عید نہیں ہے اور بلا اذنِ خطیب اگر کسی نے نماز عید قائم کی تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ صحت ادائے صلوٰۃ عید کے لئے ایک شرط اذنِ سلطان یا خطیب ہے یہاں پر مولانا ظفر احمد صاحب عبارت کے سمجھنے میں زبردست دھوکہ کھا گئے ہیں صحیح بات وہ نہیں ہے جو مولانا موصوف نے سمجھی ہے بلکہ صحیح بات وہ ہے جس کی تفصیل لکھی جارہی ہے پہلے زمانہ میں اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے مساجد کا انتظام بادشاہوں کے ذمہ ہوا کرتا تھا بادشاہوں کی اجازت کے بغیر کسی مسجد میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا تھا نمازِ جمعہ وغیرہ کا قیام بادشاہ اپنی مصلحت کے تحت جہاں چاہتا کرتا اور خود جمعہ کی نماز پڑھاتا یا اپنا خطیب کسی کو مقرر کر دیتا مثلاً امیر، قاضی وغیرہ۔ اس کے علاوہ نمازِ جمعہ پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی تھی اسی وجہ سے فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر بادشاہ یا اس کے نائب کی اجازت کے جمعہ قائم کردے تو یہ جائز نہیں حتیٰ کہ امیر اگر بیمار ہو جائے تو شرطی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر اس کی اجازت کے جمعہ قائم کردے چنانچہ یہ دونوں جزئیات عالمگیری (۵) میں موجود ہیں۔ حتیٰ لا یجوز اقامتها بغیر امر السلطان او نائبه كذا في محيط السرخسي، یعنی بغیر بادشاہ یا اس کے نائب کی اجازت کے جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ مرض الامير فصلى الشرطي لم تجز كذا في التاتار خانية ناقلاً عن جامع الجوامع یعنی امیر بیمار ہوگیا سپاہی نے نماز پڑھادی تو یہ جائز نہیں ہے لیکن زمانہ کے انقلاب سے اسلامی حکومتیں ختم ہوگئیں جس کی وجہ سے بادشاہت اور سرکاری طور پر اسلامی قوانین کا نفاذ بھی ختم ہوگیا اور سرکاری امام اور خطیب بھی نہیں رہے اور نہ وہ حکم رہا اب حکم یہ ہے کہ تراضیٔ مسلمین سے

کوئی امام مقرر کرلیا جائے لہٰذا جہاں جمعہ وعیدین کی نماز قائم کرنی ہو اس محلہ کے مسلمان جس امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی ہوں وہ مسلمانوں کا امام ہوگا اور جمعہ وعیدین کی نماز پڑھا سکتا ہے اس لئے کہ جمعہ کے شرائط میں سلطان کی شرط فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ عام طور پر جمعہ وعیدین کی امامت کے لئے جھگڑا ہوتا ہے اور ہر عالم امام بننے کے لئے تیار رہتا ہے اس وقت یہ جھگڑا مسلمانوں کی رضامندی سے ختم ہوسکتا ہے اس لئے کہ تراضیٔ مسلمین کو سلطان کے قائم مقام کر دیا گیا ہے چنانچہ اس کے متعلق حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب نقل کرتا ہوں تا کہ مسئلہ خوب واضح ہو کر ذہن نشین ہو جائے۔

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۵۶۱ ر ج: ۱۔ نعمانیہ۔

(۲) البحر الرائق ص: ۱۶۳ ر ج: ۲۔ سعید۔

(۳) مجمع الأنہر ص: ۲۴۸ ر ج: ۱۔ فقیہ الامت۔

(۵) ہندیہ ص ۱۴۵ ر ج: ۱۔ رشیدیہ۔

ہدایۃ: ص: ۱۶۸ ر ج: ۱۔ مکتبہ تھانوی۔

ہندیہ ص: ۱۴۶ ر ج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۴) الدر المختار مع الشامی ص: ۵۳۴ نعمانیہ۔

ہندیہ ص: ۱۴۵ ر ج: ۱۔ رشیدیہ۔

شامی ص: ۵۴۱ ر ج: ۱۔ نعمانیہ۔

امداد الفتاویٰ ص: ۶۵۰ ر ج: ۱۔ زکریا۔

شامی ص: ۵۱ ر ج: نعمانیہ۔

سوال (۲۹۱): نماز جمعہ کے انعقاد کے شرائط سے جو سلطان اور امام کا ہونا نزدیک احناف کے معتبر ہے اب زمانہ موجودہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو اس صورت میں جمعہ ہوسکتا ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا اس باب میں کن احناف علماء نے اس شرط کو شرط نہ سمجھا؟ بحوالہ

کتب واقوال تحریر فرمائیے اگرچہ فی زمانہ سب جگہ جمعہ ہو رہا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فی الهداية ولا يجوز اقامتها الا لسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام بجمع عظيم وقد تقع المنازعة فی التقديم والتقدم الخ وفی الدر المختار ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة.

روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ شرطِ وجودِ سلطان مقصود لذاتہٖ نہیں ہے بلکہ بحکمتِ سدِ فتنہ کے ہے پس اگر تراضیٔ مسلمین سے یہ حکمت حاصل ہو جاوے تو معنیً یہ شرط مفقود نہ ہوگی چنانچہ روایت ثانیہ میں اس کی تصریح موجود ہے البتہ جہاں اور کوئی شرط صحت جمعہ کی مفقود ہو وہاں جائز نہ ہوگا واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ جدید مبوب ج ا ص ۶۳۰) نیز عالمگیری میں بھی یہ مصرح ہے کہ سارے لوگ جس شخص کو متفقہ طور پر امام بنالیں اس کے لئے جائز ہے کہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائے ولو تعذر الاستيذان من الامام فاجتمع الناس على رجل يصلی بهم الجمعة جاز كذا فی التهذيب عالمگیری ج ا ص ۱۷۶۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خطباء سے مراد بادشاہ کے مقرر کردہ خطباء ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ یہ حضرت مولانا موصوف کی زبردست غلطی ہے کہ خطباء کا لفظ دیکھ کر اپنے کو با اختیار خطیب سمجھ گئے کہ جب تک ہم اجازت نہیں دیں گے کوئی دوسرا جمعہ کی نماز نہیں قائم کرسکتا اور نہ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ قائم کرے۔ نیز مولانا موصوف کا لو صلی احد بغير اذن الخطيب لا يجوز سے استدلال انتہائی طفلانہ ہے اس لئے کہ شامی میں مذکورہ بالا قول کے تحت صراحۃً یہ موجود ہے۔ ظاهره ان الخطيب خطب بنفسه والاخر صلی بلا اذنه وملمه ما لو خطب بلا اذنه كما فی الخانية وغيرها خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الخ. (شامی ج ا ص ۵۳۹)

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کو بادشاہ نے امام بنادیا یہ امام جمعہ کی نماز

پڑھانے کے لئے مسجد گیا اور وقت پر خطبہ دیا خطبہ سے فارغ ہو کر ممبر سے اترا نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر جانے والا ہی تھا کہ کوئی ایسا شخص جس کو بادشاہ نے امام نہیں بنایا وہ کود کر مصلیٰ پر پہونچ گیا اور خطیب جس نے خطبہ دیا تھا اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھادی اس کے بارے میں فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ جائز نہیں اصل بات یہ ہے کہ حضرت مولانا کو ان کے معتقدین نے کبھی بطور تعارف کہا ہوگا کہ حضرت مولانا جامع مسجد کے خطیب ہیں یا شہر جونپور کے خطیب ہیں تو حضرت نے فقہاء کی عبارت میں جہاں لفظ خطیب دیکھا اس کا مصداق اپنے کو سمجھ لیا حالانکہ درمختار میں بغیر اذن الخطيب کے بعد الا اذا اقتدیٰ به من له ولاية الجمعة کی تصریح موجود ہے پھر بھی مولانا نے نہ جانے کہاں سے اپنا مقام سلطان یا اس کے نائب کا سمجھ لیا حالانکہ یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ علمی مناقب مثلاً مفتی ہونا محدث ہونا شیخ وقت ہونا یہ موروثی نہیں ہے بلکہ ان کی تحصیل جدو جہد اور مشقت سے ہوتی ہے ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام یہ حضرات فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ مفتیوں کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دیتے تھے۔

الحاصل عید کی نماز جن سو پچاس مسلمانوں نے اپنے محلے کی ایک مسجد میں ایک امام مقرر کر کے پڑھا جبکہ اٹالہ مسجد میں کرم فرماؤں نے تالا ڈال دیا تھا ان کی نماز بالکل صحیح ہوگئی اور کتب فقہ کی روشنی میں اسی امام کو ان کا خطیب کہیں گے اٹالہ مسجد میں عیدین کی نماز قائم نہیں ہوسکتی یہ وجہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ عالمگیری کے جس جزئیہ سے مولانا موصوف نے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے راجح یہ ہے کہ بالاتفاق ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ وعیدین کی نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہی صحیح اور مفتیٰ بہ ہے چنانچہ شمس الدین سرخسی تحریر فرماتے ہیں۔

فالصحيح من قول ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ انه يجوز اقامة الجمعة فی مصر واحد فی موضعين واكثر من ذالك ج ۲ ص ۲۰ اور امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا صحیح قول یہ ہے کہ ایک شہر میں دو اور اس سے زیادہ جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔

۲- علامہ علاؤ الدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں وتؤدیٰ فی مصر واحد بمواضع

کثیرۃ مطلقًا علی المذھب وعلیہ الفتویٰ (الدر المختار ج ا ص ۵۴۱)

ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر علی الاطلاق یعنی بلا کسی تعداد کی قید کے جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ولانہا تؤدیٰ بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً، اس لئے کہ ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر عیدین کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (الدر المختار ج ا ص ۵۶۱ باب العیدین)

۳-فقیہ بے نظیر عبد الرحمن المدعو بشیخ زادہ لکھتے ہیں وتجوز صلوٰۃ العید فی مصر فی موضعین وعند محمد فی ثلاثۃ مواضع کما فی الفتح لکن قد کان جواز الجمعۃ فی المصر الکبیر فی مواضع کثیرۃ لدفع الحرج لان فی اتحاد الموضع حرجًا بینًا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی الاکثر کما بین انفا وھذہ العلۃ تجری فی العید علی انہ صرح فی بعض المعتبرات جوازہ اتفاقًا وبہذا عمل الناس الیوم اھ۔ (مجمع الانہر ج ا ص ۱۷۳)

صاحب مجمع الانہر کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ عدم تعدد کا قول مرجوح ہے اور اس زمانہ میں سارے لوگوں کا عمل تعدد پر ہی ہے۔

۴-علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں لانہ یجوز تعددھا فی مصر واحد فی موضعین واکثر اتفاقًا انما الخلاف فی الجمعۃ. (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲) اگر کسی آدمی کی نماز عیدگاہ میں یا کسی مسجد میں چھوٹ جائے تو اس کو چاہئے کہ اگر دوسری جگہ نماز ملنے کا امکان ہو تو چلا جائے اس لئے کہ ایک شہر میں دو اور دو سے زائد مقامات پر عیدین کی نماز جائز ہے اختلاف تو صرف جمعہ کے بارے میں ہے کہ اکثر فقہاء جواز تعدد کے قائل ہیں اور بعض نہیں لیکن عیدین کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ان کے علاوہ اور بہت سی کتابوں میں اس انداز کی جزئیات موجود ہیں جس سے صاف واضح ہو کر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ مولانا موصوف نے جس جزئیہ سے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اس کی تصریح کی ہے، فرماتے ہیں:

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اول تو اسی میں اختلاف ہے کہ ایک بستی میں کئی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں اگرچہ واسطے دفع حرج کے اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ جائز ہے پھر مجوزین کی تعداد اس میں مختلف ہے کہ آیا دو جگہ سے زیادہ بھی جائز ہے یا نہیں اگرچہ بوجہ اطلاق دلیل راجح یہی ہے کہ جائز ہے الخ۔ (امداد الفتاویٰ مبوب جدید ج ا ص ۶۵۰)

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں مانع اس طرح استدلال کرسکتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں تعدد کا بالعموم متروک ہونا دلیل اس کے عدم مشروعیت کی ہے اور مفقود اس استدلال کے نقل کرنے سے اس منع کی تقویت نہیں ہے کیونکہ خود علماء مذہب نے اس قول کے مرجوح ہونے کی تصریح کردی ہے۔ کما فی الدر المختار وتؤدیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقًا علی المذھب وعلیہ الفتویٰ الخ (امداد الفتاویٰ مبوب جدید ج ا ص ۶۵۲)

اور مرجوح قول پر فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔ وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع الخ. (درمختار ج ا ص ۵۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

کیا سعودی عربیہ کی رویت ہلال انگلینڈ میں معتبر ہوگی

سوال (۲۹۲): انگلینڈ میں موسم کی خرابی کی وجہ سے عام طور پر آسمان ابر آلود رہتا ہے، خصوصاً بہ وقت شام آسمان اور زیادہ ابر آلود ہوجاتا ہے اس وجہ سے رمضان المبارک شروع کرنے کے لئے اور عیدین ادا کرنے کے لئے ہمیشہ دوسرے ملکوں سے چاند کی خبر معلوم کرنے کی محتاجی رہتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انگلینڈ ہی میں چاند دیکھ کر رمضان المبارک شروع کیا گیا ہو۔ یا عیدین ادا کی گئی ہوں۔ اس وجہ سے یہاں کے علمائے کرام

نے برسوں پہلے انڈیا اور پاکستان کے مفتیانِ کرام سے رجوع فرما کر فتاوے دریافت فرمائے ہیں۔مفتیانِ کرام کے جوابات کا ماحصل یہ ہے کہ قریب ترین اسلامی ملک پر عمل کرنا احوط ہے۔اور دوسرے تمام ملکوں پر عمل کرنا جائز ہے۔

ان تمام بات کی روشنی میں مراکش، انگلینڈ سے قریب ہونے کی وجہ سے اور احتیاط پر عمل کرنے کے جذبہ سے صحیح العقائد کے تمام مسلمانوں نے بالاتفاق مراکش پر عمل شروع کیا اور تقریباً سولہ سترہ سال اس پر عمل پیرا رہے۔

مگر بدقسمتی سے مراکش سے چاند کی خبر جلد دستیاب نہیں ہوتی بعض مرتبہ شب میں دس گیارہ بجے اور بعض مرتبہ دو تین بجے اور بعض مرتبہ دوسرے روز صبح میں خبر ملتی ہے اس وجہ سے عوام میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، اس طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے چاند کے مسئلہ میں صحیح العقائد مسلمانوں کے دو فریق بن چکے ہیں، ایک فریق کے علماء اور عوام یہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کرلینا جائز ہے۔

جبکہ دوسرے فریق کے علماء اور عوام یہ جانتے ہیں کہ کسی بھی ایک ملک کو معین کرکے اس پر عمل کرنا جائز ہے۔لہٰذا مراکش ہی پر عمل کرنا چاہئے۔

جو فریق دنیا بھر کے کسی غیر معین ملک پر رمضان المبارک شروع کردیتا ہے اور کسی بھی غیر معین ملک کی خبر پر عید الفطر مناتا ہے کوئی ایک معین نہ کرنے کی وجہ سے ان کے ہمیشہ ۲۹؍ ہی روزہ ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح شعبان اور عید الاضحیٰ بھی دنیا بھر میں سے کسی بھی غیر معین ملک پر مناتے ہیں اس فریق کے علمائے کرام کا یہ کہنا ہے کہ اس طرح پر عمل کرنے کے لئے ہمارے پاس مفتیانِ کرام کے فتاوے ہیں، مگر ہم اپنی ناقص رائے کے مطابق سمجھتے ہیں کہ اس طرح عمل کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ گویا ان حضرات نے شریعت سے آزاد ہو کر رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان مبارک کو اپنے ہی اختیار میں کرلیا ہے۔

جبکہ دوسرے فریق کے مسلمان رمضان المبارک عمل اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات کو اپنے قبضہ میں لینے کے بجائے شریعت مطہرہ کا تابع بن کر چاند کے بارے

میں انگلینڈ کو دوسرے کوئی معین ملک کا تابع بنانا ضروری سمجھ کر آج تک مراکش پر عمل کرتے رہے ہیں اور مراکش سے تاخیر سے خبر موصول ہونے کی وجہ سے واقع ہونے والی تمام پریشانیاں برداشت کرتے ہوئے بھی رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات کو ادا کرتے رہے ہیں۔

مگر کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کرنے والے کی طرف سے عموماً مغرب سے متصل چاند کی خبریں شائع ہوجانے کی وجہ سے مراکش پر عمل کرنے والے مسلمانوں میں سے بھی کتنے حضرات مراکش کی خبر کا انتظار چھوڑ کر اس فریق کے ساتھ ہولئے ہیں۔اس وجہ سے ایک ہی شہر میں بسنے والے اور ایک ہی مسلک پر چلنے والے بلکہ ایک ہی مسجد کے مصلیوں میں اور ایک ہی گھر میں رہنے والے باپ بیٹوں اور بھائیوں میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ان وجوہات کی بنا پر مراکش پر عمل کرنے والے مسلمان موردِ لعن وطعن بنتے ہیں اور افتراق بین المسلمین کا الزام ان پر تھوپا جاتا ہے، ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھ کر مراکش پر عمل ترک کرکے دوسرے معین ملک پر عمل کرنے کی غرض سے ایا سعودی عربیہ ہی پر رمضان المبارک اور عیدین میں عمل کریں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ سعودی عربیہ کی خبر پر رمضان المبارک اور عیدین منانا جائز ہے؟ سعودیہ عربیہ اسلام کا مرکز ہے اور بفضلہ تعالیٰ حرمین شریفین کی وجہ سے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کے دلوں میں اس کا احترام ہے۔اور چاند کا فیصلہ بھی حکومت کی طرف سے معین کردہ علمائے کرام پر مشتمل کمیٹی باقاعدہ شہادتیں ملنے کے بعد ہی کرتی ہے۔ رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات میں محکمۂ موسمیات کی اطلاع قطعاً اعتبار نہیں کرتی ہے۔وہاں کی ہلال کمیٹی کی طرف سے چاند کے فیصلہ کرنے کے طور وطریق کیا ہیں؟ اور وہاں کے علمائے کرام کو محکمۂ موسمیات سے کس قدر انقباض ہے۔

اس پر مطلع ہونے کے لئے منسلک مضمون ارسال خدمت ہے غالباً یہ مضمون ''الفرقان'' لکھنو کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔سعودی عربیہ کا ٹائم انگلینڈ کے ٹائم سے دو تین گھنٹے آگے ہونے کی وجہ سے چاند کی رویت کی خبر بہت جلد بڑی سہولت سے یہاں فراہم ہوجاتی ہے۔

اورسعودیہ عربیہ جیسے ایک معین ملک پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ۲۹/روزے ہونے کا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ جبکہ مراکش پر عمل کرنے کی وجہ سے نہیں رہتا تھا۔ اور سعودی عربیہ پر عمل کرنے کی وجہ سے امید ہے کہ وہ فریق جو دنیا بھر کے کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کرکے رمضان المبارک اور عیدین مناتا رہتا ہے، وہ سعودیہ عربیہ کی خبر پر عمل کرنا شروع کردے گا۔ اس طرح صحیح العقائد مسلمانوں کا دوبارہ اتفاق واتحاد بھی ان شاء اللہ ہوجائے گا۔ جس کے آج لوگ بہت متمنی ہیں، مذکورہ بالا بیان کردہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب سے نوازیں کہ سعودی عربیہ کی خبر پر رمضان المبارک اور عیدین کے منانے کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

نقل مضمون

سعودی عرب میں رویت ہلال۔ از ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی استاذ جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ۔

نوٹ: اب سے تقریباً دو سال پہلے اکتوبر ۸۱ء کے الفرقان کے شمارہ میں جناب ضیاء الدین لاہوری ایم، اے کا ایک مضمون بعنوان مسئلہ رویت ہلال جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے ثابت کیا تھا کہ یہ خیال غلط ہے کہ سائنسی ترقی کے اس دور میں ماہرین فلکیات کے حساب سے رویت ہلال کی بالکل صحیح پیشین گوئی کرسکتے ہیں۔

اس کے ثبوت میں انہوں نے یورپ کے مسلم ماہرین فلکیات کے بیانات نقل کئے تھے، جو ان کے اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے بظاہر کافی تھے، مضمون کے آخر میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ سعودی عرب میں تاریخ کا تعین رویتِ ہلال کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ حساب کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

اس عاجز (منظور نعمانی) کو چونکہ یہی معلوم تھا کہ سعودی عرب میں واقعی قمری تاریخ کا تعین رویت کی شہادت پر کیا جاتا ہے اور سرکاری تاریخ وہاں کی جنتری کے حساب سے چلتی ہے، (جو پہلے سے تیار کرلی جاتی ہے اور دونوں تاریخوں میں کبھی کبھی فرق بھی ہوتا

ہے،) اس لئے میں نے یہ سمجھا کہ غالباً ضیاء الدین صاحب کو وہاں کے تاریخ کے دہرے نظام کے بارے میں یہ تفصیل معلوم نہیں ہے اور انہوں نے جو لکھا ہے وہ غلط فہمی پر مبنی ہے، اسی لئے مضمون کے ختم پر میں نے نوٹ لکھا۔ اس میں وضاحت سے وہاں کی تاریخ کے دونوں نظاموں کا ذکر کیا، اور لکھا کہ سرکاری جنتری تو آئندہ پورے سال کے شروع ہونے سے پہلے ہی تیار ہوکر شائع ہوجاتی ہے اور سرکاری کاموں اور بازاری کاروبار میں وہی چلتی ہے، وہ رویت کی بنیاد پر ہو بھی نہیں سکتی۔ کسی حساب اور قیاس ہی سے تیار کی جاتی ہوگی، لیکن واقعی قمری تاریخ کا تعین خاص کر رمضان، عید اور حج کی تاریخ کا فیصلہ وہاں رویت ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد ضیاء الدین صاحب نے دوسرا مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''عالم اسلام میں رویتِ ہلال پر مکمل اتفاق کا مسئلہ'' یہ مضمون دسمبر ۸۱ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اس کے بعد انہوں نے تیسرا مضمون اس سلسلہ میں لکھا، جس کا عنوان تھا ''رویت ہلال اور سعودی عرب'' یہ جنوری ۸۳ء کے ''الفرقان'' میں شائع ہوا تھا، ان دونوں مضمونوں میں انہوں نے بظاہر بہت مدلل طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ سعودی عرب میں رمضان، عید اور حج کی تاریخ کا تعین رویت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ حساب ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اور غلط بھی ہوتا ہے، ان دونوں مضمونوں خاص کر آخری مضمون کے سامنے آنے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی، کہ اس بارے میں پوری تحقیق کرکے اس کا نتیجہ الفرقان میں شائع کیا جائے، حسن اتفاق سے اب سے چند مہینہ پہلے ہمارے دوست ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی تشریف لائے جو تقریباً تیس سال سے مکہ معظمہ ہی میں رہتے تھے اور اب وہیں کے شہری ہیں، اور اس وقت وہاں کے یونیورسٹی جامعہ ام القریٰ میں پروفیسر ہیں، میں نے ان کے سامنے اسی مسئلہ کا ذکر کیا، اور جنوری کا شمارہ بھی دیکھنے کے لئے دیدیا جس میں ضیاء الدین صاحب کا آخری مضمون شائع ہوا تھا۔ ان کو اس بارے میں ذاتی طور پر جو کچھ معلوم تھا وہ انہوں نے بتلایا، میں نے ان سے عرض کیا کہ ان معلومات کو مضمون کی شکل میں مرتب کردیجئے تاکہ الفرقان میں شائع

کیا جاسکے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے وہ لکھ کر بھیج دیا، جو ذیل میں نذر ناظرین کیا جارہا ہے۔لیکن وہ ’’الفرقان‘‘ میں ابھی شائع نہیں ہوسکا تھا کہ اس سال کا وہ رمضان المبارک آگیا۔جو چند ہی روز پہلے ختم ہوا ہے،مولانا موصوف نے پہلی رمضان کو مجھے مکہ مکرمہ سے خط لکھا اور وہاں کے ایک روز نامہ کے دو تراشے اس کے ساتھ بھیجے جس میں رویت ہلال کی خبر اور اس کے بارے میں سرکاری اعلان بھی شائع ہوا تھا،مضمون کے آخر میں مولانا موصوف کے اس مکتوب کا اقتباس اور دونوں تراشوں کا ترجمہ بھی شامل کیا جارہا ہے، اس کے بعد اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی،سعودی عرب میں خاص کر رمضان،عید اور حج کی تاریخ کا تعین اور اعلان کسی حساب کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا ہے۔رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس طویل تمہیدی نوٹ کے بعد ناظرین کرام محترم ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی کا اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ (منظور نعمانی)

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

مملکت سعودی عرب میں رویت ہلال کا فیصلہ اور اعلان چشم سر سے چاند دیکھنے والوں کی شہادت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔اور شہادتیں صرف ان لوگوں کی قبول کی جاتی ہیں، جن کے ثقہ اور معتبر ہونے کا یا تو قاضی کو براہِ راست علم ہو یا اس کے ثقہ ہونے کی شہادت ایسے معتبر لوگ دیں جن کی دیانت وامانت قاضی کو معلوم ہو، وہ شخص جو شاہد کے ثقہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے اس کو مزکی کہتے ہیں،چنانچہ وہاں عدالتوں میں گواہ کے ساتھ مزکی بھی پیش ہوا کرتا ہے۔جیسا کہ سب جانتے ہیں،شریعت میں گواہی دو آدمیوں کی قبول کی جاتی ہے، سعودی عرب میں دو گواہوں کے ساتھ دو مزکی بھی ہوتے ہیں۔چاند کے سلسلہ میں اور خصوصاً رمضان عید اور حج کے مہینوں کے چاند میں تحقیق وتحری کا اہتمام معمول سے زیادہ سختی کے ساتھ ہوتا ہے۔عام طور پر دو گواہ نہیں بلکہ ایک جماعت اگر قاضی کے سامنے گواہی دیتی ہے، اس میں ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیانات قلمبند ہوتے ہیں۔اکثر ان سے جرح بھی کیجاتی ہے۔پھر ان کی شہادتوں کو قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔بادشاہ وقت کی توثیق کے بعد اس کا

اعلان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان مہینوں کے چاند کا اعلان متصلاً مغرب کے بعد کبھی نہیں ہوا، ہمیشہ کئی گھنٹہ کی تاخیر سے خبر آتی ہے،کہ رویت ثابت ہوگئی یا رویت ثابت نہیں ہوئی۔

لیکن سرکاری جنتری (تقویم ام القریٰ) یقیناً حساب کی روشنی میں تیار کی جاتی ہے،اور علماء فلکیات کی ایک کمیٹی ہے جو ہر سال اس کو تیار کرتی ہے۔موجودہ عالم فلکیات جس کی سرکردگی میں یہ کام ہوتا ہے، ان کا نام ’’الاستاذ عبد الرحیم ادریس کلنتی‘‘ ہے۔تمام سرکاری دفتری اور تعلیمی اداروں میں اسی جنتری کی بنا پر عمل درآمد ہوتا ہے، واضح رہے کہ وہاں صرف اسلامی قمری تاریخ پر عمل ہوتا ہے،لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ واقعی رویت ہلال سے جو تاریخ متعین ہوتی ہے اس سے یہ جنتری جو حساب کی بنیاد پر تیار ہوتی ہے، دونوں میں اختلاف رہا ہے۔اس لئے کہا جاتا ہے کہ آج تقویم کے لحاظ سے یہ تاریخ ہے اور رویت کے اعتبار سے یہ تاریخ ہے۔یہ بات کسی ظن تخمین یا اندازہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ برسہا برس کے عینی مشاہدہ اور بلاواسطہ معلومات کی بنیاد پر عرض کر رہا ہوں، اس بات کا امکان عقلی تو ہوسکتا ہے کہ رویت کی شہادت دینے والے اور ان کا تزکیہ کرنے والے سب کے سب جھوٹ پر متفق ہوگئے ہوں۔اس وجہ سے وہاں کی تاریخیں غلط ہوتی ہیں۔لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے۔کہ وہاں عید اور رمضان اور ذی الحجہ کی رویت کا اثبات کمپیوٹر کے حساب پر ...... قرآن شمس وقمر کے مفروضہ پر کیا جاتا ہے، کمپیوٹر کا جہاں تک تعلق ہے۔وہ ابھی پوری طرح سعودی عرب میں رائج نہیں ہوا ہے، تین سال سے سعودی ایئر لائن میں اس کا رواج ہوا ہے بعض کمپنیوں میں اور یونیورسٹیوں میں اس سے کام لیا جارہا ہے اور اب تو بعض وزارتوں نے بھی شروع کیا ہے، چاند کی رویت کے لئے جو معلومات کمپیوٹر میں FEED تخزین کئے جاسکتے ہیں، ان کا ابھی دور دور تک کوئی سراغ نہیں مل سکتا ’’الریاض‘‘ میں کیا خبر شائع ہوتی ہے وہ میں نے نہیں دیکھی، گمان ہے کہ یہ ایک انفرادی رائے ہوگی کہ ایسا کیا جائے،لیکن اس کا یہ مطلب نکالنا کہ ایسا ہوگیا اور ہو رہا ہے، اور گیارہ سال کے کچھ رکارڈ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب فرضی بات ہے صورتحال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، الفرقان کے شمارہ ماہ جنوری ۸۳ء میں جو

مضمون ''ضیاء الدین لاہوری صاحب'' کا شائع ہوا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۳۹۵ھ اور ۱۳۹۸ھ کے ذی الحجہ کے چاند قران شمس وقمر سے پہلے دیکھ لئے گئے اگر ایسا ہے تو اسی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ قران شمس وقمر کی بنیاد کا مفروضہ غلط ہے، اس سلسلہ میں ایک بات اور وضاحت طلب ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند کہاں اور کیسے دیکھا جاسکتا ہے، جبکہ وہ پہاڑیوں سے گھری ہوئی ایک وادی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں مکہ مکرمہ کی ایک اونچی پہاڑی کی چوٹی پر سے لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے ترکوں نے وہاں ایک مسجد بنادی تھی، جس کا نام مسجد ''الہلال'' پڑ گیا تھا، ناواقف حجاج اس کو مسجد بلال کہتے ہیں اس پہاڑی کے علاوہ بحر مکہ (جو یمن کے رخ پر تیس کیلو میٹر دور ہے) اس کے ساحل سے بھی چاند دیکھے جاتے ہیں۔ شمالی مکہ میں تبوک وعمان تک ایک ہی افق ہے، وہاں سے بھی چاند دیکھنے کی اطلاع آیا کرتی تھی، اب پورے سعودی عرب میں ہر شہر میں چاند دیکھنے کی جگہیں مقرر ہیں اور لوگ کوشش بھی کرتے ہیں۔ خاص طور پر رمضان اور عید کے چاند دیکھنے کی کوشش کرنے والوں کو میں نے خود دیکھا ہے، تاکہ وہ دوسروں کو دیکھا کر اپنی سبقت کو قاضی سے بتاسکیں، میں نے لاہوری صاحب کے وہ مقالات نہیں پڑھے جس میں انہوں نے یورپ کے ماہرین فلکیات کی آراء بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ میلاد ہلال BIRTH OF MOON کا وقت یقینی ہوسکتا ہے، مگر کسی ذریعہ سے اس کے بُروز APPEARENCE کا وقت جب کہ وہ چشم مجرد Naked eye سے نظر آسکے متعین نہیں کیا جاسکتا ہے چونکہ میرا موضوع نہیں ہے۔ اس لئے اس پر رائے زنی نہیں کرسکتا البتہ برطانیہ سے جو ہر سال عالمی تقویم المنارک کے نام سے شائع ہوتی ہے اس میں تو ہر افق پر چاند کی پیدائش اور اس کے ظاہر ہونے کا وقت دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ موجودہ تحقیقات جن کا ذکر ''لاہوری صاحب'' نے فرمایا ہے، وہ اس جنتری سے معلومات سے کس حد تک متفق ہیں، بہر حال یہ مفروضہ اپنی جگہ پر قطعاً صحیح نہیں ہے کہ سعودی عرب میں اب یا کبھی کبھی رویت کا اعلان حساب واعداد کی روشنی میں مشینی (کمپیوٹر) یا غیر مشینی ذریعہ سے کیا گیا ہے، ہاں کسی اور

سبب سے غلطی ہو رہی ہو، اس کا امکان عقلی ہوسکتا ہے۔ **ولا ازکی علی اللہ أبدا**

ڈاکٹر مولانا محمد عبد اللہ عباس ندوی نے اپنے ایک تازہ مکتوب ایک مؤرخہ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ جون ۸۳ء یوم دوشنبہ میں جس کا او پر نوٹ میں ذکر کیا گیا ہے تحریر فرمایا ہے۔ آج گیارہ جون کو یہاں (مکہ مکرمہ میں) پہلی رمضان ہے تقویم (سرکاری جنتری) میں آج ۳۰ شعبان ہے، لیکن کل چاند نظر آگیا اور گواہیوں کے طویل مرحلوں کے گذرنے کے بعد رات کے ایک بجے توپیں دغنا شروع ہوئیں اور ٹیلی ویژن پر اعلان ہوا آج صبح کے اخبارات میں جو سرکاری بیان شائع ہوا ہے اس کا تراشہ خدمت عالی میں بھیج رہا ہوں میری غرض صرف یہ ہے کہ لاکھوں انسانوں کے روزے اور حج کو مشتبہ قرار دینے والی بات کی تردید ہوجائے اور بندگانِ خدا کو اس بارے میں اطمینان ہو، یہ دونوں تراشے جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ المدینہ کی پہلی اور دوسری رمضان کی اشاعتوں کے ہیں، ان کے ترجمہ ذیل میں درج ہیں:

(ا) ''جدہ'' کل شام رمضان کا چاند نظر آجانے کی وجہ سے آج یہاں ماہ مبارک شروع ہوگیا۔ اس بارے میں جاری ہونے والے فرمان شاہی کا متن درج ذیل ہے۔

(عدالت عالیہ، مجلس قضاء اعلیٰ) کے نزدیک معتبر عینی شاہدوں کی شہادت کی بنا پر شرعی طور پر رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کے آغاز کا آج ہفتہ کی رات (گیارہ جون ۸۳ء) سے ثبوت ہوگیا ہے، لہٰذا کل ہفتہ کا دن رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا (روزنامہ المدینہ جدہ یکم رمضان ۱۴۰۳ھ ۱۱/جون ۸۳ء) اسی اخبار المدینہ کے اگلے دن کی اشاعت میں ایک نوٹ لکھا جس کا ترجمہ ہے۔

رمضان کے آغاز کے اعلان میں تاخیر اور اس کے دلچسپ نتائج

اس سال ہلال رمضان کی رویت کے اعلان میں تاخیر کے دلچسپ نتائج سامنے آئے یاد رہے کہ یہ تاخیر کئی وجہ سے ناگزیر ہوئی ہے۔ سب سے بڑی وجہ وہ کارروائیاں ہیں، جو ثبوت

رویت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔مثلاً شرعی عدالت کے سامنے رویت کی شہادت کا آنا پھر اس شہادت کے سلسلہ میں شرعاً قابل اعتبار ہونے کا اطمینان،ان دونوں مرحلوں کے بعد تیسرا مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ عدالت جس کے سامنے شہادت پہونچتی ہے،وہ رویت ہلال کے اعلیٰ ذمہ داروں کو اطلاع پہنچاتی ہے،ظاہر ہے کہ ان سب کارروائیوں میں وقت لگ ہی جاتا ہے۔اور جب کبھی رویت کے اعلان میں دیر ہوتی ہے،کوئی نہ کوئی دلچسپ واقعہ ضرور پیش آتا ہے، مدینہ منورہ کے بڑی عمر کے باشندوں کو یاد ہوگا ایک مرتبہ رمضان کے آغاز کی خبر توپ کے گولے کے ذریعہ اس وقت ملی تھی جبکہ آدھا دن گذر چکا تھا۔اور لوگ دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔اسی طرح ایک لطیفہ ہمارے اخبار کے ایک کارکن کے ساتھ اب پیش آیا۔ وہ کل رات دس بجے تک رویت کے اطلاع کی انتظار کے بعد سو گئے اور صبح معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد ناشتہ کرکے باہر نکلے تو بازار بند دیکھا۔اس سے ان کو کچھ شبہ ہوا۔اتنے میں ایک دوست نے ان کو رمضان المبارک کے آغاز کی مبارکباد دی،تب ان کا شبہ یقین سے بدلا۔

روزنامچہ المدینہ جدہ دو رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ۱۲/جون ۸۳ء۔

اسی موضوع سے متعلق کچھ مزید

راقم سطور نے اسی رمضان المبارک میں حضرت مولانا زکریا نوراللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی کی تلخیص کا کام کیا جیسا کہ معلوم ہے حضرت کے قیام زندگی کے آخری دس سالوں میں ”حجاز مقدس“ زیادہ تر ”مدینہ منورہ“ میں رہا۔آپ بیتی میں کئی جگہ رمضان عید یا حج کے چاند کے بارے میں حضرت شیخ کے بیانات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی تاریخ کا فیصلہ اور اعلان کسی حساب کی بنیاد پر نہیں جبکہ رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک ۸۹ھ کے نصف اول میں حضرت شیخ کا قیام ”مکہ مکرمہ“ رہا،اور نصف آخر میں ”مدینہ منورہ“،آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ”مسجد نبوی“ میں فرمایا۔

آپ بیتی میں حضرت نے لکھوایا ہے،بیس رمضان کی شام سے اعتکاف کیا ۲۹/کا چاند

ہوا،عشاء کی نماز کے بعد ”قاری صاحب“ نے بھرائی ہوئی آواز میں اعلان کیا،کہ شہادت شرعیہ سے رویت ثابت ہوگئی اور رمضان ختم ہوگیا۔آپ بیتی ۴ ۲۹۴ اور آپ بیتی ۵ میں ۱۳۹۳ھ کے ”مدینہ منورہ“ کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا ہے،شروع رمضان میں چونکہ رویت کا ثبوت دیر میں ہوا تھا اس لئے پہلی شب میں قرآن شریف شروع نہیں ہوا تھا،آپ بیتی ۵ ص ۱۳۱،اسی آپ بیتی ۷ میں ۱۳۹۷ھ کے حج کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ۴/ذی الحجہ کو ٹیلی ویژن وغیرہ پر اعلان ہوا کہ تاریخ بدل گئی اور اب حج بجائے ۲۰/نومبر کے ۱۹ نومبر کو ہوگا۔آپ بیتی ۷ ص ۲۳۵۔ظاہر ہے کہ تاریخ کی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حج بجائے بعد میں ایک دن پہلے رویت کی شہادت فراہم ہوگئی،اب کمپیوٹر یا کسی بھی حساب سے رویت کا فیصلہ کیا جاتا تو تاریخ کی تبدیلی اور اسی طرح دیر سے ثبوت فراہم ہونے کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔حضرت شیخ کی آپ بیتی میں ان کے علاوہ بھی اسی طرح کی متعدد مثالیں ہیں،بہرحال ان چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ سعودی عرب میں قمری تاریخ کا فیصلہ واقعی رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے،جو صحیح شرعی طریقہ ہے۔”**واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**“ بعد کا اضافہ،مندرجہ بالا سطروں پر یہ مضمون ختم ہوگیا تھا یہ کتابت بھی ہو چکی تھی کہ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے بھیجے ہوئے اخبار المدینہ مؤرخہ ۳۰ رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آنے کی بنا پر تیسویں روزہ کا اعلان ہے اس خبر کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

طائف مجلس اعلیٰ کے سربراہ ”شیخ صالح الحیدان“ نے اخبار ”المدینہ“ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اتوار کا دن رمضان کا آخری (تیسواں) دن ہوگا۔اور عید الفطر کل دوشنبہ کو ہوگی، انہوں نے کہا کہ مجلس کے سامنے شوال کے چاند کی رویت کی کوئی شہادت نہیں آئی،اس لئے اتوار کے دن تیسواں روزہ رکھا جائے گا۔کیونکہ رویت نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے ہونے کے بعد ہی مہینہ کو ختم قرار دیا جاسکتا ہے،دوسرا تراشہ اخبار ”المدینہ“ (تیس رمضان) کے اداریہ کا ہے،جس کا عنوان ہے ”رویت ہی ثبوت ہلال کی بنیاد ہے“۔

اخبار ’’المدینۃ‘‘ کے فاضل اڈیٹر نے اپنے اس ادارتی کالم میں سعودی عرب بلکہ پورے عالم اسلام کی معروف مستند شخصیت ’’شیخ عبد اللہ ابن باز‘‘ کے ایک بیان کا ذکر کیا ہے، جس میں بقول فاضل اڈیٹر شیخ نے واضح اور دوٹوک انداز سے یہ بات کہی ہے کہ فطری طور پر چاند نظر آنے پر ہی، مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ رسدگاہوں اور دوسرے آلات سے مدد لینے کی ممانعت نہیں ہے، لیکن ان چیزوں پر اعتماد اور ان کو رویت کا معیار قرار دینا اس طور پر کہ رویت ان مشینی آلات کی شہادت کے بغیر تسلیم ہی نہ کی جائے قطعاً ممنوع ہے۔ (شیخ نے اپنے بیان میں ان حسابات کی روشنی میں چاند کی پیدائش ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے والوں کے درمیان اکثر واقع ہونے والے اختلاف رائے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان مصنوعی وسائل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا) آگے چل کر فاضل اڈیٹر نے ’’شیخ عبد اللہ ابن باز‘‘ کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ شیخ کے اس بیان سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ مملکت سعودیہ میں گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رویت کا ثبوت شرعی طور پر ہی ہوا، بہرحال مندرجہ بالا واقعاتی شہادتوں اور شیخ ابن باز کے اسی واضح بیان کے بعد صرف حساب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہنا کہ سعودی عرب میں رویت ہلال کا مسئلہ تمام تر غیر شرعی اصولوں پر طے ہوتا ہے، اس احتیاط کے خلاف ہے جو ہمارے دین کے اہم تعلیمات میں سے ہے۔ خصوصاً ایک ایسے مسئلے میں جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اپنے حج کے بارے میں شک وشبہ پیدا ہوجائے۔

مخدوم ومکرم ومحترم المقام جناب حضرت مولانا اسمٰعیل آدم کنتھاروی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مشتمل برائے استفتا نظر نواز ہوا، غور وخوض کے بعد درج ذیل چند سطور سپرد قرطاس ہیں۔

روزہ وافطار کے سلسلہ میں دو حدیثیں بنیادی ہیں: (۱) ’’صوموا لرویتہٖ وافطروا لرؤیتہ‘‘۔ (۲) ’’الشھر ھکذا او ھکذا او ھکذا الحدیث‘‘۔ لیکن رویت ہر

ایک جگہ اور ہر ایک کے لئے ممکن نہیں، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں روزہ وافطار کی تین صورتیں بیان کی ہیں: (۱) شہادت علی الرؤیۃ۔ (۲) شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ۔ (۳) شہادت علی قضاء القاضی۔ پہلی صورت کا تحقق آنجناب کی تحریر کردہ تفصیلات کے مطابق غیر ممکن ہے، لہٰذا دوسری یا تیسری صورت میں سے کسی بھی ایک صورت کے ذریعہ حدود شرعیہ کے اندر مراکش یا سعودیہ عربیہ کی رویت معتبر ہے، لیکن سعودیہ کی رویت کا اعتبار قاطع نزاع اور جامع المسلمین ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسر ہی کا اعتبار کیا جائے۔

آنجناب کے ارسال کردہ پمفلیٹ اور مخدوم ومکرم حضرت مولانا ’’نعمانی‘‘ صاحب دامت برکاتہم کی تحریر اور مولانا ’’عبد اللہ عباس ندوی‘‘ صاحب استاذ ’’جامعہ ام القریٰ‘‘ کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حکومت سعودی عرب شرعی ضابطہ کی پابندی کرتی ہے، لہٰذا اگر شرعی ضابطہ کے تحت وہاں کی رویت موصول ہوسکتی ہے تو بالکل اعتبار کیا جائے باقی بے سند افواہوں کی بھی کمی نہیں، لیکن ان کی طرف سے صرف نظر ضروری ہے۔

ھذا ھو ما عندی ولعل عند غیری أحسن منہ

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نماز عید کا مسئلہ

سوال (۲۹۳): امسال یعنی ۱۹۸۶ء میں ختم رمضان المبارک اور عید الفطر کے بارے میں بہت ہنگامی اختلاف ہوگیا بہت مقامات پر عید الفطر ۹ جون بروز دوشنبہ کو منائی گئی اور بہت سے مقامات پر ۱۰ جون بروز منگل کو عید کی نماز پڑھی گئی دریافت یہ کرنا ہے کہ حقیقت میں عید الفطر کس تاریخ کو تھی نیز جن لوگوں نے ۹ جون بروز دوشنبہ کو عید الفطر منایا ان لوگوں کے اوپر ایک روزہ کی قضا واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ترمذی شریف کی روایت ہے الفطر یوم تفطرون یعنی جس دن جہاں عید کی نماز پڑھی گئی وہی دن وہاں کے لئے عید کا دن ہے (۱) اس سال بعض علاقوں میں ۲۹ کی رویت شرعی طور پر ثابت ہوگئی وہاں دوشنبہ کو عید کی نماز پڑھی گئی اور جہاں ۲۹ کی رویت شرعی طور پر ثابت نہیں ہوسکی وہاں سہ شنبہ کو نماز پڑھی گئی اتنی بات ضرور ہے کہ ۲۹ کو رویت ہوئی تھی۔ بعض جگہوں پر لوگوں نے چاند دیکھا اور بعض جگہوں پر نہیں دیکھ سکے اور وہاں شرعی طور پر رویت کی خبر نہیں پہنچ سکی اس لئے ان لوگوں نے سہ شنبہ کو نماز پڑھی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الصوم یوم تصومون والنظر یوم تفطرون۔ والأضحی یوم تفحون۔ (سنن الترمذی ص:۱۵۰ ج:۱ مکتبه بلال)۔

(۲) الشهر لا یزید علی الثلاثین.... لئلا یلزم أن یکون الشهر غانیة وعشرین۔ (شامی ص:۳۹۲ ج:۲۔ کراچی)۔

وإذا کانت السماء صحواً فلا بد من رؤیة جمع عظیمٍ لاثبات رمضان والنظر أو العید۔ وأما إذا لم یکن السماء صحواً.... هلال شوال فیثبت برؤیة الجماعة الکثرة۔ التی یؤمن نوافقها علی الکذب۔ (الفقه الإسلامی وأدلتل۔ (ص۱۶۳۔ ج:۳)۔

بدائع الصنائع ص:۲۲ر ج:۲۔ زکریا۔

عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد بھولنے کا حکم

سوال (۲۹۴): عید کی نماز میں امام تکبیرات زوائد کہنا بھول گیا تو کیا مقتدی تکبیرات زوائد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تکبیرات زوائد نہ کہیں (خمسة أشیاء اذا ترك الامام ترك المقتدی ایضًا وتابع) تکبیرات العید والقعدة الاولی وسجدة التلاوة والسهو والقنوت اذا خاف فوت الرکوع هکذا فی الوجیز للکردری. (الفتاویٰ الهندیه: (۱) ۱/۹۰، کذا فی رد المحتار (۲): ۱/۳۱۶)

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندیه ص:۹۰ر ج:۱۔ رشیدیه۔

(۲) کقوله الفتوت وتکبیعرات العید أو القعدة الأولی أو سجود السهو أو التلاوة دفیترکه المؤثم أیضاً۔ (رد المحتار علی در المختار ص۳۱۶ ج:۱۔ باب واجبات الصلاة)۔ نعمانیه دیوبند۔

(۳) من الواجب متابعة المقتدی إمامه فی الأرکان الفغلیة.... والحاصل أن متابعة الإمام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة فإن عارضهاء واجب آخر لا ینبغی أن بنوت ذلك الواجب۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۲۵۵ دار الکتاب)۔

نماز عیدین کی قضا نہیں

سوال (۲۹۵): اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی یا نماز جمعہ کی جماعت چھوٹ گئی تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے یا نہیں اگر قضا واجب ہے تو کس طرح سے ادا کی جائے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز اگر چھوٹ گئی تو اس کی قضاء نہیں (۱) ہے البتہ اگر جمعہ کی نماز چھوٹ گئی تو اس کی قضا ظہر کی نماز (۲) ہے جب بھی پڑھنے ظہر کی نیت سے ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال عبدالله بن مسعودٍ رضي الله عنه، من فاتته العيد دفليصل أربعاً: وقال أبو حنيفة: إن شاء صلى وإن شاء لم يصلي فإن شاء صلى أربعاً وإن شاء ركعتين. (اعلاء السنن ص۱۱۹ ج. ادارة القرآن كراچى).

(۲) فإن عجز صلى أربعاً كالظهر" أي استحباباً كما في القهستاني، وليس هذا قضاء لأنه ليس على كفيتهما. (رد المحتار على هامش الدر المختار ص:۱۷۶ ج:۲. سعيد).

لأن الصلاة بهذه الصفة لم نعرف قربةً إلا شرائط: لانختم مالمنفرد. فمراد نفى صلاتها وحده. (البحر الرائق ص:۱۶۲ سعيد).

إن الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت عنه الصلاة بالجماعة لا يقضيها من فاتته. (مجمع الأنهر ص۲۵۸ ج:۱، فقيه الامت)

ریڈیو پر رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کا حکم

سوال (۲۹۶): پاکستان سے اگر چاند کے دیکھنے کی اطلاع بذریعہ ریڈیو نشر کی جائے تو اہلِ ہند اس کو مان سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

اگر ۲۹؍شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور متعدد ریڈیو سے چاند کی خبر آئے

جن سے ظن غالب ہو جائے تو ثبوت رمضان کے لئے اتنا کافی ہے لیکن ثبوت عید کے لئے شہادت ضروری ہے پس اگر (۲۹ رمضان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور مسلم حاکم یا رویت ہلال کمیٹی جو کہ ذی علم اور دیانتدار افراد و ارکان پر مشتمل ہو با قاعدہ شرعی شہادت حاصل کر کے اعلان کرے یا ریڈیو پر اس طرح اعلان کرائے کہ فلاں مقام پر رویت ہلال کمیٹی کے پاس شرعی شہادت پہنچ گئی ہے اور رویت کا ثبوت ہو گیا ہے اب وہ رویت ہلال کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ کا نہ رہ جائے یا ۳۱ کا نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۱۲۲) (۱)

نعم لو استفاض الخبر في البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب (قال ابن عابدين) قال الرحمتي معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه. (شامی: ۲/ ۹۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

شامی ص: ۳۹۰/ ج: ۲۔ کراچی۔

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص ۷۷/ ج: ۱۰۔ ڈابھیل۔

والمراد بالا ستفاضة تواتر الخبر الواردين من بلدة القرب إلى البلدة التي لم يثبت بها. (منحة الخالق على البحر الرائق ص۲۷۰ ج:۲. سعيد).

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۳۶۵/ ج: ۳۔ زکریا۔

البحر الرائق ص: ۲۷۰ ج: ۲۔ سعید۔

فون پر رویت ہلال کی خبر کا حکم

سوال (۲۹۷): کیا ٹیلیفون کی خبر رویت ہلال کے سلسلے میں معتبر ہے؟ اور اس بنیاد پر عید کا اعلان کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ٹیلیفون کی خبر رویت ہلال عید کے سلسلے میں معتبر نہیں ہے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں "ٹیلیفون کی خبر پر رویت کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے کیونکہ ٹیلیفون پر بات کرنا شہادت شرعیہ میں داخل نہیں اگر چہ آواز پہنچائی جائے تاہم اشتباہ سے خالی نہیں اور مشتبہ چیز پر رویت کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ (کفایت المفتی: ۴/ ۴۰۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کفایۃ المفتی ص ۲۱۵/ج: ۴۔ زکریا۔

ولا يشهد على صحب بسماعة منه إلا إذا تبيين لقائل بأن لم يكن في البيت غيره أو يرى نشخصها أي للقائلة مع شهادة اثنين (مع فشهادة) مأنها فلانة بنت فلال بن فلاں۔ (الدر المختار كتاب الشهادات ص:۴۶۸ ج:۵۔ سعید)۔

يثبت بطريق موجبٍ كأن يتحمل اثنان الشهادة على حكم القاضي۔ (شامی ص:۳۹۴/ج:۲) کراچی۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۶۵۶/دار الکتاب۔

چند صوبوں میں ایک ہی دن نماز عید ادا کرنے کی صورت

سوال (۲۹۸): کیا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ شرقاً وغرباً، جنوباً وشمالاً یا ایک صوبہ یا چند صوبوں میں ایک ہی دن نماز عید ادا کی جا سکے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

چند صوبوں کے لوگ ایک ہی دن نماز عید ادا کر سکتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ہر شہر میں رویت ہلال کمیٹی بنادی جائے جس کے افراد وارکان ذی علم اور پابند شرع ہوں اور رویت کی شرعی شہادت لے کر یہ اعلان کرے کہ فلاں روز نماز عید ادا کیجائے گی یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ کا نہ رہ جائے یا ۳۱ کا نہ ہو جائے یہ اس وقت ہے جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولو استفاضه الخبر فى البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح من المذهب۔

(شامی ص:۳۹۴ ج:۲) کراچی۔

إذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطابع لزم حكم أهل إحدى البلدتين البلدة الأخرى۔ (تاتارخانیہ ص:۳۶۵ ج:۳۔ زکریا)

الشهر لا يزيد على الثلاثين... لئلا يلزم أن يكون الشهر ثمانية وعشرين۔

(شامی ص:۳۹۲۲ ج:۲۔ کراچی)۔

وأما إذا لم يكن السماء صحواً بسبب غيمٍ أوغبارٍ ونحوه فيكتفي الإمام في رؤية الهلال بشهادة مسلمٍ واحدٍ عدلٍ عاقلٍ بالغٍ وأما هلال شوال فيثبت برؤية الجماعة الكثرة۔ (الفقه الإسلامي وأدلته ص۱۶۵۳ ج:۳)

رویت ہلال کی شرعی شہادت رد کر دی گئی

سوال (۲۹۹): ایک آدمی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اس نے آکر شہادت دی اس کی شہادت رد کر دی گئی کیا وہ اپنے مشاہدہ پر عمل کر سکتا ہے یا وہ بھی اجتماعی فیصلہ کا مکلف ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

رمضان کے سلسلہ میں اپنے مشاہدہ پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھے اور عید کے چاند کے سلسلہ میں وہ اجتماعی فیصلہ کا مکلّف ہے: ’’ومن رای هلال رمضان وحده صام وإن لم يقبل الامام شهادته ومن رای هلال الفطر وحده لم يفطر احتياطًا‘‘۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التـــعـــلـيـــــق والـــتـخـــريـــــج

ومن رأى هلال رمضان أو الفطر ورد قوله صام، وإن أفطر قضى فقط: وفى المجمع: وأما فى هلال رمضان فلأنه يوم عيدٍ عنده لو أكمل ثلاثين يوماً لا يفطر إلا مع الإمام للاحتياط. (مجمع الأنهر ص۳۵۱ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

(۱) من رأى هلال رمضان وحده أو هلال الفطر وحده ردقوله لزمه الصيام۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۶۵۱ دار الكتاب)۔

الدرالمختار مع ردالمحتار ص: ۳۸۴ کراچی۔

البحرالرائق ص: ۲۶۵ ج: ۲۔ سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۳۶۲ ج: ۳۔ زکریا۔

عیدین کی نماز میں قراءت میں شرکت کرنے والا تکبیرات زوائد کب کہے؟

سوال (۳۰۰): زید نماز عید میں اس وقت شریک ہوا جبکہ امام تکبیرات زوائد سے فارغ ہو کر قرآت میں مشغول ہو چکا تھا زید صرف تکبیر تحریمہ کہہ کر سماعت قرآت میں مشغول ہو جائے یا تکبیر زوائد کہنے کے بعد سماعت قرآت میں مشغول ہو؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید تکبیر تحریمہ کے بعد تکبیرات زوائد کہے پھر سماعت قرآت میں مشغول ہو: ’’ولو أدرك الموئتم الإمام فى القيام بعد ما كبر كبر فى الحال اى وإن كان الامام شرع فى القرأة بر اى نفسه اى ولو كان امامه شافعيا كبر سبعا فانه يكبر ثلاثا‘‘۔(الدرالمختار مع ردالمحتار(۱): ۱/ ۵۶۰، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ(۲): ۱/ ۱۵۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التـــعـــلـيـــــق والـــتـخـــريـــــج

(۱) الدرالمختار علی ردالمحتار ص: ۵۶۰ ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) ولو أن رجلاً دخل مع الإمام فى صلاة العيد فى الركعة الأولىٰ بعد ما كبر الإمام تكبير امن عباس رضى الله عنه ست تكبيراتٍ فدخل معه وهو فى القراءة والرجل يرى تكبير ابن مسعودٍ رضى الله عنهمايكبر برأى نفسه فى هذه الركعة حال ما يقرء الإمام وفى الركعة الثانية يتبع رأى الإمام۔ (الفتاوىٰ الهندية ص:۱۵۱ ج:۱۔ رشيدية)

حلبی کبیری ص: ۵۷۲۔ لاہور سہیل۔

تکبیر تشریق کا حکم

سوال (۳۰۱): بقرعید کے دنوں میں جماعت سے فراغت کے بعد تکبیر آواز بلند سے کہی جاتی ہے تو کیا تنہا پڑھنے والے یا عورتوں کو پڑھنے کا حکم نہیں ہے؟ عید کے دن بھی راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے جانے کا حکم ہے تو کیا عید کی نماز پڑھ کر اور سلام پھیر کر تکبیر کہی جائے گی؟ بعض آدمی کو دیکھا ہے کہ سلام پھیر کر بلند آواز کے ساتھ تکبیر پڑھتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

مرد وعورت دونوں پر تکبیر واجب ہے، خواہ جماعت سے نماز ادا کی ہو یا تنہا البتہ عورتیں پست آواز سے تکبیر کہیں گی (مجمع الانہر (۱): ۱/۱۷۶) نماز عید الاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (سکب الانہر: ۱/۱۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویجب (تکبیر التشریق) علی کل من یصلی الفرضه علی أی وجهٍ کان سواء أدی بجماعة أو لا وسواء کان المصلی رجلاً أو امرءةً أو مسافراً أو مقیماً. (مجمع الأنهر ص:۲۶۰ ج:۱) فقیه الامت.

(۲) ولا بأس به عقیب صلاة العید لأن المسلمین نوارثوه. (سکب الأنهر مع المجمع ص:۲۶۰. فقیه الامت).

(۳) ولا بأس به عقیب العید لأن المسلمین ثوارثوه. (إعلاء السنن ص:۱۲۰ ج:۸. ادارة القرآن).

(۴) شامی ص:۱۷۸ ج:۲ سعید کراچی۔

عیدین کی نماز کے لئے اذان کا حکم

سوال (۳۰۲): عیدین کی نماز کے لئے اذان دینا کیسا ہے؟ بایں الفاظ الصلوۃ عید الاضحیٰ، یا اس کے مثل دوسرے کلمات سے اذان دی جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر ان کلمات کو محض اعلام واخبار کے لئے کیا جائے تو کیسا ہے؟ اور اگر انہیں کلمات شرعیہ سمجھ کر پڑھا جائے تو اس صورت میں کیا مسئلہ ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والوں پر نکیر کرنا واجب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

عیدین کی نماز کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت (۱) یہ بات فقہی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، جب اعلام مفقود ہے، تو تثویب، اعلام بعد الاعلام کی اجازت کہاں سے مل سکتی ہے دور نبوی اور دور صحابہ میں وہ بات نہیں ملتی جو مذکور ہے اس لئے یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا یؤذن لعیدٍ واستسقاءٍ ووتر. (مراقی علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص:۱۹۴ دار الکتاب).

ولا أذان ولا إقامة فی صلاة العیدین. (بدائع الصنائع ص:۳۷۶ ج:۱) زکریا.

سن للفرائض: أی لا یسن لصلاة الجنازة والتطوع وصلاة العیدین والوتر وغیرها. (مجمع الأنهر ص۱۱۳ ج:۱، فقیه الامت).

ولیس لغیر الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن.... والعیدین أذان ولا إقامة. (الفتاویٰ الهندیة ص:۱۱۰ ج:۱، زکریا).

عیدین کی نماز کے بعد دعاء ومصافحہ کا حکم

سوال (۳۰۳): عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ مع حوالہ مفصل بیان فرمائیں زید نے ایک مسجد میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا ومصافحہ کرنا مسنون نہیں ہے اس پر لوگوں کو کافی اشکال ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج (۱) نہیں، البتہ مصافحہ نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حضور ﷺ وصحابہ وتابعین سے یہ ثابت نہیں، لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جس سے اختلاف وانتشار ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) عن أم عطية رضي الله عنها قالت: كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد حتى نخرج البكر من خدرها حتى تخرج الحيض فيكن خلف الصف فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعائهم ويرجون بركة ذلك اليوم وطهرته. (صحيح البخاري ص:۱۳۲ ج:۱) باب التكبير أيام حتى).

(۲) إن المواظبة عليها بعد الصلوات قد يؤدي الجهلة إلى اعتقاد سنيتها في خصوص هذه المواضع وأن لها اخصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم. أنه لم ينقلها أحد من السلف في هذه المواضع لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع. (شامي ص:۳۸۱ ج:۶، كراچی كتاب الخطر والإباحة باب الاستبراء).

عیدگاہ کے کچھ حصہ پر چھت ڈال کر پنج وقتہ نماز ادا کرنے کا حکم

سوال (۳۰۴): ہمارے استفتاء مندرجہ ذیل پر دو مختلف رائیں مفتیان کرام کی ہیں جس کی بنا پر سخت کشمکش وتردد ہے تصفیہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ہمارے یہاں مسجد نہیں ہے عیدگاہ متعین ہے اس کی چہار دیواری بھی ہے مسلم غرباء کی آبادی ہے اس وجہ سے چاہتے ہیں کہ عیدگاہ کا اگلا حصہ چھت ڈال کر مسجد بنالیا جاوے اور پوربی حصہ لمبا صحن چھوڑ دیا جاوے جو عیدگاہ ہے اور نماز پنجگانہ کے ساتھ عیدین بھی اس مسجد وعیدگاہ میں ادا کی جاتی رہے اس صورت میں مسجد کی زمین کی خریداری اور دیوار وغیرہ کی تعمیر سے کافی بچت اور غریبوں کے لئے سہولت ہوجاوے گی اب ایا ہمارا پروگرام مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر شریعت کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟ اس سوال پر دو فتوے جو ہمیں موصول ہوئے درج ہیں: (۱) ''نص الواقف كنص الشارع'' لہٰذا عیدگاہ موقوفہ کو مسجد میں تبدیل کرنا کلی یا جزئی جائز ودرست نہیں کیونکہ دونوں کے منشاء میں اختلاف ہے وہ یہ کہ سید الکونینؐ نے عیدین کی نماز ایک دفعہ چھوڑ کر ہمیشہ عیدگاہ میں ہی ادا فرمائی ہے جبکہ مسجد نبوی کا ثواب پچاس ہزار سے زائد ہے جبکہ عام مسجد کا ثواب صرف ایک ہے۔

عیدگاہ کو مسجد میں تبدیل کرنا درست وجائز ہے کیونکہ منشا واقف کے خلاف نہیں۔

دونوں فتوؤں پر باقاعدہ مہر اور دستخط ثبت نہیں لہٰذا ہمارے مسئلہ کی صورت حال اور ان جواب پر غور فرمایا جائے اور صحیح صورت حال شرعی سے مستفید فرمایا جاوے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

دوسرا فتویٰ صحیح ہے واقف کا منشا تحصیل ثواب ہے اور پنج وقتہ نماز ادا کرنے کی صورت میں واقف کے ثواب میں زیادتی ہی ہوگی کمی نہیں لہٰذا عیدگاہ کے اگلے حصہ پر چھت ڈال کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔

کیونکہ عید گاہ بعض احکام میں بحکم مسجد ہے نیز چھت ڈال کر اس میں پنجگانہ نماز پڑھنے سے عید کی نماز اس میں ناجائز نہ ہوگی کہ شرط واقف کے خلاف ہو۔(۱)

واللہ اعلم بالصواب

عبدالحلیم غفرلہٗ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو أن مقبرةً من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذلك بأساً..... ولأن المسجد أیضاً وقف من أوقاف المسلمین۔ (عمدة القاری ص:۴۳۵ ج:۳۔ زکریا۔

ولو ضاق المسجد وجنبه طریق العامه یوسع منه.... لأنهما للمسلمین نص علیه محمد کذا فی الاختیار۔ (سکب الأنهر ص:۵۹۶ ج:۱) فقیه الامت۔



باب الوتر

وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے سے قبل رکوع میں چلے جانے کا حکم

سوال (۳۰۵): زید نے وتر کی نماز پڑھائی، تیسری رکعت میں سہواً رکوع میں چلا گیا، رکوع میں جاتے ہی فوراً یاد آ گیا اور کھڑا ہو گیا اور بغیر تکبیر کہے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیا اس کے بعد دعائے قنوع پڑھا پھر رکوع کیا، اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی لیکن رکوع توڑ کر قیام کی طرف عود نہیں کرنا چاہئے تھا ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوٰته لکون رکوعه بعد قرأة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ا ص ۶۲۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص:۵۳۸۔۵۴۰/ج:۲) اشرفیہ۔

وإذا نسی القنوت فی ثالثة الوتر وتذکّرة فی الرکوع أو فی الرفع منه أی من الرکوع لا یقنت علی الصحیح لا فی الرکوع الذی تذکره فیه ولا بعد الرفع منه

ویسجد للسهو ولو قنت بعد رفع رأسه من الرکوع لا یعید الرکوع ویسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الأصلی۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۳۸۵) دار الکتاب۔

ولو تذکّره فیه أو بعد الرفع لا یقنت فی الأصحّ وسجد للسهو وإن قنت۔ (سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر: ص ۱۹۳ ج:۱) مکتبہ فقیہ الأمّت

وکذا فی التاتارخانیہ ص ۳۴۲ ر ج: ۲ زکریا۔

وکذا فی النہر الفائق ص: ۲۹۳ ر ج: ۱ زکریا بک ڈپو۔

دعاء قنوت بغیر پڑھے رکوع میں جانے کا حکم

سوال (۳۰۶): ایک شخص وتر کی نماز پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں سورۃ کے بعد دعائے قنوت پڑھنے کے بجائے اس نے رکوع کر دیا اب اس کو کیا کرنا چاہئے اٹھ کر دعاء قنوت پڑھے یا بغیر دعاء قنوت پڑھے نماز پوری کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دعائے قنوت پڑھے بغیر نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کرے:

ولو نسیه أی القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الأصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاته لکون رکوعه بعد قرأة تامة وسجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله (الدر المختار (۱) ۴۵۰، ہکذا فی الفتاویٰ (۲) الخانیة ۱/ ۱۲۱، والفتاویٰ التاتارخانیة: ۱/ ۷۲ ۲) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۴۵۰ ر ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) ولو ترك القنوت فذکر فی القعدة أو بعد ما قام من الرکوع لا یقنت وعلیه السهو۔ (الفتاویٰ الخانیة ص: ۲۲۱ ج: ۱، رشیدیة، علی هامش الهندیة)

(۳) اذا نسی القنوت حتی رکع وتذکر ی الرکوع فمن أصحابنا فیه روایتان۔ والصحیح أنه لا یقنت فی الرکوع ولا یعود إلی القیام۔ (الفتاویٰ التاتارخانیه ص: ۳۴۲۷۔ زکریا)۔

الفتاویٰ الہندیہ ص: ۱۷۰ ر ج: ۱۔ زکریا۔



باب المسافر

مسافر کا مسئلہ

سوال (۳۰۷): ایک مدرس اپنے وطن سے پچیس میل دوری کی مسافت پر بسلسلہ ملازمت مقیم ہے چند مہینوں کے بعد اڑتالیس میل کی مسافت پر جارہا ہے اور تین روز کے بعد واپسی ہوئی مدرس نے آتے ہی گھر جانے کی نیت کی لیکن ہفتہ کے بعد گھر جانے کا اتفاق ہوا آیا یہ مدرس موضع ملازمت پر مقیم رہا یا مسافر؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

موضع ملازمت پر مسافر رہا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ويبطل وطن الاقامة بمثله وبالوطن الأصليّ وبإنشاء السفر۔ (شامی: ص:۲/۷۳۹) مکتبہ اشرفیہ۔

ويبطل.... وطن الإقامة بمثله والسفر والاصلي أي السفر يبطل وطن الإمامة به لأنّه ضدّ الاقامة فلا يبقى معه حتى لو نوى الاقامة في بلد ثمّ سافر ثمّ أتى ذلك البلد قصر مالم ينوها (الاقامة)۔ (مجمع الانہر: ج:۱ص:۲۴۳) زکریا۔

ويبطل وطن الإقامة بمثله ويبطل أيضاً بانشاء السفر بعده قوله: بإنشاء السفر بعده حتى لو عاد إلى حاجة فيه قصر۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۲۹) دار الکتاب۔

وکذا فی البحر الرائق ص:۱۳۶ ج:۲۔ ایچ ایم سعید۔

مسافر قصر کے بجائے اتمام کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ قصر نماز اگر مسافر قصداً پوری پڑھے تو کیا پوری نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے ایسی حالت میں مصلی کی نماز ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو مصلی کو ثواب ہوگا یا وہ گنہگار ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسافر کے لئے واجب ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قصر کرکے دو رکعت ادا کرے صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبًا لقول ابن عباس ان الله فرض على لسان نبيكم صلوٰة المقيم اربعًا والمسافر ركعتين الحديث تنوير الابصار(۱) مع الدر المختار ج۱ص۵۲۷ والقصر لازم عندنا الخ (كبيری ص۴۹۹)(۲)

قصر ترک کرکے اتمام کرنے میں ثواب کے بجائے گناہ ملے گا فلا يتضمن اكمال الصلوٰة ثوابا لان الثواب من فعل العبد ما عليه ولوبا لتخيير بينه وبين ما ايسر الخ (مراقی الفلاح ص۲۲۹)(۳)

واما الصلوٰة في السفر فليست الا ركعتين من الرباعية فاذا صلاهما لم يبق عليه شيء فلا ثواب له في الاكمال اربعًا الخ (مراقی الفلاح ص۲۹۹)(۴)

کیونکہ ایسا شخص سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی سفر کی حالت میں اتمام نہیں کیا خواہ تعلیم جواز ہی کے لئے کیوں نہ ہو چنانچہ کبیری میں ہے(۵) وان الاتمام منكر ولو كان جائزًا لفعله عليه الصلوٰة والسلام مرة تعليمًا للجواز الخ ص۵۰۰ ولهٰذا يكره الاتمام عندنا حتى روى عن ابی حنيفة ؒ انه قال من اتمّ الصلوٰة فقد اساء وخالف السنة الخ (كبيری ص۵۰۱)(۶)

اور صاحب در مختار نے قہستانی کے حوالہ سے یہاں تک لکھ دیا کہ ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے لیکن علامہ شامی نے استحقاق جہنم کو عدم توبہ اور عدم معافی خداوند قدوس کے ساتھ مقید کر دیا ہے لہٰذا اگر توبہ کرے تو امید ہے کہ انشاء اللہ جل شانہ معاف فرمادیں گے کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار در(۷) مختار ج۱ ص۵۳۰ قولہ استحق النار ای اذا لم یتب او یعف عنه العزیز الغفار شامی بہر حال حالت سفر میں قصر کے بجائے اتمام مکروہ تحریمی ہے واساءته بتاخیر السلام المراد بالاساءة کراهة التحریم طحطاوی(۸) علی المراقی وهکذا فی رد المحتار قوله بعد ان فسر اساء باثم و کذا صرح فی البحر بتأثیمه فعلم ان الاساءة هنا کراهة التحریم ج۱(۹) ص۵۳۰ اور چونکہ حالت سفر میں دو رکعت ادا کرنا واجب ہے لہٰذا عمداً دو کے بجائے چار رکعت ادا کرنے کی وجہ سے تارکِ واجب اور مرتکب مکروہ تحریمی ہوا اور یہ ضابطہ ہے کہ عمداً ترکِ واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے نیز ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کو مستلزم ہو وہ بھی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو واجب الاعادہ ہو اگر وقت میں یا وقت نکل جانے کے بعد ادا کر لی جائے تو بلا نقصان ادا سمجھی جائے گی اور اگر اعادہ نہیں کیا تو نفس فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا لیکن وہ بھی ناقص اور اس کے ساتھ شرعاً وہ فاسق و گنہگار ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں چاہئے کہ وہ اتمام والی نمازوں کا اعادہ کر لیں تاکہ فسق واثم سے خارج ہو جائیں اور آئندہ خیال رکھیں وحکم الواجب استحقاق العقاب بترکه عمدًا الی ان قال واعادتها بترکه عمدا وسقوط الفرض ناقصًا وان لم یسجد ولم یعد مراقی الفلاح(۱۰) ۱۳۴ وان لم یعدها حتی خرج الوقت تسقط مع النقصان و کراهة التحریم ویکون فاسقا اثمًا کذا الحکم فی صلوة ادیت مع کراهة التحریم الخ طحطاوی علی المراقی ص ۱۳۴۔

قلت أی لانه یشمل وجوبها فی الوقت وبعده أی بناءً علی أن

الاعادة لا تختص بالوقت وظاهر ما قدمنا عن شرح التحریر ترجیحه وقد علمت ایضًا ترجیح القول بالوجوب رد المحتار ج۱ ص۴۸۷ مطلب فی تعریف الاعادة باب قضاء الفوائت

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) صلی الفرض الرباعی رکعتین وجو بالقول ابن عباس رضی اللہ عنہ ان الله فرض علی لسان نبیکم صلاة المقیم اربعاً والمسافر فر رکعتین الحدیث۔ (الدر المختار مع الشامی: ۷۲۶ ج:۲۔ اشرفیه)

(۲) والقصر لازم عندنا۔ (حلبی کبیر: ص ۵۳۷۔ سہیل اکیدمی لاہور پاکستان)۔

(۳) فلا یتضمن اکمال الصلاة ثواباً لان الثواب من فعل العبد ما علیه ولو بالتخییر بیناه وبین ما الیسر۔ (مراقی الفلاح ص۴۲۰ دار الکتاب)۔

(۴) واما الصلاة فی السفر فلیست الا رکعتین من الرباعیة فاذا صلاهما لم یبق علیه بشیئ فلا ثواب له فی الاکمال اربعاً الخ۔ (مراقی الفلاح ص۴۲۰/دار الکتاب دیوبند)

(۵) ص:۵۳۸۔

(۶) (حلبی کبیر: ص ۵۳۸) سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان۔

(۷) (الدر المختار مع الشامی ص: ۲/۷۳۴) اشرفیہ

(۸) مراقی الفلاح ص:۴۲۰ دار الکتاب۔

(۹) (ص: ۲/۷۳۴) اشرفیہ۔

(۱۰) (مراقی الفلاح ص: ۲۴۷) دار الکتاب۔

(۱۱) (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۲۴۷-۴۸) دار الکتاب۔

(۱۲) (الشامی ص: ۶۳۱/ج: ۲) اشرفیہ مطلب فی تعریف۔ الاعادة باب قضاء الفوائت۔

قصر کی ایک صورت

سوال (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے وطن سے تقریباً ۲۰ یا ۲۵ میل دور ملازم ہے اور اسی جگہ سے ایک ہفتہ کے لئے سو میل دور کا سفر کرتا ہے پھر ایک ہفتہ بعد واپس ہوا تو ابھی ملازمت کی جگہ ٹھہر گیا اور چند یوم بعد ۱۵ یوم سے قبل وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے آیا اس وقفہ میں اس ملازمت گاہ پر مسافر ہوگا یا مقیم؟ اور نماز قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔ بینوا بالصواب توجروا بغیر حساب

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسافر رہے گا قصر کرے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بسير الإبل أو مشي الأقدام يلزمه قصر الصلاة. إن كان ذلك وطنا اصليا، بأن كان مولده وسكن فيه أولم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله داراً. وإن لم وطنا أصلياً له فإنه يقصر الصلاة مالم ينو الإقامة بها خمسة عشر يوماً. (قاضی خان ج:۱ ص:۴۸۔۱۴۷، دار الکتب العلمیۃ)

ويصير مريد السفر مسافراً إذا فارق بيوت البلد قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بامشي الأقدام ولا يزال على حكم السفر حتى يدخل بلده أو ينوي الإقامة خمسة عشر يوماً في مدينة أو قرية وإن نوى أقل من ذلك فهو مسافر وطال مقامه. (الفقہ الحنفی وأدلتہ ج:۱ ص:۲۷، شیخ الہند)

فإذا قصر الإنسان موضعاً بينه وبين مقصده مسيرة ثلاثة أيام جاز له القصر۔

(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ج:۲ ص:۱۳۴۲ دار الفکر)

وکذا فی الفتاویٰ الہندیہ ج:۱ ص:۱۹۹ (زکریا)۔

وکذا فی الہدایہ ج:۱ ص:۱۶۶۔ (تھانوی)۔

وکذا فی البنایہ ج:۳ ص:۲۰۔۱۹۔ (دار الفکر)۔

مسافر کے لئے قصر کا حکم

سوال ۲۶۳: قصر نماز اگر مسافر قصداً پوری پڑھے تو کیا پوری نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے؟ ایسی حالت میں مصلی کی نماز ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو مصلی کو ثواب ہوگا یا گنہگار ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسافر کے لئے واجب ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قصر کرکے دو رکعت ادا کرے۔

صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلاۃ المقیم اربعًا والمسافر رکعتین الخ (تنویر الابصار مع الدر (۱) المختار ج۱ ص۵۲) والقصر لازم عندنا الخ (کبیری ص۴۹۹) قصر ترک کرکے اتمام کرنے میں ثواب کے بجائے گناہ ملے گا۔ فلا یتضمن اکمال الصلاۃ ثوابًا لان الثواب فی فعل العبد ما علیه ولو بالتخییر بینه وبین ما ایسر. (مراقی الفلاح (۲) ص۲۲۹) واما الصلاۃ فی السفر فلیست الا رکعتین من الرباعیة فاذا صلاها لم یبق علیه شیء فلا ثواب له فی الا کمال اربعًا الخ (مراقی الفلاح ص۲۲۹)

کیونکہ ایسا شخص سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والا ہے حضور ﷺ نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی سفر کی حالت میں اتمام نہیں کیا خواہ تعلیم جواز ہی کے لئے کیوں نہ ہو چنانچہ کبیری میں ہے ولان الاتمام منکر ولو کان جائزًا لفعله علیه

الصلاۃ والسلام مرۃً تعلیماً للجواز الخ ص ۵۰۰۔

ولہٰذا یکرہ الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃ انہ قال من اتم الصلوٰۃ فقد اساء وخالف السنۃ کبیری ص ۵۰۱۔

اور صاحب درمختار نے قہستانی کے حوالہ سے یہاں تک لکھ دیا کہ ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے لیکن علامہ شامی نے استحقاق جہنم کو عدم توبہ اور عدم معافیٔ خداوند قدوس کے ساتھ مقید کیا ہے لہٰذا اگر توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ جل شانہ معاف فرمادیں گے۔

کما حررہ القھستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار اھ۔ (درمختار ص ۵۳۰)

قولہ استحق النار ای اذا لم یتب او یعف عنہ عزیز الغفار اھ۔ (شامی)

بہر حال سفر میں قصر کے بجائے اتمام مکروہ تحریمی ہے واساءتہ بتاخیر السلام المراد بالاساءۃ کراھۃ التحریم. طحطاوی علی مراقی الفلاح وھکذا فی رد المحتار قولہ بعد ان فسر اساء باثم وھکذا صرح فی البحر بتأثیمہ فعلم ان الاساءۃ کراھۃ التحریم اھ ج ا ص ۵۳۰۔

اور چونکہ حالت سفر میں دو رکعت ادا کرنا واجب ہے لہٰذا عمداً دو کے بجائے چار رکعت ادا کرنے کی وجہ سے تارک واجب اور مرتکب مکروہ تحریمی ہوا اور یہ ضابطہ ہے کہ عمداً ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کو مستلزم ہو وہ بھی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو واجب الاعادہ ہو اگر وقت میں یا وقت نکل جانے کے بعد ادا کرلی جائے تو بلا نقصان ادا سمجھی جائے گی اور اگر اعادہ نہیں کیا تو نفس فریضہ ذمہ سے ساقط ہوجائے گا لیکن وہ بھی ناقص اور اس کے ساتھ ساتھ شرعاً وہ فاسق اور گنہگار ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چاہئے کہ اتمام والی نمازوں کا اعادہ کرلیں تاکہ فسق واثم سے خارج ہوجائیں اور آئندہ خیال رکھیں۔

وحکم الواجب استحقاق العقاب بترکہ عمداً الی ان قال واعادتھا بترکہ عمداً وسقوط الفرض ناقصاً ان لم یسجد ولم یعد اھ مراقی الفلاح ص ۱۳۴۔ وان لم یعدھا حتی خرج الوقت تسقط النقصان و کراھۃ التحریم (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۳۴) قلت ای لانہ یشمل وجوبھا فی الوقت وبعدہ ای بناءً علی ان الاعادۃ لا تختص بالوقت وظاھر ما قدمناہ ترجیحہ شرح التنویر اھ. (رد المحتار ج ا ص ۴۸۷) (مطلب فی تعریف الاعادۃ باب قضاء الفوائت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مر تخریجہ فی المسئلۃ السابقۃ

دوران سفر وطن اصلی سے صرف مرور ہوا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۱۱): بکر ایک جگہ مقیم ہے اس کو ایک جگہ جانا ہوا جو اس کے وطن اقامت سے سفر شرعی کی مقدار یعنی ۴۸ میل سے زیادہ ہے لیکن راستہ میں اس کا مکان پڑتا ہے۔ اپنے مکان سے گذرتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچ گیا اپنے مکان پر اترا نہیں یہ بھی یاد رہے کہ اس کے مکان سے منزل مقصود شرعی مسافت سے کم ہے مثلاً مغل سرائے کا رہنے والا بھوجپور میں مقیم ہے اس کو بنارس جانا ہوا مغل سرائے ہوتے ہوئے بنارس پہنچا اپنے گھر نہیں گیا تو ایسی صورت میں کیا وہ مسافر ہوگا یا مقیم۔ کون سے احکام اس پر جاری کئے جائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

وطن اصلی سے ۴۸ میل کی مسافت کی نیت سے نکلنے والا شخص فناء مصر وقریہ سے نکل کر قصر شروع کردے (۱) گا اور اس وقت تک قصر کرتا رہے گا جب تک کسی آبادی میں پندرہ

دن یااس سے زیادہ قیام کی قابل اعتبار نیت نہ کرلے اور جب وطن اصلی میں داخلہ ہوگا خواہ یہ داخلہ بطورِ مرور ہو یا کسی ضرورت کے تحت ہو، اختیاری ہو یا غیر اختیاری بہر حال داخل ہوتے ہی مسافرت کی رخصت ختم ہوجائے گی اور یہ شخص صاحب عزیمت ہوجائے گا چاہے وطن اصلی کے حدود میں چند لمحہ ہی کیوں نہ آیا ہو اور دوبارہ جب یہاں (وطن اصلی) سے نکلے گا تو رخصت سے اسی وقت مستفید ہوسکے گا جب منتہائے سفر کم از کم ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہو الغرض وطن اقامت میں رخصت موقوف ہوجاتی ہے پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت پر بخلاف وطن اصلی کے یہاں دخول محض کافی ہے انعدام رخصت کے لئے خواہ دخول بطریق مرور ہو یا بطریق مکث۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مغل سرائے کا رہنے والا جب وطن اقامت بھوجپور سے بنارس کی نیت سے نکلے گا اور مغل سرائے سے گذرے گا خواہ بس سے گذرے یا ریل سے چونکہ دونوں طریق میں گذر شہر کے درمیان سے ہوگا تو مغل سرائے پہونچ کر رخصت ختم ہوجائے گی اور مغل سرائے سے نماز کی مسافت چونکہ شرعی تحدید سے کم ہے اس لئے مغل سرائے سے بنارس تک قصر کے بجائے اتمام کرے گا اور اگر بھوجپور سے کوئی راستہ ایسا ہو جو حدود وفنا مغل سرائے سے باہر ہو اس صورت میں بھوجپور سے بنارس کی نیت سے چلنے والا شخص مسافر ہوگا اور وہ قصر کرے گا۔

التعلیق والتخریج

(۱) والمعتبر من الخروج أن یجاز المصر وعمراناته وهو المختار وعلیه الفتوى. (الفتاویٰ التاتارخانیة ص:۴۹۳ ج:۲) زکریا۔

قال محمد رحمه الله لا یقصر حتى یخرج من مصره ویخلف دور المصر. (المحیط البرهانی ص:۳۸۷ ج:۲۔ مجلس علمی)۔

وأشار إلى أنه شرط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربعض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومنا كين فإنه في حكم المصر. (شامی ص:۱۲۱ ج:۲۔ کراچی)۔

قصر میں قریب اور بعید راستہ کا اعتبار

سوال (۳۱۲): ہم گھر سے منزل تک بس کے ذریعہ پہونچے تو مسافر ہوگئے اور سائیکل سے بائی پاس ہو کر چلے تو مسافت سے دو تین کیلو میٹر کم ہو رہا ہے تو بس کا اعتبار ہے یا موٹر سائیکل کا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جس سواری اور راستہ سے آپ گئے ہیں اس کا اعتبار ہوگا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) واعتبر السير وهو سير الإبل ومشي الأقدام في البر وفي الجبل بما يناسبه. (مراقي الفلاح على نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوي ص:۴۲۱ دار الكتاب).

تعتبر المدة من أي طريق أخذ فيه. (البحر الرائق ص:۱۳۰ ج:۲۔ سعید).

تبيين الحقائق ص:۲۱۰ ج:۱۔ امدادیه۔

لا يعتبر السير في البر بالسير في البحر ولا السير في البحر بالسير في البر، وإنما يعتبر في كل موضع منهما ما يليق بحاله: حتى لو كان موضع له طريقان أحدهما في الماء وهي تقطع في ثلاثة أيام إذا كانت الرياح مستويةً والثاني في البر وصلى في ثلاثة أيامٍ وإذا سار في البحر وصل في يومين تصر وفي البر لا يفطرَ. (الجوهرة النيرة ص:۱۰۹ ج:۱، کراچی).

سكب الأنهر ص۲۳۹ ج:۱۔ فقیه الامت۔

قصر کی ایک صورت

سوال (۳۱۳): ہم جماعت میں چلہ کے لئے ایسی جگہ میں بھیجے گئے جہاں دس بارہ دن تک مسافت نہیں ہوتی بعد میں دور بھیجے گئے جہاں مسافت ہوگئی یعنی قصر واجب ہے تو شروع چلہ سے مسافر ہوئے یا جب ۴۸ میل ہوگا تب مسافر ہوں گے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شہر سے جب آپ چلے تو اگر ارادہ ۴۸ میل کا ہے تو آپ وہیں سے مسافر ہوئے اور اگر ارادہ ۴۸ میل سے کم کا ہے تو مسافر نہیں ہوئے اور اگر کراکت سے آگے جانا ہے تب جہاں تک جانا ہے سب کو ملا کر جوڑ لیں البتہ اس کا خیال رہے کہ جہاں تک جانا ہے وہاں تک جوڑتے وقت ہر ایک اپنے گھر سے جوڑے شہر سے نہیں۔ لہٰذا گھر سے لیکر جہاں تک جانا ہے اگر ۴۸ میل ہو جائے تو آپ مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابن أبي رباحٍ قال: قلت لابن عباسٍ أقصر إلى عرفة؟ فقال: لا قلت أقصر إلى منى؟ فقال: لا أقصر إلى الطائف أو إلى عسفان؟ قال نعم، وذلك ثمانية وأربعون ميلاً عقد بيده۔ (المصنف لابن أبي شيبة ص ۳۵۸ ج:۵۔ مؤسسة علوم القرآن)۔

أقل مدة سفرٍ تغير به الأحكام ميسرة ثلاثة أيامٍ من أقصر أيام السنة وهذا التقدير للسنو الذي تقصير فيه الصلاة۔ (مراقی الفلاح علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص:۴۱۹ دار الکتاب)۔

من فارق بيوت موضعٍ هو فيه من مصرٍ أو قرية ناوياً الذهاب إلى موضعٍ بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافراً۔ (حلبی کبیری ص۵۳۶) لاهور۔

الجوهرة النيرة ص:۱۰۹ ج:۱، کراچی۔

نکلنے کا دن بھی قصر میں شمار ہوگا

سوال (۳۱۴): جس دن نکلے اس دن کو چھوڑ کر پندرہ دن رہنے پر مقیم ہوں گے یا نکلنے والا دن بھی پندرہ واں دن شمار ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جہاں جانا ہے وہاں پہونچنے کے بعد سے جوڑا جائے گا مثلاً پیر کو آپ کراکت پہونچے تو آپ پیر سے حساب جوڑیں اگر اگلا ایک پیر چھوڑ کر دوسرے پیر تک وہاں رہنے کا ارادہ ہے تو مقیم ہو جائیں گے ورنہ مسافر رہیں گے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) فلا يصير مسافراً قبل أن يفارق عمران فاخرج منه من الجانب الذي خرج منه۔ (حلبی کبیری ص:۵۳۶ لاهور)۔

فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر إذا جاوز بيوت مقامه وجاوز أيضاً ما اتصل به من فنائه۔ (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۴۲۳ دار الکتاب)۔

ہکذا فی: (مجمع الأنهر ص:۲۳۸ فقیہ الامت)۔

الجوہرۃ النیرۃ ص۱۰۹ ج:۱، کراچی۔

مذکورہ صورت میں قصر ہے

سوال (۳۱۵): سفر کے لئے چلے راستہ میں ایک دو دن رکنا ہے تو قصر کرنا ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر ۴۸ میل کے ارادہ سے چلے تو منزل سے ۱-۲ دن کے لئے اگر کہیں رکنا پڑ گیا تو مسافر رہیں گے قصر کرنا ہوگا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر إذا جاوز بيوت مقامه وجاوز أيضاً واتصل به من فنائه. (مراقي الفلاح على نور الإيضاح مع الطحطاوي ص:۴۲۳ دار الكتاب). حلبی کبیری ص:۵۳۶ لاہور۔

مجمع الأنہر ج:۱ ص:۲۳۸ فقیہ الامت۔ الجوہرۃ النیرۃ ص:۱۰۹ ج:۱ کراچی۔

گھر پہونچنے کے بعد مقیم ہونگے

سوال (۳۱۶): پندرہ دن رہنے کا ارادہ تھا کسی وجہ سے گھر لوٹنا پڑا تو مقیم کب ہوگا گھر پہونچنے پر یا پہلے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جب آپ گھر پہونچ جائیں گے تب مقیم ہونگے لہٰذا اگر گھر پہونچے سے قبل راستہ میں نماز ادا کرنی پڑی تو قصر کریں گے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) يقصر حتى يدخل مصره يعني وطنه الأصلي أو ينوي اقامته نصف شهرٍ ببلدٍ أو قريةٍ. (مراقي الفلاح على نور الإيضاح مع الطحطاوي ص:۴۲۵ دار الكتاب).

ثم لا يزال المسافر على حكم المسافر حتى يدخل وطنه أو بنوي إقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحدٍ من مصرٍ أو قريةٍ غير وطنه فعلم بهذا أنه يصير مقيماً بدخول وطنه وإن لم ينو الإقامة. (حلبی کبیری ص:۵۳۹ لاهور).

قصر إلى غاية دخول المصر أو نية الإقامة في موضع صالح للمدة المذكورة. (البحر الرائق ص:۱۳۱ ج:۲. سعيد).

ولا يزال على حكم السفر وجواز القصر حتى يدخل وطنه إن سار مدة السفر. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص:۲۴۰ ج:۱. فقيه الامت).

۴۸؍ میل کے کتنے کیلومیٹر ہوتے ہیں؟

سوال (۳۱۷): سفر کے سلسلہ میں ۴۸؍ میل کے کتنے کیلومیٹر ہوتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

۷۷؍ کیلومیٹر۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) احسن الفتاویٰ ص ۹۱ ج:۴ زکریا۔ (النول الأظہر فی تحقیق مسافۃ السفر)۔

خیر الفتاویٰ ص:۶۶۶ ج:۲ زکریا۔

محمود الفتاویٰ ص:۲۰۱ ج:۵۔

وہذا مستفاد من عبارۃ الفقہاء۔

مقیم ومسافر کا مسئلہ

سوال (۳۱۸): سفراء حضرات چندہ کے لئے بمبئی جاتے ہیں اور پندرہ دن کی نیت کرکے مقیم بنکر پوری نماز پڑھتے ہیں جبکہ درمیان میں بمبئی کے باہر بھیونڈی وغیرہ جاتے ہیں اور وہاں رات گذار کر دوسرے دن آتے ہیں اور مقیم سمجھ کر پھر اتمام کرتے ہیں تو آیا صورت مسئولہ میں مقیم ہیں یا مسافر اگر مسافر ہیں تو اعادہ نماز ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) عموماً حضرات سفراء کے ذہنوں میں کام کرنے کی جگہیں متعین ہوتی ہیں اور ذہنی طور پر ایک اجمالی خاکہ بنا کر اسی کے مطابق کام کرتے ہیں، لہٰذا اگر یہاں سے ارادہ صرف بمبئی میں کام کرنے کا تھا یا وہیں جا کر وہیں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہر کر کام کرنے کی نیت کرلی تو اس صورت میں سفراء حضرات مقیم ہونگے، بایں وجہ ان پر مقیم کے احکامات جاری ہوں گے۔ پندرہ دن کے اندر ۴۸ میل کے اندر اندر اگر سفر کرنا پڑا تو اقامت باطل نہ ہوگی، اور ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت والی جگہ کا سفر کرنا پڑا تو اقامت باطل ہوجائے گی۔

(۲) اور اگر یہیں سے ارادہ بھیونڈی یا دوسری جگہ جانے کا ہو تو بمبئی پہونچ کر اقامت کی نیت صحیح نہ ہوگی بلکہ مسافر ہی رہیں گے۔

البتہ بھیونڈی وغیرہ کے کام سے فارغ ہوکر بمبئی آنے کے بعد بمبئی میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو تو مقیم ہوجائیں گے۔

(۳) اور اگر ارادہ بھیونڈی اور بمبئی کا ہو اس طور پر کہ ایک دن بھیونڈی کام کرنا ہو اور دوسرے دن بمبئی اور دونوں جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو لیکن مبیت کے لئے کوئی ایک جگہ متعین ہو کہ وہاں پہونچ کر رات گذارتے ہوں تو اس صورت میں اقامت صحیح ہوجائے گی بشرطیکہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ ہو لیکن عموما سفراء حضرات کا ارادہ دوسری قسم کا ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہے۔ یہ تفصیل اس لئے لکھ دی گئی ہے تاکہ ساری

صورتیں واضح ہوجائیں۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ولا تصحّ نيّة الإقامة ببلدتين لم يعين المبيت بإحداهما. أمّا إذا عيّنه بأن نوى أن يقيم الليل في إحداهما ويخرج بالنهار إلى الموضع الأخر إذا دخل أوّلاً الموضع الذي عزم على الإقامة فيه بالنهار لم يصر مقيماً أي حتى يدخل الموضع الذي نوى المبيت فيه، وان دخل أوّلاً الموضع الذي عزم على الإقامة فيه بالليل صار مقيما ثمّ بالخروج إلى الموضع الأخر لم يصر مسافراً لأنّ موضع إقامة المرأ حيث يبيت فيه. (طحطاوي على المراقي ص:۴۲۶) (وفي التاتارخانيه ص:۴۹۹ ج:۲)۔ زكريا۔

ہندیہ ص:۲۰۰ ر ج:۱۔ زکریا جدید۔ (وفی خلاصۃ الفتاویٰ ص:۱۹۹ ر ج:۱) اشرفیہ۔

البدائع الصنائع ص:۲۷۰ ر ج:۱۔ زکریا۔

وفی البحر الرائق ص:۱۳۲ ر ج:۲۔ سعید۔

قصر صلوٰۃ کی ایک شکل

سوال (۳۱۹): زید ایک سرکاری افسر ہے تمل ناڈو سکریٹریٹ (secretarrat) میں معتمد اور (Undersecretary) کے عہدہ پر فائز ہے۔ شہر مدارس حکومت تمل ناڈو کا دار السلطنت (HeadQuarters) ہے۔ مدارس میں اپنے قیام کے لئے زید نے ایک کمرہ کرایہ پر لیا ہے اور کسی قریبی مطبخ میں اپنے طعام کا انتظام کر رکھا ہے۔ مدارس شہر سے پچھتر میل (۱۰۸) کلومیٹر دور کے فاصلے پر میل وشارم (Melvesharam) نام کی ایک بستی ہے جو زید کا وطن خاص ہے، اس کا اپنا خاص مکان اس بستی میں ہے اور اس کے اہل

وعیال وہیں قیام پذیر ہیں۔حکومت تمل ناڈو چونکہ پانچ دن کام (Five Day week) کے اصول پر کاربند ہے اور ہر ہفتہ دو دن یعنی ہفتہ اتوار چھٹی کے دن ہیں، زید کا معمول یہ ہے کہ ہر جمعہ کی شام بعد نماز عصر اپنے دفتری کام سے فارغ ہوکر شہر مدارس سے اپنے وطن میل وشارم روانہ ہوجاتا ہے ہفتہ اور اتوار دو دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہ کر پیر کی صبح بعد نماز فجر مدارس پہونچتا ہے، ہر ہفتہ یہی اس کا معمول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شہر مدارس کے پانچ دن کے قیام میں زید کو نمازیں پوری پڑھنی چاہئے یا قصر کرنی ہے؟ یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہر مدارس زید کے لئے صدر دفتر یعنی ہیڈ کوارٹر کا درجہ رکھتی ہے، اور ہیڈ کوارٹرس سے باہر میل وشارم کے لئے زید کو ہر ہفتہ اپنے اعلیٰ افسر کی تحریری اجازت لینی پڑتی ہے۔ان حالات میں زید کا شہر مدارس میں پانچ روز قیام بحیثیت مقیم ہوگا یا مسافر؟ اسی طرح دوران سفر یعنی مدارس سے میل وشارم جاتے وقت یا میل وشارم سے مدارس آتے وقت اگر نماز کا وقت آجائے تو اس وقت نمازیں پوری پڑھنی ہے یا قصر کرنی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں براہ کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں شہر مدارس زید کا وطن اقامت اور میل وشارم وطن اصلی ہے، چونکہ مدراس شہر کا فاصلہ شرعی مسافت (۷۷ رکلومیٹر) سے زیادہ ہے لہٰذا زید میل وشارم کے حدود سے باہر نکلنے کے بعد مسافر ہوجائے گا اور دورانِ سفر قصر کرے گا۔مدراس شہر پہونچ کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت ہو تب اتمام ہوگا ورنہ قصر کرنا ہوگا، چونکہ معمول ہر ہفتہ میل وشارم جانے کا ہے اس لئے قصر کرنا پڑے گا، نیز مدراس شہر سے واپسی پر دوران سفر قصر ہی کرنا پڑے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الاقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر وان نوى اقل من ذلك قصر۔

ولو دخل مصراً على عزم ان يخرج غداً أو بعد غدٍ ولم ينو مدة الاقامة حتى بقي على ذلك سنين قصر۔ (هدايه: ج۱ ص:۱۶۶۔ مكتبه تهانوى ديوبند)۔

البنایہ ج:۳رص:۲۰۔۱۹۔دارالفکر۔

إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل أو مشي الاقدام يلزمه قصر الصلاة۔

ان كان ذلك وطناً أصلياً بأن كان مولده وسكن فيه أو لم يكن مولده ولكنه فأهل به وجعله داراً۔۔۔۔ وإن لم يكن وطناً اصلياً له فإنه يقصر الصلاة مالو ينوا الاقامة بها خمسة عشر يوماً۔ (فتاوىٰ قاضي خان: ج:۱، ص:۴۸۔ ۱۴۷۔ دار الكتب العلمية۔

ويصير مريد السفر مسافراً اذا فارق بيوت البلد قاصداً مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بمشي الاقدام۔ ولا يزال على حكم السفر حتى يدخل بلده أو ينوي الاقامة خمسة عشر يوماً في مدينة أو قرية وان نوى أقل من ذلك فهو مسافر وطال مقامه۔ (الفقه الحنفي وادلته: ج:۱، ص:۲۷۔ شيخ الهند۔

فتاویٰ ہندیہ ج:۱رص:۱۹۹۔زکریا۔

الفقہ الاسلامیہ وادلتہ: ج:۲رص:۱۳۴۲۔دارالفکر۔



باب سجود السهو

سجدۂ تلاوت سے فارغ ہو کر سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۳۲۰): زید نے دوسری رکعت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور فوراً سجدہ میں چلا گیا سجدہ سے اٹھنے کے بعد الحمد شریف پڑھ کر رکعت پوری کر لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں بحوالہ کتب شرعیہ جواب مفصلا تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو واجب نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) سجود السهو يتعلق با شياء... منها إذا قرأ في الأوليين أو في احداهما الفاتحة ثمّ السورة، ولو قرأ الفاتحة ثمّ السورة ثمّ الفاتحة لا سهو عليه۔ (قاضی خان: ۷۶ ج:۱) زکریا جدید نسخہ۔

لو قرأ الفاتحة قبل السورة مرّة وبعدها مرّة فلا يجب "اى سجود السهو"۔ (شامی: ۴۶۰ ج:۱) کراچی۔

وكذا في الهندية: ۱۸۵ ج:۱۔ زکریا جدید نسخه۔

وكذا في تبيين الحقائق: ۱۹۳ ج:۱، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

وفي الأصل إذا قرأ سجدة في آخر السورة في صلاته إن كان بعدها آية أو آيتان إلى

أخر السورة إن شاء ركع وإن شاء سجد لها يعني إن شاء ركع لها ركوعاً على حدة وإن شاء سجد لها سجدة على حدة والسجدة أفضل وإذا سجود يعود إلى القيام لانّه يحتاج إلى الركوع ويقرأ بنفسه السورة ثمّ يركع إن شاء ضم إليها آية من السورة الأخرى حتى يصير ثلاث آيات۔ (بنايه شرح الهدايه: ۸۱۴ ج:۲) دار الفکر۔

شک کی وجہ سے سجدہ سہو کرلیا۔ کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوا تھا محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو کرلیا تو آیا اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں کتب فقہ کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورۃ مسئولہ میں نماز تو ہوگئی مگر سلام ثانی جو اصح قول کے مطابق واجب ہے اس کی تاخیر کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) لترك واجب بتقديم، أو تأخير، أو زيادة أو نقص۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص: ۴۶۰ دار الکتاب دیوبند۔

ومحله: بعد، سواء كان من زيادة أو نقصان، ولو سجد قبل السلام أجزأة عندنا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ج:۱ ص:۱۸۵) زکریا۔

أكثر المشائخ على ان سجود السهو يجب بسته أشياء: بتقديم ركن، وبتأخير ركن، وبتكرار ركن، وبتغيير واجب، وبترك واجب، وبترك سنة يضاف إلى جميع الصلوٰة۔ (التاتارخانیہ ج:۳ ص:۳۸۷ زکریا)

أن وجوب السجود ليس لمخصوص الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بل لترك الواجب هو تعقيب التشهد للقيام بلا فاصل، حتى لو سكت يلزمه السهو قدمناه- (فتاویٰ شامی ج:۲ص:۶۵۷/اشرفیہ)

پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا قعدہ اخیرہ بھول گیا سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور قراۃ شروع کردی لقمہ دینے پر وہ بیٹھ گیا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں اور اگر صحیح ہوئی تو سجدہ سہو لازم ہوا یا نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی البتہ سجدہ سہو لازم ہوگا نماز فاسد نہیں ہوئی وان سها عن القعود الاخير حتى قام الى ركعة اخرى عاد الى القعود لا صلاح صلاته ما لم يسجد وسجد للسهو لتاخيره فرضًا الخ (مجمع الانہر ج ۱ ص۱۵۰)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (مجمع الانہر ج:۱ص:۲۲۳ مکتبہ فقیہ الامت)

(۲) ولو سها عند القعود الأخير كله او بعضه عاد ويكفي كون كلا الجلستين قدر التشهد مالم يقيدها بسجدة لان مادون الركعة محل الرفض وسجد للسهو لتاخير القعود- (شامی ج:۲ص:۶۶۴،مکتبہ الاشرافیہ دیوبند)

(۳) وان سها عند الآخير عاد مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته فامكنه ذلك

لان مادون الركعة، محل الرفض أراد بالآخير القعود المفروض بشمالي ليشمل الفرض الرباعي والثلاثي والثاني. (البحر الرائق ج:۳ص:۱۰۲)

وتر میں دعاء قنوت کی جگہ التحیات پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں

سوال (۳۲۳): اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعا قنوت کی جگہ پر التحیات آدھی سے زائد پڑھ جائے اور یاد آنے کے بعد دعا قنوت پھر پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

باوجود تتبع کثیر کے کوئی صریح جزئیہ نہیں مل سکا ویسے حضرات فقہاء کرام کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں سجدہ واجب نہیں اس لئے کہ التحیات بھی قنوت کی طرح دعا ہے اور وتر کی نماز میں جہاں دعاء قنوت پڑھتے ہیں وہ بھی مقام دعا ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں تصریح کی ہے صرف دعاء قنوت کی تحدید نہیں بلکہ اس سے کم زائد بھی کرسکتے ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے باب الوتر میں تصریح کی ہے لہٰذا اگر التحیات پڑھ لیا تو اس سے دعا ہی میں اضافہ ہوا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

هذا ما ظهر لي بعد المطالعة والله تعالىٰ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قنوت الوتر وهو ومطلق الدعا في الشامي: أي القنوت الواجب يحصل بأيّ دعاء كان قال في النهر وأمّا خصوص: اللهم إنا نستعينك فسنّه فقط. حتى لو أتى بغيره جاز إجماعاً.

(درمختار مع الشامی: ۲/۲۵۵ مطلب: واجبات الصلاۃ۔

وأيضاً فى الشامى فى باب الوتر : وذكر فى البحر عن الكرخى أنّ القنوت ليس فيه دعاء موقّت لأنّه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأنّ المؤقّت من الدعاء يذهب برقة القلب۔ (شامی:ص ۵۳۴ ، ۲) اشرفیہ۔

وکذا فی البحر الرائق:ص:۴۱ ، ۲،باب الوتر۔ایچ،ایم سعید۔

المراد من الدعاء مطلقه، وقول محمد ليس فى القنوت دعاء موقت مجرى على إطلاقه-(النہر الفائق:ص:۲۹۲ ، ۲) زکریا۔

وکذا فی التاتارخانیہ:۳۴۱ ، ۲، زکریا۔

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:ص ۳۸۲۔دارالکتاب۔

جہری نماز میں سراً پڑھنے کا حکم

سوال (۳۲۴):امام صاحب نے نمازِ جہری کے اندر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سراً پڑھا،اسکے بعد سورۃ کو بالجہر پڑھا،بعد میں سجدۂ سہو کیا تو آیا ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

جہری نمازوں میں امام کے لئے جہراً پڑھنا واجب ہے،’’والجهر فى محله، اى جهر الامام فى محل الجهر ‘‘ (مجمع الانہر ج۱ (۱) ص ۱۸۹) اور سہواً کسی واجب کا ترک موجبِ سجدۂ سہو ہے اور وجوبِ سجدۂ سہو کے بعد سجدۂ سہوا گر کرلیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے اور صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو چونکہ کرلیا گیا ہے اس لئے نماز صحیح ہوگئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) (مجمع الأنہر ص ۱۳۴ ، ۱،مکتبہ فقیہ الأمت دیوبند)۔

والجهر فيما يخفى وكذا المخافتة فيما يجهر۔ (مجمع الأنہر ص ۲۲۱ ، ۱،مکتبہ فقیہ الأمت)۔

والجهر فيما يجهر فيه والمختار فيها يخافت فيه ولهذا تجب عليه سجدتا السهو بتركها۔ (فتح القدیر ص:۲۴۱ ، ۱،مکتبہ دار إحیاء التراث العربی بیروت)

ويجب الجهر فيما يجهر والمخافتة فيما يخافت۔ هكذا فى التبيين۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ص ۱۲۹ ، ۱،مکتبہ زکریا دیوبند)

سجدۂ سہو میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا حکم

سوال (۳۲۵): اگر امام نے دونوں طرف سلام پھیر دیا قصداً پھر سجدۂ سہو کیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کراہیت کے ساتھ یا بغیر کراہیت کے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ کرنے کی بھی اجازت فقہ حنفی میں ہے۔’’وفى (۱) الهدايه ويأتى بتسليمتين هو الصحيح‘‘ لیکن احسن یہ ہے کہ صرف ایک سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرلے دونوں طرف سلام نہ پھیرے اس لئے کہ بعض فقہاء کے نزدیک سجدۂ ثانیہ کلام کے درجہ میں ہے اس لئے دوسرے سلام کے بعد سجدہ درست نہیں ہوگا۔

ويكتفى بتسليمة واحدة قاله شيخ الاسلام وعامة المشائخ وهو الاصح للاحتياط والاحسن ان يسلم عن يمينه وقد قال شيخ الاسلام خواهر زاده لا يأتى بسجود السهو بعد تسليمتين لان ذالك بمنزلة الكلام الخ. (مراقی الفلاح ص ۲۵۲)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الہدایہ ج:۱ص:۱۵۷۔دارالکتاب۔

(۲) متن العبارۃ: حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۶۲۔دارالکتاب دیوبند۔

يجب له بعد سلام واحد عن يمينه فقط۔ وقول الشامي: يعني فيكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه، وغيره من أهل هذا القول على أنه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة۔ (شامی ص ۶۵۲ ج:۲،اشرفیہ)۔

اذا سها بزيادة أو نقصان سجد سجدتين بعد التسلمتين وقيل بعد واحد۔ كما هو مختار فخر الاسلام، وصاحب الإيضاح وصاحب الكافي وشيخ الاسلام وفي المجتبى، وهو الأصح، وفي المحيط على قول عامة المشايخ: يكتفي بتسليمة واحد۔

(مجمع الأنہر ج:۱ص ۲۱۹فقیہ الأمۃ دیوبند)

واختار فخر الاسلام أنه يسلم واحدة تلقاء وجهه فرقاً بين سلام القطع والسهو وجعلة في المحيط قول عامة المشائخ وفي الكافي قول الجمهور وهو الصواب وإليه أشير في الأصل وفي المجتبى وهو الأصح وقيل: يسلم واحدة عن يمينه وصححه في المجتبى أيضاً۔ (النهر الفائق ج:۱ص:۳۲۲) زكريا ديوبند۔

احتیاطاً سجدہ سہو کرنے کا حکم

سوال (۳۲۶): کسی شخص پر سجدہ واجب نہ تھا اس نے احتیاطاً سجدہ سہو کرلیا اس سے نماز میں کوئی خلل تو نہ پیدا ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سلام ثانی مفتیٰ بہ قول کے مطابق واجب ہے اور ترک واجب یا تاخیر واجب سہواً موجب سجدۂ سہو ہے، اور عمداً مفسدِ صلوٰۃ ہے بلا وجوب سجدۂ سہو سجدہ کرنے کی صورت میں یقیناً تاخیر واجب ہوا لہٰذا نماز واجب الاعادہ ہوگی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح　　بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) يسجد لترك واجب سهواً بتقديم أو تأخير أو زيادة أو نقص والمعتمد لا يستحق الّا التغليظ بإعادة صلاته ليجبر خللها۔ (حاشية الطحطاوي ص۴۶۱ دار الكتاب)۔

وقال الحنفية: السلام ليس بفرض بل واجب والواجب تسليمتان۔ (الفقه الاسلامی ص ۸۵۸/ج:۲دار الفکر)

يسجد للسهو بترك شئى.... أو تغيير محله سهواً زيادة فعل مثلاً زيادة ركن فعل من أركان الصلاة۔ (ص۱۱۰۹ج:۲أیضاً)

كالركوع والسجود... ويسجد للزيادة بعد السلام۔ (ص:۱۱۱۳/ج:۲أیضاً)۔

أنه لا يجب السجود في العمد وانما تجب الاعادة جبراً النقصانه الخ۔

(ص ۱۸۵/ج:۱، ہندیہ زکریا)

اذا سها بزيادة ونقصان سجد للسهو۔ (المجمع الأنہر ص۱۳۱/ج:۱فقیہ الامۃ)

اگر امام دونوں طرف سلام پھیر دے قصداً پھر سجدہ سہو کرے کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۷): اگر امام دونوں طرف سلام پھیر دے قصداً پھر سجدہ سہو کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کراہت کے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاحب ہدایہ نے اس کو بہتر قرار دیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نماز میں صرف ایک سجدہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۸): زید نے دوسجدوں میں سے صرف ایک سجدہ کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید کی نماز نہیں ہوئی البتہ اگر نماز ختم کرنے سے پہلے چھوٹے ہوئے سجدہ کی قضاء کر لئے ہوتا اور سجدہ سہو بھی کر لیتا تو نماز ہو جاتی۔

”السجود الثانی فرض کالأول باجماع الأمة کذا فی الزاهدی فاذا ترك سجدة صلبية من ركعة قضاها فی آخرها اذا تذكر ولا تلزمه اعادة ما بعدها“ (البحر الرائق: ۱/ ۱۰۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) البحر الرائق ص: ۹۸ ج: ۲ سعید۔

لأن السجود الثانی کالأول فرضه باجماع الأمة ولا يتحقق كونه كالأول إلا يوضع الأعضاء السبعة. (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح مع الطحطاوی ص: ۲۳۴۔ دار الکتاب)۔

فتذكر أنه لم يسجد فی الثانية إلا سجدة واحدة فإنه يسجد تلك السجدة ثم يتشهد للثانية. (الفتاویٰ الهندية ص: ۱۲۶ ج: ۱. رشيدية)

ومنها السجود.... تكراره تعبد ثابت بالسنة كعدد الركعات وتحته فی الشامية: وهذا لأن الأمر بالسجود فی الآية لايدل علی تكراره. (شامی ص: ۴۴۷ ج: ۱. کراچی)۔

شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم

سوال (۳۲۹): زید پر سجدہ سہو واجب نہیں تھا لیکن اس نے اس شک میں کہ شاید مجھ پر سجدہ سہو واجب ہو گیا اس نے سجدہ سہو کر لیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر اس نے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا ہے تو نماز ہو گئی اور اگر صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا ہے تو نماز واجب الاعادہ ہے چونکہ دوسرا سلام پہلے سلام کی طرح واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۴۸) (۱)

”ولفظ السلام مرتين فالثانی واجب علی الاصح“ (الدرالمختار: ۱/ ۳۱۴) (۲)

لہٰذا ایسے موقعے پر دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے۔ صاحب ہدایہ اسی کے قائل ہیں کہ عام حالات میں بھی دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) امداد الفتاویٰ ج: ۱ ص: ۵۴۸۔ قدیم۔

(۱) الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص: ۳۱۷ ج: ۱ نعمانیہ۔

ویجب لفظ السلام مرتين فی اليمين واليسار للمواظبة. (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۵۱ دار الكتاب).

مجمع الأنهر ص ۱۳۳ ج: ۱ فقیہ الامت۔

ثم قيل الثانية سنة والأصح أنها واجبة كالأولى. (حلبی کبیری ص: ۳۳۰ لاہور)۔

سورہ فاتحہ کے تکرار سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال (۳۳۰): زید سورہ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد بھول گیا یہ سوچ کر کہ میں نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھا ہے دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا، ختم پر یاد آیا کہ میں فاتحہ پڑھ چکا ہوں، کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

فرض کی پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو واجب ہوجائے گا۔ ''ان تکرار الفاتحة فی الاولیین یوجب السھو'' (مجمع الانہر(۱): ۱/۱۴۸، کذا فی الھندیہ: (۲) ۱/۱۲۶، ورد المحتار: ۱/۳۰۹) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (مجمع الانہر ص ۲۲۰ ج:۱) مکتبہ فقیہ الامت۔

(۲) وفی الهندیه ص:۱۲۶ ج:۱۔ مکتبه رشیدیه پاکستان۔

(۳) وفی الشامی ص:۳۰۹ ج:۱۔ مکتبه نعمانیه۔

تاتارخانیہ ص: ۳۹۱/ ج:۲۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

فجر کی نماز میں التحیات پڑھنے کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال (۳۳۱): فجر کی فرض نماز کی آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد کھڑے ہو جانے پر غلطی کا احساس ہوا بیٹھ گیا التحیات دوبارہ پڑھ کر سجدہ سہو کریں گے۔

محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن كان زمن التفكر زائداً عن التشهد قدر أداء ركن وجب عليه سجود السهو لتأخيره واجب القيام للثالثة وإلّا أي إن لم يكن تفكّره قدر أداء ركن لا يسجد لكونه عفواً. وتحته في الطحطاوي: ولم يبثينوا قدر الركن وعلى قياس وما تقدّم أن يعتبر الركن مع سنّة وهو مقدار يتلاث تسبيحات. (طحطاوي على المراقي ص:۴۷۴ دار الكتاب).

فعند الإمام طويله ما يمكن فيه أداء ركن ولو بلا سنّة وهو مقدار سبحان اللّٰه مرّةً. وعند الثاني أي أبي يوسف ما يسع أداء ركن بسنّة وهو قدر ثلث تسبيحات وهو المختار. (اعلاء السنن ص۱۶۳ ج:۷) ادارة القرآن، كراچي.

أمّا إن طال تفكّره بأن كان مقدار ما يمكنه أن يؤدي فيه ركناً من أركان الصلاة كالركوع والسجود أولم يطل: فان لم يطل تفكّره فلا سهو عليه..... لأنّه إذا لم يبطل لم يوجد سبب الوجود الأصلي وهو ترك الواجب أو تغيير فرض أو واجب عن وقته الأصلي. (البدائع الصنائع ص:۴۰۲ ج:۱) زكرياً. (وفي الشامي ص:۶۷۷ ج:۲) اشرفيه.

أكثر المشائخ على أنّ سجود السهو يجب بستة أشياء: بتقديم ركن وبتأخير ركن، وبتكرار ركن، وبتغيير واجب، وبترك واجب، وبترك سنّة يضاف إلى جميع الصلاة. (تاتارخانيه ص:۳۸۷، ۳۸۸ ج:۲) زكرياً.

قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۲): امام صاحب بھولے سے قعدہ اخیرہ کرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے، ایا قعدہ کی طرف لوٹ آئے گا یا نہیں؟ اگر لوٹ آیا تو کیا سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا؟ اور اگر نہیں لوٹا تو نماز کا کیا حکم ہے؛ تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قعدہ اخیرہ کے بجائے بھولے سے کھڑا ہو گیا تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آنے پر تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور تاخیر سلام کی وجہ سے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلے تو نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ اگر سجدہ کرلیا اور اس سے پہلے قعدہ کی طرف نہیں لوٹا تو نماز فاسد ہوگئی، نماز کو پھر سے دوبارہ پڑھنا لازم اور ضروری ہوگا۔

كما فى الهداية وان سهى عن القعدة الاخيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته وامكنه ذالك ما دون الركعت بمحل الفرض قال والغى الخامسة لانه رجع الى شى محلة قبلها فيرتفض وسجد للسهو لانه اخر واجباً وان قيد الخامسة بسجدة بطل فرضه عندنا الى قوله. وتحولت صلاته نفلا الخ (ہدایہ(۱) ج۱ ص۱۳۹) هكذا فى العالمگيريه عن المحيط حيث قال، وان لم يقعد على راس الرابعة حتى قام الى الخامسة ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة عاد الى القعدة. وفى الخلاصة يتشهد ويسلم ويسجد للسهو كذا فى التاتارخانيه وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا، وتحولت صلاته نفلا عند ابى حنيفة ؒ وابى يوسف ؒ (عالمگیری (۲) ج۱ ص۱۲۹، درمختار مع الشامی ج۱

ص۵۰۱) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ہدایہ ص:۱۵۹/ج:۱، تھانوی۔

(۲) الفتاویٰ الهندیہ ص:۱۲۹/ج۱، رشیدیہ۔

(۳) الدر المختار علی الدر المختار ص:۵۰۱/ج:۱، نعمانیہ۔

وإن سها عن القعود الأخير عاد مالم يسجد وسجد للسهو لتأخيره فرضه القعود به وردت السنة عاد النبي صلى الله عليه وسلم بعد قيامه إلى الخامسة مسجد للسهو. (مراقی الفلاح مع نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۴۶۸ دار الكتاب).

قرأة فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھ لیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۳): اگر کوئی شخص قیام میں بھولے سے سورہ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھ لے تو کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سورہ فاتحہ سے پہلے بھول کر تشہد پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، اس کے بغیر نماز مکمل ادا ہوتی ہے، ولو تشهد فى قيامه قبل قرآة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح (فتاوی ہندیہ (۱) ج۱ ص۱۲۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) فتاویٰ ہندیہ ج:۱ ص:۱۲۷، رشیدیہ۔ کراچی۔

ولو قرأ قائماً أو راكعاً أو ساجداً لا سهو عليه لأن التشهد ثناء والقيام موضع الثناء والقراءة. (الفتاوىٰ التاتارخانيه ج:۲، ص:۳۹۷۔ زكريا۔

تبیین الحقائق ص: ۱/ ۱۹۳۔ امدادیہ ملتان۔

البحر الرائق ص ۲/ ۹۷۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ملانا بھول گیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۴): زید نے نماز پڑھائی اور دوسری رکعت میں سورت ملانا بھول گیا، یاد آنے پر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلی، توایا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

سورت کا ملانا واجب ہے، اورترک واجب کی صورت میں سجدہ سہو کے ساتھ نماز صحیح ہوجاتی ہے، خلاصہ یہ کہ صورت مذکورہ میں نماز صحیح ہوگئی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو سها عن الفاتحه فيهما أو في احداهما أو عن السورة فيهما أو في احداهما فعليه السهو. (بدائع الصنائع ج:۱، ص:۴۰۵۔ زكريا)۔

ويجب بترك الواجب رأسا. نحو ان يترك القعدة الأولى او لقنوت او تكبيرات العيد أو غير ذلك من الواجبات. (حلبي كبير ص:۴۵۷۔ سهيل پاكستان)۔

لو ترك الفاتحه أو اكثرها في الاوليين وجب عليه سجود السهو ولو قرأ الفاتحه وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو. (تبيين الحقائق ج:۱، ص:۱۹۳۔ امداديه ملتان۔

باب سجود التلاوۃ

سننے والے کو آیت سجدہ کا علم نہیں

سوال (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسجد میں بہت سے لوگ تلاوت کلام اللہ کرتے ہیں اوراس کے اندر آیت سجدہ بھی پڑھی جاتی ہے اورسننے والے کو معلوم نہیں کہ آیت سجدہ ہے یا کوئی غیر سجدہ آیا اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

آیت سجدہ کو سراً پڑھنا مستحسن ہے اس لئے قاری کو اس کا خیال رکھنا چاہئے جیسا کہ صاحب ملتقی الابحر نے تصریح کی ہے واستحسن اخفاءها عن السامعين ج ۱ ص ۱۶۰۔

لیکن اگر کسی نے جہراً پڑھ دیا اور دوسروں نے سن لیا تو سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے خواہ اس آیت کا آیت سجدہ ہونا سامع کو معلوم ہو یا نہ ہو چونکہ سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب تین ہیں (۱) تلاوت۔ (۲) سماع۔ (۳) اقتداء۔ ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب بھی اگر متحقق ہوگیا تو سجدہ تلاوت واجب ہوجائے گا۔ (کذا فی الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۷۷) ذكر في المجتبى ان الموجب للسجدة احد ثلاثة التلاوة والسماع والائتمام وظاهره انها اسباب ثلاثة وبه صرح في الحليه وبعد اسطر اما لو كانت بالعربية فانه يجب بالاتفاق فهم اولا الخ نیز سماع میں یہ بھی تعمیم ہے کہ خواہ سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو بہر صورت سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے کذا فی ملتقی (۲) الابحر ج ۱ ص ۲۵۶ وتجب على من سمع لو غير قاصد الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار: ج:۱ص:۱۰۴۔ایچ ایم سعید۔

(۲) ملتقی الابحر: ج:۱ص:۲۳۶۔فقیہ الامۃ۔

وہکذا فی حاشیۃ ابن عابدین: ج:۲ص:۶۹۶۔اشرفیہ۔

ملتقی الابحر: ج:۱ص:۲۳۲۔فقیہ الامۃ۔

و کذا اذا سمع ولم یعلم ولم یفهم وجب علیه السجدة۔

قوله: فان الصحابة رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔

قالوا: السجدة علی من سمعها۔

(الفتاویٰ التاتارخانیة) ج:۲ص:۴۶۱۔زکریا۔

سجدۂ صلوتیہ سے سجدۂ تلاوت ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں بلکہ نماز کا رکوع وسجدہ کیا اور اسی میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کی پھر مقتدیوں میں سے بعض حضرات کو معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھی گئی اور بعض حضرات اس سے جاہل رہے جن کو معلوم ہوا انہوں نے سجدہ تلاوت کی نیت کی اور جنہیں معلوم نہیں ہوا وہ کیا کریں آیا جو لوگ جاہل ہیں ان کا سجدہ تلات ادا ہوگا یا نہیں مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

رکوع سے سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے امام ومقتدی کا نیت کرنا ضروری ہے بخلاف سجدہ صلبیہ کے اس میں نیت کی ضرورت نہیں جب امام ومقتدی سجدہ میں جائیں گے تو سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے گا خواہ مقتدی کو معلوم ہو یا نہ ہو (کذا فی الدر المختار ج ۱ ص ۷۲۴)(۱)

نعم لو رکع وسجد لها فورًا ناب بلانیة الخ (قوله نعم رکع وسجد لها) أی للصلوٰة فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلانیة تبعًا لسجود امامه لما مر آنفًا انها تؤدی بسجود الصلوٰة فورا وان لم ینو الخ (رد المحتار(۲) ج ۱ ص ۷۲۴) وهکذا فی مجمع الانهر (۳) شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۵۸ وهکذا فی الدر المنتقی علی هامش مجمع الانهر ج ۱ ص ۱۶۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار: ج:۲ص:۱۱۲۔کراچی۔

(۲) وکذا: حاشیۃ ابن عابدین ج:۲ص:۷۰۶۔اشرفیہ۔

وکذا: رکع ونوی السجدة بجزیه قیاساً الخ۔(ہندیہ: ج:۱ص:۱۳۳) رشیدیہ۔

(۳) مجمع الانہر ج:۱ص:۲۳۴۔فقیہ الامۃ دیوبند۔

و کذا وتؤدی برکوع الصلاة اذا کان الرکوع علی الفور ان نواه بسجودها کذلك۔

آیتِ سجدہ کا علم نہ ہو تب بھی سجدہ واجب ہے؟

سوال (۳۳۷): مسجد میں بہت سے لوگ تلاوت کلام اللہ کرتے ہیں اور اس کے اندر آیت سجدہ بھی پڑھی جاتی ہے اور سننے والے کو معلوم نہیں کہ آیتِ سجدہ ہے یا نہیں آیا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آیت سجدہ کو سراً پڑھنا مستحسن ہے اس لئے تالی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے جیسا کہ صاحب ملتقی الابحر(۱) نے تصریح کی ہے واستحسن اخفاؤها عن السامعين ج ۱

ص ۱۶۰۔لیکن اگر کسی نے جہراً پڑھ دیا اور دوسروں نے سن لیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے خواہ اس آیت کا آیت سجدہ ہونا سامع کو معلوم ہو یا نہ ہو چونکہ سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب تین ہیں: (۱) تلاوت۔(۲) سماع۔(۳) اقتداء۔ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب بھی اگر متحقق ہوگیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہوجائے گا۔(کذافی (۲) ردالمحتار ج۱ص ۷۱۷)ذکر فی المجتبیٰ ان الموجب للسجدۃ احد ثلاثۃ.

التلاوۃ والسماع والائتمام وظاھرہ انما اسباب ثلاثۃ وبہ صرح فی الحلیۃ وبعد أسطر اما لو کانت بالعربیۃ فانہ یجب بالاتفاق فھم اولا الخ نیز سماع میں یہ بھی تعمیم ہے کہ خواہ سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو بہرصورت سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے (کذافی ملتقی الابحر (۳) ج۱ص ۱۵۶) وتجب علی من سمع ولو غیر قاصد.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر: ج:۱رص:۲۳۶فقیہ الامۃ۔

(۲) ردالمحتار: ج:۲رص:۱۰۵۔۱۰۴۔ایچ ایم سعید۔

(۳) مجمع الانہر ج:۱رص:۲۳۲۔فقیہ الامۃ۔

آیت سجدہ پر سجدہ کے بجائے رکوع کرلیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۸): امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا بلکہ نماز کا رکوع وسجدہ کیا اور اسی میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کی پھر مقتدیوں میں بعض حضرات کو معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھی گئی اور بعض حضرات اس سے جاہل رہے جن کو معلوم ہے انہوں نے سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور جنہیں معلوم نہیں وہ کیسے کرسکتے ہیں؟ آیا جو لوگ جاہل ہیں ان کا سجدۂ تلاوت ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

رکوع سے سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے امام ومقتدی کا نیت کرنا ضروری ہے بخلاف سجدۂ صلبیہ کے اس میں نیت کی ضرورت نہیں جب امام ومقتدی سجدہ میں جائیں گے تو سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہوجائے گا خواہ مقتدیوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔(کذافی الدرالمختار ج۱ص ۷۲۴)

نعم لو رکع وسجد لھا فوراً ناب بلانیۃ الخ (قولہ نعم لو رکع وسجدھا) ای للصلوٰۃ فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ بلا نیۃ تبعاً لسجود امامہ لما مر آنفا انھا تؤدی بسجود الصلوٰۃ فورا وان لم ینو الخ (ردالمحتار(۱) ج۱ص ۷۲۴) وھکذا فی الدر المنتقی علی ھامش مجمع الانہر (۲) ج۱ص ۱۶۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار مع الشامی ص:۷۰۹۔۷۰۸۔اشرفیہ۔

(۲) وکذافی مجمع الانہر ص ۲۳۳ رج:۱فقیہ الامت۔

وکذافی الفتاویٰ الہندیہ ص:۱۹۳رج:۱۔زکریا۔

وکذافی الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۷۷۴رج:۲۔زکریا۔

آیت سجدہ کو لکھنے سے سجدہ کا حکم

سوال (۳۳۹): ایک آدمی نے سجدہ کی آیت کو کسی کاغذ پر لکھا اس کو نہ زبان سے پڑھا نہ کسی سے سنا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

آیتِ سجدہ کے محض لکھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ولا تجب السجدۃ

بکتابۃ آیۃ السجدۃ لانہ لم یقرأ ولم یسمع. (الفتاویٰ (۱) الخانیۃ ج۱ ص ۱۵۷ کذا فی البحر الرائق (۲) ج۲ ص ۱۲۸ وفتح القدیر (۳) ج۲ ص ۴۶۶ ورد المحتار (۴) ج۱ ص ۵۱۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ۔

(۲) البحر الرائق ج:۲ ص:۱۲۸ سعید۔

لا تجب بالکتابۃ، او النظر من غیر تلفظہ لانہ لم یقرأ ولم یسمع۔ (حلبی کبیر ص ۵۰۰، اشرفیۃ)۔

وکذالک لو کتب القرآن لاتجب علیہ السجدۃ۔ (التاتارخانیۃ ص۴۶۲ ج:۲) زکریا۔

(۳) لاتجب بکتابۃ۔ (فتح القدیر ص:۱۴، ج:۲)۔

(۴) یجب بسب ثلاوۃ، وتحتہ فی الشامیۃ احترز عما لو کتبھا، أو تھجاھا فلا سجود علیہ۔ (شامی ص۵۷۵ ج:۲) زکریا۔

ٹیپ ریکارڈ ریڈیو سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۰): ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ یا اس طرح کے آلہ جات سے قرآن سننے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح ٹیلی ویژن پر کہ اس میں قاری سامنے ہوتا ہے (یعنی قاری کی تصویر) جیسا کہ حرم مکہ میں ٹیلی ویژن پر تراویح ہونے کی صورت

میں ہوتا ہے جس میں آیاتِ سجدہ وغیرہ بھی پڑھی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر کہ اس میں قاری کا سامنے نہ ہونا ظاہراً معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً آواز اسی کی ہوتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی ہوئی آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ولا تجب (ای سجدۃ التلاوۃ) بسماعہ من الصدی والطیر (درمختار (۱) ج۲ ص ۵۱۷) قولہ من الصدی ھو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوھا فی الصحاح (درمختار ج۲ ص ۵۱۷) وھکذا فی الھندیۃ (۲) ناقلًا عن الخلاصۃ ج۱ ص ۱۳۲۔ ٹیپ وریڈیو سے نکلنے والی آواز صدی کی طرح ہے تو جس طرح صدی پر سجدہ واجب نہیں اسی طرح ٹیپ وریڈیو سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں، ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ کے سننے پر سجدہ واجب ہے بشرطیکہ قاری موجود ہو اور اگر اس کی ریل بنا کر اسی کو سناتے ہوں تو اس صورت میں سجدہ واجب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲/ ۲۰۷۔ (اشرفیہ)۔

(۲) وإن سمعھا من الصدی لاتجب علیہ کذا فی الخلاصۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۱۳۲، رشیدیۃ)

وإن سمعھا من الصداء ویقال بالفارسیۃ بحواك وفی الظھیرۃ "آواز کوہ" لا تجب علیہ السجدۃ۔ (الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص ۲/ ۴۶۲، زکریا)

کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ۔ ۱/ ۱۸۴۔ (أشرفیہ)

کذا فی فتاویٰ قاضی خان ۱/ ۱۴۱۔ (دار الکتب العلمیۃ)

بعد نماز فجر سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال (۳۴۱): فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرتے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے یا سورج نکلنے کے بعد کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر کی نماز کے بعد بھی سجدۂ تلاوت جائز ہے۔ کما فی الشامی(۱) والھندیہ (۲)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالحلیم — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۲) صلاة الجنازة وسجدة التلاوة لو وجبتا فی هذا الوقت وأديتا فيه جاز ولكن ألأفضل فی سجدة التلاوة تأخيرها . (الفتاویٰ الهندية ص:۵۲ ج:۱. رشيدية).

(۱) فلو وجبتا فيها لم يكره فلهما أی تحريماً. وفی التحفة الأفضل أن لا تؤخر الجنازة. (شامی ص:۳۷۴ ج:۱. کراچی).

ومنع عن الصلاة. سجدة التلاوة المتلوة فی غيرهذه الأوقات. (سكب الأنهر ص:۱۱۰ ج:۱،فقيه الامت).

إذا تلا آية السجدة فی هذه الأوقات فالأفضل أن لا يسجد ولو سجدها جاز لا يعيد. (الفتاویٰ التاتارخانية ص:۴۰۸ ج:۱. کراچی)

سجدہ تلاوت سے اٹھ کر سورہ فاتحہ پڑھ دیا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۴۲): زید حالتِ نماز میں قرأت کر رہا تھا اس کو سجدہ تلاوت لاحق ہوگیا وہ فوراً اس کی ادائیگی کے لئے سجدہ میں چلاگیا۔ سجدے سے اُٹھنے کے بعد اس نے پھر سورہ فاتحہ پڑھ لیا بایں صورت اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں دونوں صورتوں میں دلائل کے

ساتھ مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے نیز اگر سورہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت پڑھ لے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، سورہ فاتحہ کے بعد بغیر دوسری سورت پڑھے معاً دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ (کذا فی الطحطاوی (۱): ۲۵۰) ولو كرّر الفاتحة أو بعضها فی أحد الاولیین قبل السورة سجد للسهو الخ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۲۴۹ دار الکتاب۔

ولو كرر الفاتحه فی الأولين فعليه السهو لتاخير السورة. (البحر الرائق ص:۹۷ ج:۲. سعيد).

وكذا ترك تكرارها: وفی الشامية: فلو قرء ها فی ركعة من الأولين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السورة كما فی الذخيرة وغيرها. (شامی ص:۳۰۹ ج:۱. نعمانيه)

إن تكرار الفاتحه فی الأولين يوجب السهو. (مجمع الأنهر ص۲۲۰ ج:۱. فقيه الامت).

ولو كررها أی الفاتحه سهواً لا يجب سجود السهو لأن ما بعد الأولين لا ينعين القراءة إن شاء قرء وإن شاء سكت الخ. (حلبی كبيری ص۲۹۵ لاهور).

ریڈیو، ٹیپ، ٹیلی ویژن اور لاؤڈ اسپیکر پر قرآن سننے کی صورت میں آیات سجدہ پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۳۴۳): ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، یا اس طرح کے آلات سے قرآن سننے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح ٹیلی ویژن پر کہ اس میں قاری سامنے ہوتا ہے (یعنی قاری کی تصویر) جیسا کہ حرم مکہ میں ٹیلی ویژن پر تراویح ہونے کی صورت میں ہوتا ہے جس میں آیاتِ سجدہ وغیرہ بھی پڑھی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر کہ اس میں قاری کا سامنے نہ ہونا ظاہراً معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً آواز اسی کی ہوتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی ہوئی آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ولا تجب (ای سجدۃ التلاوۃ) بسماعه من الصدی والطیر (درمختار (۱) ج۱ ص۵۱۷) قوله من الصدی هو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوها کما فی الصحاح وهکذا فی الهندیة(۲) ناقلًا عن الخلاصة(۳) (۱/۱۳۲) ٹیپ وریڈیو سے نکلنے والی آواز صدی کی طرح ہے۔

جس طرح صدی پر سجدہ نہیں، اسی طرح ٹیپ سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں، ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ واجب ہے، بشرطیکہ قاری موجود ہو اور اگر اس کی ریل بنا کر بار بار سناتے ہوں تو ایسی صورت میں سجدہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح بندہ عبدالحلیم غفرلہ

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — الجواب بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی ص:۱۰۸ ج:۲۔ مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی پاکستان۔

(۲) ولا تجب اذا سمعها من طیر هوا المختار۔۔۔۔ وان سمعها من الصدی لا تجب علیه۔ (هندیه ص:۱۳۲ ج:۱، مکتبه ماجدیه عیدگاه پاکستان۔

(۳) خلاصة الفتاویٰ ص۱۸۴ ج:۱، مکتبه اشرفیه دیوبند۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۸۶۔ دار الکتاب۔

باب التراویح

عورتوں کیلئے جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

کیا منشاء ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ ذیل کے بارے میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں:

سوال (۳۴۴): (۱) حافظ عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲) اگر پڑھا سکتا ہے تو مردوں میں سے ایک یا دو مقتدی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۳) عورتوں کا محرم ہونا ضروری ہے یا نہیں یعنی صرف محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا غیر محرم کو بھی، صرف غیر محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں یا محرم عورتیں اور غیر محرم عورتیں دونوں ساتھ میں ہوں تو بھی کافی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں یعنی اس کی آواز ستر بنے گی یا نہیں؟

سوال: (۵) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی غیر محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ستر ہونے کی بنا پر لقمہ نہیں دے سکتی تو پردہ سے مرد نامحرم عورت سے گفتگو بھی نہیں کرسکتا؟

سوال: (۶) اور حافظ امام اور محرم مقتدی یا غیر محرم مقتدی یا محرم اور غیر محرم مقتدی کے درمیان حائل ہونا ضروری ہے یا نہیں اور اگر حائل ہونا ضروری ہو تو اس کی کیا نوعیت ہوگی؟ اوضحوا تثابوا

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) حافظ مرد عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے جائز ہے جیسا کہ ابتدائے

اسلام میں عورتیں مسجد میں جا کر مردوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کیا کرتی تھیں لیکن امام کو چاہئے کہ محاذات کا خیال رکھے ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی نیز صحتِ اقتداء عورت کے لئے امام کا نیت کرنا ضروری ہے۔

ونية الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به الخ (مراقی الفلاح ص ۱۵۸)(۱)

ويصح اقتداء المرأة بالرجل فی صلوة الجمعة وان لم ينو امامتها وكذا فی العيدين وهو الاصح كذا فی الخلاصه۔ (عالمگیری (۲) ج ۱ ص ۸۵ الفصل الثالث)

فی بيان من يصلح إمامًا لغيره عالمگیری کی مذکورہ عبارت سے صحت امامت پر استدلال کرسکتے ہیں اقول والحاصل ان كلا من الامام والمقتدی اما ذكر او انثی او خنثی وكل منهما اما بالغ او غيره فالذكر البالغ تصح امامته للكل الخ (شامی ج ۱ ص ۳۸۸)(۳)

(۲) کم از کم ایک مرد کا ہونا ضروری ہے ورنہ نماز مکروہ ہوگی اور اگر مرد نہ ہو تو محرم میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے، جیسے ماں، بہن، بیوی وغیرہ۔ اس صورت میں بھی کراہت مرتفع ہوجائے گی اور اگر نہ کوئی مرد ہو اور نہ ہی محرم میں سے کوئی ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔ (کذا فی تنویر الابصار مع الدر (۴) المختار ج ۱ ص ۳۸۱)

كما تكره امامة الرجل لهن فی بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه كاخته او زوجته او امته اما اذا كان معهن واحد ممن ذكر او امّهن فی المسجد لا يكره الخ

(۳) صرف غیر محرم کو بھی پڑھا سکتا ہے مگر مکروہ ہے جیسا کہ سوال نمبر ۲ کی عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے كما تكره امامة الرجل الخ

اور اگر غیر محرم عورتوں میں محرم عورتیں ہوئیں تو کراہت ختم ہوجائے گی پھر مرد کی کوئی

ضرورت نہیں ہے۔ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکر الخ لا یکرہ الخ

(۴) محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے محرم عورت کی آواز محرم مرد کے لئے ستر نہیں ہے۔

(۵) فرع صرح فی النوازل بان نغمۃ المرأۃ عورۃ وبنی علیہ ان تعلمھا القرآن من المرأۃ احب الی من الاعمیٰ قال لان نغمۃ المرأۃ عورۃ ولذا قال علیہ السلام التسبیح للرجل والتصفیق للنساء فلا یحسن ان یسمعھا الرجل انتہی کلامہ وعلی ھذا لو قیل اذا جھرت بالقراءۃ فی الصلوۃ فسدت کان متجھًا ولذا منعھا علیہ الصلوۃ والسلام من التسبیح بالصوت لاعلام سھوہ الی التصفیق الخ (فتح القدیر(۵) ج۱ ص۲۲۷ وفی البحر الرائق(۶) فی باب شروط الصلوۃ ج۱ ص۲۷۰)

وصرح فی النوازل بان نغمۃ المرأۃ عورۃ الخ فلا یجوز ان یسمعھا الرجل ومشی علیہ المصنف فی الکافی فقال ولا تلبی جھرًا لان صوتھا عورۃ ومشی علیہ صاحب المحیط فی باب الاذان الخ وفی شرح المنیۃ الاشبہ ان صوتھا لیس بعورۃ وانما یؤدی الی الفتنۃ کما علل بہ صاحب الھدایہ وغیرہ فی مسئلۃ التلبیۃ وانما منعھن من رفع الصوت بالتسبیح فی الصلوۃ لھذا المعنی ولا یلزم فی حرمۃ رفع صوتھا بحضرۃ الجانب ان یکون عورۃ کما قدمناہ الخ

وفی حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر(۷) الرائق ج۱ ص۲۷۰ وقد یقال المراد بالنغمۃ ما فیہ تمطیط وتلیین لا مجرد الصوت والا لما جاز کلامھا مع الرجال اصلًا لا فی بیع ولا غیرہ ولیس کذالک ولما کانت القراءۃ مظنۃ حصول النغمۃ معھا منعت من تعلیمھا من الرجل الخ وفی کنز الدقائق وکرہ اذان الجنب واقامتہ واقامۃ المحدث واذان المرأۃ الخ قال صاحب البحر الرائق واما اذان المرأۃ

الخ فلانھا منھیّۃ عن رفع صوتھا لانہ یؤدی الی الفتنۃ بحر ج۱ ص۲۷۷۔(۹)

وکرہ اذان الجنب ویعاد کاذان المرأۃ الخ (ملتقی الابحر ج۱ ص۷۸) لان المرأۃ ان رفعت صوتھا فقد باشرت منکر الان صوتھا عورۃ الخ اقول وفیہ کلام لان صوتھا مطلقا لیس بعورۃ والا یستلزم ان یکرہ تکلمھا مع الاجنبی ولیس کذالک بل یکرہ رفع صوتھا تدبر الخ (مجمع الانھر ج۱ ص۷۸)(۸)

وصوتھا علی الراجح الخ (الدر المختار ج۱ ص۴۷۴)(۱۰) باب شروط الصلوٰۃ قولہ وصوتھا معطوف علی المستثنی یعنی انہ لیس بعورۃ الخ

مذکورہ بالا عبارات فقہیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر محرم عورت لقمہ دے دے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ مکروہ ہے اس لئے کہ عورت کے لئے رفع صوت مکروہ ہے اگرچہ صاحب رد المحتار نے راجح اسی کو قرار دیا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کی اذان بالاتفاق مکروہ ہے اور اس کی علت صوت العورۃ عورۃ ہی لکھتے ہیں۔

(۶) عورتیں خواہ محرم ہوں یا غیر محرم حائل کا ہونا ضروری ہے ورنہ محاذات کی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام کے پیچھے ہوئی تب نماز ہوجائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی کپڑے کا پردہ بیچ میں ٹانگ دیں تاکہ پورے طور پر پردہ ہوجائے۔ ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتأخر الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ج۱ ص۳۸۱)(۱۱) قولہ اما الواحدۃ فتتأخر فلو کان معہ رجل ایضا یقیمہ عن یمینہ والمرأۃ خلفھما ولو رجلان یقیمھما خلفہ والمرأۃ خلفھما بحر وتأخر الواحدۃ محلہ اذا اقتدت برجل لا بامراءۃ مثلھا الخ (رد المحتار ج۱ ص۳۸۱)(۱۲)

ولا حائل بینھما أقلہ قدر ذراع فی غلظ الاصبع او فرجۃ اتسع الرجل الخ (الدر المختار ج۱ ص۳۸۵) وفی الشامی وفی معراج الدرایہ ولو کان بینھما فرج اتسع الرجل او اسطوانۃ قیل لا تفسد وکذا اذا قامت

امامه وبينهما هذه الفرجة الخ (ج ۱ ص ۳۸۵)

الا یری لو کان بین صف النساء وصف الرجال سترة قدر مؤخرة الرحل کان ذالك سترة للرجال ولا تفسد صلوة واحد منهم الخ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۸)

وأدنى الحائل قدر مؤخرة الرحل وغلظه غلظ الاصبع والفرجة تقوم مقام الحائل وادناه قدر ما يقوم فيه الرجل كذا في التبيين الخ (فتاویٰ ہندیہ (۱۳) ج ۱ ص ۸۸)۔

والمرأة تتناول الاجنبية والامة والحليلة والصغيرة المشتهاة والكبيرة التي يتنفر عنها الرجال (هكذا في الكفاية وهكذا في مراقی الفلاح طحطاوی ص ۱۸۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی: ۲۹۰؍ دار الکتاب۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ج:۱ص:۸۵۔رشیدیہ۔

(۳) الشامی: ج:۲ص:۳۸۷اشرفیہ۔

(۴) الدرالمختار: ج:۲؍۳۶۸اشرفیہ۔

(۵) فتح القدیر: ج:۱ص:۲۲۷احیاء التراث، بیروت۔

(۶) البحرالرائق: ج:۱ص:۲۷۰۔ایچ ایم سعید کراچی۔

(۷) وفی حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحرالرائق: ج:۱ص ۲۷۰ ایچ ایم سعید کمپنی۔

(۸) مجمع الانہر: ج:۱ص:۱۱۸۔فقیہ الامت دیوبند۔

(۹) البحرالرائق ج:۱ص: ۲۷۰ ایچ ایم سعید۔

(۱۰) ابن عابدین: ج:۲ص: ۹۶۔اشرفیہ۔

(۱۱) ابن عابدین: ج:۲ص: ۳۶۸۔اشرفیہ۔

(۱۲) ابن عابدین: ج:۲؍۳۸۰۔اشرفیہ۔ (۱۳) الفتاویٰ الہندیہ: ج:۱ص:۸۹۔۸۸۔رشیدیہ۔

عشاء کی نماز کے فساد کا علم دوسرے روز ہوا کیا وتر اور تراویح کا بھی اعادہ واجب ہے

مکرم المقام واجب الاحترام جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ بعد تسلیمات عرض یہ ہے کہ

سوال (۳۴۵): اگر عشاء کی نماز کسی وجہ سے واجب الادا ہو اور دوسرے دن پتہ چلا کہ عشاء کی نماز دہرانی پڑے گی تو کیا اس صورت میں وتر اور تراویح بھی دہرانی پڑے گی یا صرف عشاء کی نماز؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مکرمی زید کرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان شریف میں اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز واجب الاعادہ ہو اور کل ہو کر اس کی اطلاع ملے تو ایسی صورت میں صرف عشاء کی نماز لوٹائی جائے گی تراویح نہیں چونکہ تراویح کی قضاء نہیں ہے نہ منفرداً نہ جماعت کے ساتھ کذا فی الطحطاوی(۱) علی المراقی ص ۲۳۱ و ۲۲۷ اور وتر کی قضا بھی لازم ہے بشرطیکہ سبب فساد اس کو بھی عارض ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً بغیر وضو کے عشاء وتراویح و وتر پڑھا دی تو اس صورت میں عشاء اور وتر کی قضا لازم ہے تراویح کی نہیں اور اگر سبب فساد وتر کو عارض نہ ہو تو صرف عشاء کی نماز کا اعادہ ہوگا وتر کا نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

لو صلى الوتر قبل العشاء ناسياً، أو صلاهما فظهر فساد العشاء دون الوتر، فأنه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عند ابي حنيفة ح: لان الترتيب يسقط بمثل هذا العذر۔ (فتاویٰ الهندیۃ ص۱۰۸، ج:۱) زکریا جدید۔

امام صلى العشاء على غير وضوء، وهو لا يعلم ثم صلى بهم امام اخر لتراويح، ثم علموا فعليهم ان يعيدوا العشاء والتراويح۔ (فتاویٰ التاتارخانیۃ ص:۳۲۲، ج:۲) زکریا۔

(۱) لو تبين فساد العشاء دون التراويح والوتر اعادوا العشاء ثم التراويح دون الوتر عند ابي حنيفة بوقوعها نافلة مطلقة بوقوعها في غير محلها هو الصحيح۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۴۱۳، دارالکتاب دیوبند)۔

پندرہ سال کا لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا حافظ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے اب یہ لڑکا تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب بچہ کی عمر پندرہ سال کی ہوجائے تو شرعاً وہ بالغ ہوجاتا ہے فرائض وتراویح وغیرہ پڑھا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وبلوغ الغلام بالاحتلام والانزال والاحبال اذا وطئى أي مع روية الماء والاحتلام يكون فى النوم فاذا احتلم وانزل عن شهوة حكم ببلوغه والإنزال

يكون في اليقظة والنوم وقال ابو يوسف رحمه الله ومحمد رحمه الله اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة فقد بلغا۔ (الجوهرة النيرة: ج:۱ ص:۳۱۵، کراچی)

وقال أبو يوسف ومحمد رحمه الله اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا وهو رواية عن ابي حنيفة رحمه الله۔ (ہدایہ: ج:۳ ص:۳۵۸ تھانوی)

وکذا فی فتح القدیر: ج:۸ ص:۲۰۱۔ ادارہ احیائی التراث۔

وکذا فی البنایۃ: ج:۱۰ ص۱۲۶۔ دارالفکر۔

تراویح پر اجرت کا حکم

سوال (۳۴۷): آج کل یہ رسم بن چکی ہے کہ حافظ تراویح پڑھاتے ہیں تو ان کو روپئے دیئے جاتے ہیں تو اس روپیہ کا کھانا حافظ کے لئے جائز ہے کہ نہیں اور اس کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حافظ خواہ طے کرکے یا بغیر طے کئے اس کو کچھ مل جائے اس کا لینا جائز نہیں ہاں اگر اس کو پانچ وقت یا چند وقت کا امام بنادیا جائے اور اس کی اجرت جتنی بھی ہے طے کرلی جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔ کما فی کتب الفقہ فی باب الاجارۃ۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى اثمان. فالحاصل أن ما شاع فى زماننا قراءة الأجزاء بالآجرة لا يجوز۔ (در المختار مع شامی ص۵٦ ج:٦۔ کراچی)

ولا تصح الإجارة لأجل الطاعات مثل الأذان والحج والإمامة وتعليم القران والفقه ويفتى اليوم بصحها تعليم القران والفقه والإمامة والأذان۔ (الدر

المختار مع شامی ص۵۵ ج:۶ کراچی۔

قال رحمه والفتویٰ الیوم علی جواز الاستئجار تعلیم القرآن وهو مذهب المتأخرین من مشائخ استحسنوا ذلك الخ۔ (تبیین الحقائق ص ۱۲۴ ج:۵ امدادیہ ملتان پاکستان)۔

حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں

سوال (۳۴۸): حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اگر پڑھا سکتا ہے تو مردوں میں سے ایک یا دو مقتدی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۳) عورتوں کا محرم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ صرف محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا غیر محرم کو بھی صرف غیر محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں یا محرم عورتیں اور غیر محرم عورتیں دونوں ساتھ میں ہوں یہ کافی ہے یا نہیں؟ (۴) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی اس کے لئے محرم کی آواز ستر بنے گی یا نہیں؟ (۵) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی غیر محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ستر ہونے کی بناء پر لقمہ دے سکتی ہے تو پردہ سے مرد نامحرم عورت سے گفتگو بھی نہیں کرسکتا۔ (۶) اور حافظ امام اور محرم مقتدی یا محرم اور غیر محرم مقتدی کے درمیان حائل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر حائل ہونا ضروری ہو تو اس کی کیا نوعیت ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے جائز ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں عورتیں مسجد میں جا کر مردوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کرلیا کرتی تھیں لیکن امام کو چاہئے کہ محاذات کا خیال رکھے ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی نیز صحتِ اقتداء عورت کے لئے امام کا نیت کرنا ضروری ہے اس کا بھی خیال رکھے۔ ونیة الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به مراقی الفلاح ص۱۵۸۔ ویصح اقتداء المرأة بالرجل فی صلاة الجمعة وان لم ینو امامتها و کذا فی العیدین وهو الاصح کذا فی

الخلاصة عالمگیری ج۱ ص۸۵۔ الفصل الثالث فی بیان من یصلح امامًا لغیرہ عالمگیری کی مذکورہ عبارت سے صحت امامت پر استدلال کرسکتے ہیں اقول والحاصل ان کلا من الامام والمقتدی اما ذکرًا او انثی او خنثی وکل منهما اما بالغ او غیر بالغ فالذکر البالغ تصح امامته للکل. (شامی ج۱ ص۳۸۸)

(۲) کم از کم ایک مرد ہونا ضروری ہے ورنہ نماز مکروہ ہوگی اور اگر مرد نہ ہو تو محارم میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے جیسے ماں، بہن، بیوی وغیرہ اس صورت میں بھی کراہت مرتفع ہوجائے گی اور اگر نہ کوئی مرد ہو اور نہ ہی محارم میں سے کوئی ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی کذا فی تنویر الابصار مع الدر المختار ج۱ ص۳۸۱۔ کما تکرہ امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیرہ ولا محرم منه کاخته او زوجته او أمته اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر او امّهن فی المسجد لا یکرہ (بحر)

(۳) صرف غیر محرم کو بھی پڑھا سکتا ہے مگر مکروہ ہے جیسا کہ جواب ۲ کی عبارتِ تنویر الابصار سے ظاہر ہے کما تکرہ امامة الرجل الخ اور اگر غیر محرم عورتوں میں محرم عورتیں ہوں تو کراہت ختم ہوجائے گی پھر مرد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر الخ لا یکرہ.

(۴) محرم لقمہ دے سکتی ہے محرم عورت کی آواز محرم مرد کے لئے ستر نہیں ہے۔

(۵) (فرع) صرح فی النوازل بأن نغمة المرأة عورة وبنی علیه ان تعلمها القرآن من المرأة احب الیّ من الاعمٰی قال لان نغمتها عورة ولذا قال علیه الصلاة والسلام التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فلا یحسن ان یسمعها الرجل انتهٰی کلامه وعلی هذا لو قیل اذا جهرت بالقراءة فی الصلاة فسدت کان متجهًا ولذا منعها علیه الصلاة

والسلام من التسبیح بالصوت لا علام صوته الی التصفیق. (فتح القدیر ج۱ ص۲۲۷)

وفی البحر الرائق باب شروط الصلاة ج۱ ص۲۸۵۔ صرح فی النوازل بان نغمة المرأة عورة الخ فلا یجوز ان یسمعها الرجل ومشٰی علیه المصنف فی الکافی فقال ولا تلبّی جهرًا لان صوتها عورة ومشٰی علیه صاحب المحیط فی باب الاذان الخ وفی شرح المنیة به قال صاحب الهدایة وغیره فی مسألة التلبیة وانما منعهن من رفع الصوت بالتسبیح فی الصلاة لهذا المعنی ولا یلزم من حرمة رفع صوتها بحضرة الاجانب ان یکون عورة کما قدمناه الخ وفی حاشیة منحة الخالق علی البحر الرائق ص۲۸۵۔

وقد یقال المراد بالنغمة ما فیه تطبیط وتلیین لا مجرد الصوت والا لما جاز کلامها مع الرجال اصلًا لا فی بیع ولا غیره ولیس کذالك ولما کانت القرأة مظنة حصول النغمة منها منعت من تعلمها من الرجل اه۔

وفی کنز الدقائق وکره اذان الجنب واقامته واقامة المحدث واذان المرأة قال صاحب البحر الرائق واما اذان المرأة فلانها منهیة عن رفع صوتها لانه یؤدی الی الفتنة. (البحر الرائق ج۱ ص۲۷۷) وکره اذان الجنب ویعاد کاذان المرأة الخ (ملتقی الابحر ج۲ ص۷۸) لان المرأة ان رفعت صوتها فقد باشرت منکرًا لانه صوتها عورة الخ اقول وفیه کلام لان صوتها مطلقًا لیس بعورة والا یستلزم أن یکره تکلمها مع الاجنبی ولیس کذالك بل یکره صوتها تدبر (مجمع الانهر ج۱ ص۷۸)
وصوتها علی الراجح اه (الدر المختار ج۱ ص۴۷۴) باب شروط الصلاة

قوله وصوتها معطوف علی المستثنی یعنی انه لیس بعورة.

مذکورہ بالا عبارات فقہیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر محرم عورت لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ مکروہ ہے اس لئے کہ عورت کے لئے رفع صوت مکروہ ہے اگرچہ صاحب درمختار نے راجح اسی کو قرار دیا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کی اذان باتفاقِ فقہاء مکروہ ہے اور اس کی علت صوت العورة عورت ہی لکھتے ہیں۔

(۶) عورتیں خواہ محرم ہوں یا غیر محرم، حائل کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ محاذات کی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام کے پیچھے ہوئی تو بھی نماز ہوجائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی کپڑے کا پردہ بیچ میں ٹانگ دیں تاکہ پورے طور پر پردہ ہوسکے۔

ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدة فتتأخر الخ تنویر الابصار مع الدر المختار ج۱ ص۳۸۱۔ قوله اما الواحدة فتتأخر فلو کان معه رجل ایضًا یقیمه عن یمینه والمرأة خلفهما ولو رجلان یقیهما خلفه والمرأة خلفهما بحر وتأخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بأمرة مثلها الخ (درمختار ج۱ ص۳۸۱)

ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجة اتسع رحلًا الخ (الدر المختار ج۱ ص۳۸۵) وفی الشامی وفی معراج الدرایة ولو کان بینهما فرجة اتسع الرحل او اسطوانة قیل لا تفسد وکذا اذا قامت امامه وبینهما هذه الفرجة الخ (ج۱ ص۳۸۵)

الا یری لو کان بین صف النساء وصف الرجال سترة قدر مؤخرة الرحل کان ذالك سترة للرجال ولا تفسد صلوٰة واحد منهم اه (عالمگیری ج۱ ص۳۸۵) وادنی الحائل قدر مؤخرة الرحل وغلظه غلظ الاصبع والفرجة تقوم مقام الحائل وادناه قدر ما یقوم فیه الرجل کذا فی التبیین فتاوی هندیه ج۱ ص۸۹۔ والمرأة تتناول الاجنبیة

والمحرمة والحليلة والصغيرة المشتهاة والكبيرة التي يتنفس عنها الرجال هكذا فی الكفاية وهكذا فی مراقی الفلاح والطحطاوی ص۱۸۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص:۲۹۰، دار الکتاب۔

(۲) ہندیہ ص ۵۸ ر ج:۱، رشیدیہ۔

(۳) شامی ص ۳۸۸ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۴) الدر المختار مع الشامی ص ۳۸۱ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۵) فتح القدیر ص ۲۲۷ ر ج:۱، دار احیاء التراث۔

(۶) البحر الرائق ص:۲۷۰ ر ج:۱ سعید۔

(۷) منحۃ الخالق علی البحر ص ۲۷۰۔ ج:۱ سعید۔

(۸) کنز الدقائق ص ۱۹۔ رشیدیہ۔

(۹) البحر الرائق ص:۲۶۳۰ ر ج:۱ سعید۔

(۱۰) ملتقی الأبحر ص:۶۳ ر ج:۱ مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۱۱) مجمع الأنہر ص ۱۱۸ ر ج:۱ فقیہ الامت۔

(۱۲) شامی ۲۷۴ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۱۳) الدر المختار مع الشامی ص ۳۸۱ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۱۴) شامی ص:۳۸۵ ر ج:۱ نعمانیہ۔

(۱۵) ہندیہ ص ۸۹ ر ج:۱، رشیدیہ۔

(۱۶) طحطاوی علی المراقی ص:۳۲۹۔ دار الکتاب۔

عشاء وتراویح میں تردد کی صورت میں کیا کرے

سوال (۳۴۹): رمضان کا مہینہ ہے ایک شخص مسجد میں گیا، امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے، سارے مقتدی شریک جماعت تھے آنے والے کو یہ پتہ نہیں کہ یہ تراویح ہے یا عشاء کی نماز ہے اب ایسی صورت میں وہ عشاء کی نماز کی نیت کرے یا تراویح کی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عشاء کی نماز کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے اگر عشاء کی نماز ہوگی تو اس کی عشاء کی نماز ہو جائے گی ورنہ نفل ہو جائے گی۔ ولو ادرك القوم فی الصلوٰة ولم يدر افرض ام تراويح ينوی الفرض فان هم فيه صح والا تقع نفلاً ای غير نائب فی حقه عن ركعتين من التراويح لوقوعها قبل العشاء ووقت التراويح بعد صلوٰة العشاء على المعتمد. (درمختار مع الرد ج۱ ص ۲۹۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) درمختار مع الشامی۔ ج:۱ ر ص ۴۳۹۔ ایچ ایم سعید۔

ولو ادرك شخص القوم فی الصلاة ولم يدر افرض ام تراويح ينوی الفرض. فإن كانوا هم فيه صح. وان لم يكن فيه تقع نفلاً۔ (الفقه الاسلامی و ادلته)۔ ج:۱ ص۷۷۵۔ دار الفكر۔

لو وجد الامام فی الصلاة ولم يدر أنها الفريضة أو التراويح... ولو قال ان كان فی العشاء اقتديت به وان التراويح اقتديت به فظهر انه فی التراويح أو فی العشاء. صح الاقتداء۔ (ہندیہ ج:۱ ص:۶۸، رشیدیہ)

تراویح کی اجرت کس صورت میں جائز ہے؟

سوال (۳۵۰): تراویح کی اجرت لینا حفاظ کرام کو کس صورت میں جائز ہے؟ نیز اگر یہ کسی کا ذریعہ معاش ہو تو اس اجرت کے جواز کی کون سی شکل ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح میں ختم قرآن کو ذریعہ معاش بنانا انتہائی مذموم ہے (۱) اس سے اچھا یہ ہے کہ آدمی بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرلے لیکن اگر کوئی دینا ہی چاہے تو پہلے ہی دیدے کیا ضروری ہے کہ ختم ہی کے دن وہ دے اگر ایک ماہ کے لئے پنج وقتہ نمازوں کا امام بنالیا گیا اور امامت کی اجرت متعین کردی گئی تو چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زائد اس اجرت کا لینا جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالىٰ: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ (سورة البقرة رقم الآية ۴۱)

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)

وفی زماننا يجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق:۳۵ ج:۲۔ زکریا)۔

وبعضهم استثنى تعليم القرآن والفقه والإمامة فی زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذ الأجرة۔ (الفتاویٰ التاتارخانية ص:۱۲۸ ج:۱۵ زکریا)۔

تراویح میں سجدہ سہو کا حکم

سوال (۳۵۱): تراویح کی نماز میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح کی نماز میں بھی سجدہ سہو ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) والسهو صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فی الأولين لدفع الفتنة وتحته فی الشامية قيده بما إذا حضر جمع كثير وإلا فلا داعی إلى الترك۔ (شامی ص:۹۲، ج:۲۔ کراچی)۔

ہکذا فی: (الفتاویٰ الهندية ص ۱۲۸ ج:۱۔ رشیدیہ)۔

ولا يأتی الإمام بسجود السهو فی الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة وتحته فی الطحطاوی وهذا إذا حضر جمع كثير أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود العدم الداعی إلى الترك۔ (حاشية الطحطاوی على المراقی ص:۴۶۵۔ دار الكتاب)۔

ختم تراویح میں "هم المفلحون" تک پڑھنے کا حکم

سوال (۳۵۲): بعض مسجد میں یہ اہتمام ہوتا ہے کہ قرآن شریف تو پڑھا ہی جاتا ہے البتہ قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھا جاتا ہے نیز سورۃ ناس انیسویں رکعت میں اور ہم المفلحون تک بیسویں رکعت میں پڑھا جاتا ہے تو آیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے نیز اس کو پابندی کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ مفصل مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

میں تو اس طرح نہیں پڑھتا البتہ سورۂ اخلاص کا مکرر ایک ہی رکعت میں پڑھنا خلافِ سنت ہے انیسویں رکعت میں سورہ ناس اور بیسویں رکعت میں مفلحون تک پڑھنا غالباً اس روایت پر عمل کرتے ہوئے ہوگا۔

خیر الخاتم الفاتح(۱) باقی اس طرح ختم تو توارث امت سے ثابت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرء منكوساً إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة: قوله: إلا إذا ختم..... وفى الولواجية: من يختم القرآن فى الصلاة اذا فرغ من المعوذاتين فى الركعة الأولى يركع ثم يقرء فى الثانية: بالفاتحة وشئى من سورة البقرة لأن النبى صلى الله عليه وسلم قال: خير الناس الحال والمرتحل أى الخاتم ثم والمفتتح. (شامى ص:۵۴۷ ج:۱. كراچى).

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص: ۴۹۴ لاہور۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص: ۲۷۳ رج: ۴۔

تراویح سنائے یا اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے

سوال (۳۵۳): گاؤں کی ایک مسجد میں لوگ ختم قرآن تراویح سننا چاہتے ہیں اور دوسرا حافظ ان کو نہیں ملتا اور یہ حافظ دوسرے گاؤں میں کسی بزرگ کے یہاں مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتے ہیں تو دونوں میں کس کو ترجیح دے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرآن شریف سننا سنت ہی تو ہے لیکن نفس کے رذائل کو دور کرنا اور نفس کے مکائد کو

پہچان کر اس سے بچنا فرض ہے۔ اگر گاؤں والوں کی طلب صادق ہوتی تو بہت سے حافظ مل جاتے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ..... ألّا وإن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله. وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب. (الصحيح للمسلم ص:۲۸ ج:۲. فيصل ج:۱۵۹۹. باب أخذ الحلال وترك الشبهات).

(۲) إن النفس من أشد أعداء الإنسان وأكثرها تلوناً وخفاءً لأنها تعيش بين جنبيه وتظهر له فى الصورة الرجل الصالح الذى لا يبغى إلا الخير لصاحبه وإذا انضم لها الشيطان وحب الدنيا والهوى فذاك العضال. (هكذا فى: بشور الهداية فى مذهب الصوفية). (ص:۵۷، دار الرشاد الحديثيه).

تراویح میں دو رکعت کے بجائے ۴ رکعت پر قعدہ کا حکم

سوال (۳۵۴): ایک شخص تراویح کی نماز پڑھا رہا تھا دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے وہ کھڑا ہو گیا ایک رکعت مزید پڑھنے کے بعد اسے یاد آیا کہ یہ میری تیسری رکعت ہے اس نے ایک رکعت اور ملا کر اسے چار رکعت بنا دیا اب سوال یہ ہے کہ اس کی چاروں رکعتیں صحیح ہو گئیں یا نہیں اگر صرف دو رکعت صحیح ہوئیں تو پہلی دو کی یا آخری دو کی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آخری دو رکعتیں صحیح ہوئیں لہٰذا پہلی دو رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن کو دوبارہ پڑھے۔

”وقال الفقيه ابوجعفر والشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل:

فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة وهو الصحیح لان القعدة على رأس الثانیة فرض فی التطوع فاذا ترکها کان ینبغی ان تفسد صلاته اصلًا کما هو وجه القیاس وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی واتمها بالقعدة فجاز عن تسلیمة واحدة''(الفتاویٰ الخانیہ: ۱؍۴۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ: ص: ۲۴۰؍ج: ۱، رشیدیۃ۔

وإن صلى أربع ركعاتٍ بتسليمةٍ واحدة والحال أنه لم يقعد على ركعتين منها قدر التشهد تجزی الأربع عن تسليمة واحدةٍ أی عن ركعتين عند أبي حنيفة۔

(غنية المستملي شرح منية المصلي ص: ۴۰۸۔ أشرفيه)۔

والأصل: أن كل شفعٍ صلاة إلا بعارضه اقتداءٍ أو نذرٍ وأو ترك قعودٍ أول۔ وتحته في الشامية۔ ولا قضاء لو قعد قدر التشهد۔ (شامي: ص: ۳۲ ج: ۲۔ کراچی)

ہکذا فی: (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۲۳۰؍ج: ۲ زکریا)۔

تراویح کی اجرت کا حکم

سوال (۳۵۵): حافظ تراویح پڑھاتے ہیں تو ان کو روپئے دیئے جاتے ہیں تو اس روپئے کا کھانا حافظ کے لئے جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حافظ خواہ طے کرکے لے یا بغیر طے کئے اس کو کچھ مل جائے اس کا لینا جائز نہیں ہاں اگر

اس کو پانچوں وقت یا چند وقت نماز کا امام بنادیا جائے اور اس کی اجرت جتنی بھی ہو طے کرلی جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔ کما فی الکتب فی باب الاجارۃ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیة: ۴۱)۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی س: ۵۷، ج: ۶، کراچی)۔

وفی زماننا: یجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص: ۳۵ ج: ۲۔ زکریا)۔

وبعضهم استثنوا تعلیم القرآن والفقه والإمامة.... وفی زماننا یجوز للإمام والمؤذن أخذ الأجرة۔ (الفتاوی التاتارخانیة ص: ۱۲۸ ج: ۱۵) زکریا۔

تراویح پر اجرت کا حکم

سوال (۳۵۶): تراویح کا پیسہ لینا اور دینا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی ''الم تر کیف'' پڑھ کر روپیہ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہے اور اس میں بہت سارے لوگ شریک ہیں تو اس کے ازالہ کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح میں قرآن کریم پڑھا کر پیسہ لینا خواہ بالشرط (۱) ہو یا بلا شرط ہر حال میں ممنوع وغلط ہے، اگر بلا اجرت کا حافظ نہ ملتا ہو تو الم ترکیف سے پڑھانے والے کو تلاش کریں اور ایک ماہ کے لئے اسی کو امام بنا کر امامت کی تنخواہ اس کو دیکر اس سے تراویح پڑھوائیں، اگر کسی نے قرآن سنا کر پیسہ لیا ہو تو اس کی واپسی واجب ہے جن لوگوں سے چندہ کیا گیا ہے ان کو واپس کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المعروف عرفاً کالمشروط نصیاً۔ (شامی ص:۵۵۶ ج:۴) کراچی۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶) کراچی۔

وفی زماننا یجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲)۔ زکریا۔

وبعضهم استثنی تعلیم الفقه والإمامة وفی زماننا یجوز للإمام والمؤذن والمعلم "أخذ الأجرة"۔ (الفتاوی التاتارخانیه ص:۱۲۸ ج:۱۵) زکریا۔

نماز تراویح پر اجرت لینے کا حکم

سوال (۳۵۷): دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات نماز تراویح پر اجرت یا ہدیہ لینا ناجائز فرماتے ہیں۔ لیکن لیتے دونوں ہیں آخر کس صورت میں نماز تراویح یا امامت پر اجرت یا ہدیہ جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

توصیف احمد خان چریا کوٹ اعظم گڑھ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح پر اجرت یا ہدیہ لینا درست نہیں، جو لوگ لیتے یا دیتے ہیں غلط کرتے ہیں، دونوں گنہگار ہیں، البتہ اگر حافظ قرآن جس کو تراویح میں قرآن سنانا ہے اس کو ایک ماہ کے لئے پانچوں وقت یا چند اوقات کی نماز کا امام بنالیا گیا اور امامت کی اجرت ہزار پانچ سو مقرر کردی گئی تو اس طرح اجرت مقرر کرکے دینا جائز ہے اور اجرت امامت کا لینا بھی جائز ہے، حافظ قرآن کی خدمت جتنی بھی ہو سکے کرنی چاہئے لیکن جائز طریقے سے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً۔ (سورة البقرة ص: رقم الآیة:۴۱)۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶) کراچی۔

البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲۔ زکریا۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۱۲۸ ج:۱۵۔ زکریا۔

با اجرت حافظ کی تراویح کا حکم

سوال (۳۵۸): اگر کوئی حافظ روپیہ کمانے کی غرض سے مہینہ میں دو تین جگہ تراویح سنائے تو ایسے حافظ کی تراویح سننا جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسے حافظ سے جو اجرت لیکر قرآن پاک سناتا ہو قرآن سننے سے افضل الم ترکیف سے تراویح پڑھنا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن القرآن بالأجرة لا یستحق الثواب والأخذ والمعطی آثمان۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)۔

قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً۔ (سورة البقرة ۴۱)

البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲۔ زکریا۔

التاتارخانیہ ص:۱۲۸ ج:۱۵۔ زکریا۔

بلا مطالبہ کے تراویح کی اجرت لینا کیسا ہے؟

سوال (۳۵۹): ایک شخص حافظ قرآن ہے ہے اور چار سال سے تراویح سنا رہا ہے اور اس کو اس گاؤں والے بلا اس حافظ کے مطالبہ کے کچھ رقم دے دیں تو کیا اس کو یہ لے سکتا

ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں لے سکتا ہے تو کیوں؟

اور اگر اس حافظ قرآن نے پچھلے تمام سالوں کی رقم بلا مطالبہ کے دینے پر لے لیا تو اب اس رقم کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور وہ رقم اس نے خرچ کر ڈالا تو اس کا کیا حکم ہے؟ مکمل مدلل جواب دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

تراویح میں قرآن پاک سنانے پر جو اجرت ملتی ہے وہ جائز نہیں ہے، خواہ (۱) طے کر کے حافظ نے قرآن سنایا ہو یا بلا طے، اس لئے اب تک جو کچھ لیا گیا ہے وہ سب مال حرام ہے، جن لوگوں نے دیا ہے حافظ پر لازم ہے اس کو واپس کرے، اور اگر اس کی وسعت وگنجائش نہیں تو توبہ واستغفار کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔

اس کا جائز طریقہ یہ ہے کہ چند وقت کا حافظ کو امام بنا دیا جائے ان اوقات کی نماز حافظ پڑھائے اور امامت کی اجرت متعین کر دی جائے اس صورت میں لوگوں کے لئے دینا اور حافظ کے لئے لینا جائز ہو جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المعروف عرفاً كالمشروط نصباً۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶، کراچی)۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)۔

وفي زماننا يجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲)۔ زکریا۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۱۲۸ ج:۱۵۔ زکریا۔

نابالغ کے پیچھے تراویح کا حکم

سوال (۳۶۰): نابالغ بچوں کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نابالغ بچہ کے پیچھے بالغین کی نماز فرض، وتر، تراویح کچھ بھی درست نہیں ہے ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقا ولو في جنازة ونفل في الاصح (در مختار) "قوله نفل في الاصح" قال في الهداية في التراويح والسنن المطلقة (شامی ج۱ ص۳۸۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ج:۱ص:۳۸۸۔ مکتبہ نعمانیہ۔ دیوبند۔ ج:۲ص:۳۸۷۔ اشرفیہ دیوبند۔

وأما الصبي فلأنه متنفل فلا يجوز اقتداء المفترض به وفي التراويح والسنن المطلقة۔۔۔ ولم يجوزه مشايخنا۔ (هدایه ج:۱،ص:۱۲۴۔ تھانوی۔ دیوبند)۔

يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة عند مشايخ بلخ۔۔۔ المختار انه لا يجوز في الصلوات كلها۔ (هنديه ج:۱،ص:۱۴۳۔ زکریا)۔

فلا تصح امامة المميز عند الجمهور للبالغ في فرض أو نفل عند الحنفية۔ (الفقه الاسلامي ج:۲،ص:۱۱۹۳۔ دار الفكر)۔

فتاویٰ قاضی خان ج:۱ص:۸۴۔ دار الکتب العلمیہ۔

کتاب الجنائز

بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کو دیکھنا، چھونا یا لے جانے کا حکم

سوال (۳۶۱): بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کو دیکھنا، چھونا یا لے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کی حیثیت اجنبی مرد کی ہو جاتی ہے اور اجنبی مرد کے لئے جس طرح اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں خواہ زندہ ہو یا مردہ اسی طرح بیوی مرنے کے بعد شوہر کے لئے اجنبیہ کے درجہ میں ہو جاتی ہے (کمافی الدر(۱) المختار ج ا ص ۳۱۳) ویمنع زوجها من غسلها ومسها وفی الفتاویٰ الهندیه(۲) ج ا ص ۱۶۰ واما هو یعنی الزوج فلا یغسلها عندنا وفی خلاصة(۳) الفتاویٰ ج ا ص ۲۱۹ الرجل لا یغسل إمرأته بعد موتها عندنا وفی مراقی (۴) الفلاح ص ۳۱۳ فانه لا یغسل زوجته لانقطاع النکاح۔ باقی رہا کندھا دینا تو شوہر بیوی کو کندھا دے سکتا ہے عورت خواہ محارم میں سے ہو یا اجنبیہ، کندھا مرد ہی دے سکتے ہیں عورت کو کندھا دینے کی اجازت نہیں ویسن لحملها اربعة رجال تکریمًا له الخ. (مراقی الفلاح (۵) ص ۳۳۱) اخرج به النساء وذٰلك لما اخرجه ابویعلی عن انس قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرأی نسوة فقال اتحملنه قلن لا قال أتدفنه قلن لا قال فارجعن مازورات غیر ماجورات لان الرجل اقوی علیٰ ذٰلك والنساء ضعیفات ومظنة الفتنة والانکشاف الا اذا لم یوجد رجال کذا فی شرح العینی للبخاری طحطاوی ص ۳۳۱ وهکذا فی الهندیه(۶) ج ا ص ۱۶۲ والخلاصة ج ا ص ۲۲۵۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۱۰۵ / ج: ۱۳ اشرفیہ۔

(۲) وکذا فی الهندیہ ص: ۲۲۰ / ج: ۱۔ زکریا۔

(۳) وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ص: ۲۱۹ / ج: ۱۔ اشرفیہ۔

(۴) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی ص: ۵۷۲ / ۲ دار الکتاب۔

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص: ۶۰۳ دار الکتاب۔

(۶) وکذا فی الهندیۃ ص: ۲۲۳ / ج: ۱۔ زکریا۔

متوفہ بیوی کے چہرہ کو شوہر دیکھ سکتا ہے کہ نہیں؟

سوال (۳۶۲): بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اگر اس کا چہرہ دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

کوئی حرج نہیں چہرہ دیکھ سکتا ہے البتہ باقی اعضاء دیکھنا درست نہیں کمافی الدر (۱) المختار ج ا ص ۵۷۵ لا من النظر إلیها وهکذا فی سکب الانهر ج ا ص ۱۸۱۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار: ا/ص: ۵۷۵۔ نعائم دیوبند۔

(۲) ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر الیها فی الاصح۔ (مجمع الأنهر: ج: ۱ ص: ۲۶۶۔ فقیه الامة دیوبند۔

لا یجوز للرجل غسل زوجته ومسها لانقطاع النکاح۔ ویجوز له النظر الیها فی الاصح۔ لأن النظر اخف من المس۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج: ۲/ ص: ۸۵-۱۴۸۴)۔

جنازہ کے لئے کئے گئے وضوء سے نماز فرض ادا کرنے کا حکم

سوال (۳۶۲): جس وضو سے نماز جنازہ ادا کی گئی ہو اس سے فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضرات فقہاء نے جہاں نواقض وضو کو شمار کرایا ہے وہاں اس کا تذکرہ نہیں یہ محض قوم کا ایک خیال ہے لہٰذا اس وضو سے فرض نماز ادا کرسکتے ہیں ونظیرۂ بخلاف صلوٰۃ الجنازۃ ای فان تیممها تجوز بہ سائر الصلوٰۃ الخ (درمختار مع (۱) رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۳) یعنی اگر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تیمم کیا تو اس سے ساری نمازیں پڑھ سکتے ہیں جب نائب کا یہ حکم ہے تو اصل (وضو) کے لئے یہ حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا لہٰذا اگر کسی نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے وضو کیا تو اس وضو سے بلا تردد فرائض ادا کرسکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح بندہ عبد الحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله بخلاف صلاة جنازة أي فإن تيمّمها تجوز به سائر الصلوات ليكن عند فقد الماء الخ۔ (شامی ص: ۴۱۶/ ج: ۱ـ مکتبہ اشرفیہ)

فلو تيمم لصلاة الجنازة أو سجدة التلاوة جاز له أن يصلي سائر الصلوات لأن كلا منهما قربة مقصودة الخ۔ (البحر الرائق ص: ۱۵۰/ ج: ۱ـ مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان)۔

لو تيمم بسجدة التلاوة أو لصلاة الجنازة أجزاه أن يصلي به المكتوبة بلا خلاف۔

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۳۶۵ ج: ۱ مکتبہ زکریا)

وهكذا فتح القدير ص ۱۱۴/ ج: ۱ دار إحیائ التراث العربی۔ وہکذا ہندیہ ص: ۹۴/ ج: ۱ـ زکریا)۔

قبرستان میں نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۳۶۴): قبرستان میں نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، لأن النبی ﷺ نهى ان يصلى على الجنائز بين القبور (طس) عن انس ؓ (۱) وفی البدائع قال ابو حنیفة ؒ ولا ینبغی ان یصلی علی میت بین القبور وکان علی وابن عباس یکرهان ذالك فان صلوا اجزأهم (البحر (۲) الرائق ج ۲ ص ۱۹۵) لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو نماز جنازہ ہوجائے گی تاہم اولیٰ یہی ہے کہ کراہت سے بچا جائے اور قبرستان کے بجائے کسی دوسری جگہ نماز ادا کی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۲) و کذا فی البحر الرائق ج:۲ ص:۱۹۵ (سعید)۔

(۱) عن أنس مالك رضی الله عنهما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصلى على الجنائز بين القبور۔ (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۱۱ دار الکتب العلمیۃ)۔

وکذا فی الفقہ علی المذاهب الأربعۃ ج:۱ ص:۴۱۵ـ (سلمان)۔

وکذا فی تبیین الحقائق ج:۲ ص:۲۴۶ـ (امدادیہ)۔

وکذا فی النہر الفائق ج:۱ ص:۳۹۳ـ (زکریا)۔

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۶۵): عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وأما المتخذ لصلوٰة جنازة او عيد فهو مسجد فى حق جواز الاقتداء وإن انفصلت الصفوف رفقًا بالناس لا فى حق غيره به يفتىٰ نهاية فيحل دخوله لجنب وحائض الخ. (تنویر الابصار ج ا ص ۴۴۳)

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز جنازہ عیدگاہ میں جائز ہے اس لئے کہ یہ من کل الوجوہ مسجد نہیں لہٰذا نماز جنازہ کی کراہت جو مسجد سے متعلق ہے اس کو عیدگاہ سے متعلق نہیں کرسکتے لیکن علامہ شامی نے احکامِ مساجد کا تعلق عیدگاہ سے نقل کیا ہے،

والمختار ما صححهٗ فى المحيط فى مصلى الجنازة انه ليس لهٗ حكم المسجد اصلًا وما صححه تاج الشريعه ان مصلى العيد له حكم المساجد. (ردالمحتار ج ا ص ۴۴۲)

اس لئے احوط یہی ہے کہ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز ادا نہ کی جائے کسی دوسری جگہ نماز ادا کرلی جائے لیکن اگر بانیٔ عیدگاہ نے عیدگاہ کی تعمیر کے وقت دونوں کی نیت کی ہے کہ صلوٰۃ العیدین کے ساتھ نماز جنازہ بھی ادا کی جائے تو اس صورت میں بالاتفاق صحیح ہے، لہٰذا اگر بانی زندہ ہو تو نیت معلوم کرلی جائے صرف تعامل حجت نہیں اور اگر بانی زندہ نہ ہو تو احوط یہی ہے کہ وہاں نماز جنازہ نہ ادا کی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (تنویر الأبصار علی الدر المختار ۱/ ۴۴۲ نعمانیہ دیوبند)۔

لا تكره صلاة الجنازة فى مسجد أعدلها و كذا فى مدرسة ومصلى عيد لأنه ليس

لها حكم المسجد فى الأصل إلا فى جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۵۹۵۔۵۹۶)۔

البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۷۔

نصرانیہ کا انتقال ہوا، پیٹ میں بچہ ہے، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۶۶): ایک نصرانی عورت ہے، اسکے پیٹ میں بچہ ہے اور اس کی روح پرواز کرگئی اور اس عورت کو دفن کرنا ہے تو کیا اس عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کردیا جائے یا پیٹ کو چاک کرکے اس بچہ کو الگ دفن کردیا جائے۔ اس بنا پر کہ وہ بچہ فطرت اسلام پر ہے، اگر اس عورت کے ساتھ دفن کردیا جائے تو کیا دفن کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں، نیز اگر جواز کی شکل ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وفى المنية ماتت نصرانية وفى بطنها ولد مسلم قيل تدفن فى مقابر المسلمين لحرمة ولدها وقيل فى مقابرهم الخ (مجمع الانہر ج ا ص ۱۸۸) ولو سبى صبى مع احد ابويه فمات لا يصلى عليه لانه تبع لهما لحديث كل مولودٍ يولد على الفطرة فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه حتى يكون لسانه يعرب عنه اما شاكرًا واما كفورًا الا ان اسلم احدهما اى احد الابوين فيصلى عى الصبى حينئذٍ لانه يصير مسلمًا حكمًا تبع الخ. (ملتقی الابحر (۱) مع المجمع ج ا ص ۱۸۵) مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کردیا جائے، دفن کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (ملتقی الابحر ص ۱۶۲ / ج:۱) موسسہ الرسالۃ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشهادة سبع سوى القتل فى سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد. والمرأة تموت بجميع شهيد. (سنن ابی داؤد ج:۲ ص:۸۷) امدادیہ۔

زہر پی کر مرنے والے کا حکم

سوال (۳۶۷): زید نے سوتے وقت زہر کا پیالہ پی لیا بعدہ لا الہ الا اللہ کی ضرب مسلسل لگاتا رہا اور اسی ضرب میں زید کا انتقال بھی ہوا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ زید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں نیز خودکشی کا گناہ ہوگا یا نہیں اس کی موت حرام واقع ہوگی یا حلال؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورتِ مسئولہ میں زید کی موت شریعت کے خلاف ہوئی فعل حرام کے ارتکاب کیوجہ سے خودکشی کا گناہ ملا لیکن جنازہ کی نماز بہرحال پڑھی جائے گی۔ من قتل نفسه ولو عمدًا يغسل ويصلى عليه به يفتى (درمختار ج ا ص ۵۸۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

۱۸/۱۱/۱۴۰۲ھ

اگر زہر پینے کے بعد توبہ نہ کیا ہو تو ضرور خودکشی کا گناہ باقی رہا اور نماز جنازہ تو بہرصورت پڑھی جاوے گی۔ عبدالحلیم عفی عنہ ۱۸/۱۱/۱۴۰۲ھ

التعلیق والتخریج

(۱) متن العبارة: من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه، به يُفتىٰ وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره. (شامی ص:۱۲۷ / ج:۳) اشرفیہ۔

(۲) وفى الجامع الصغير: من قتل نفسه يغسل ويصلى عليه قال الحجة: و هو الصحيح، لأنه مؤمن مذنب، فصار كغيره من أصحاب الكبائر. (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۳ ص:۵۶) زکریا۔

ومن قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد (رحمهما الله) وهو الأصح لأنه فاسق غير ساع فى الأرض بالفساء وان كان باغيا على نفسه كسائر فساق المسلمين والله أعلم. (تبیین الحقائق ج:ا ص:۲۵۰) مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

ويصلى على قاتل نفسه. ولو كان خطأ يغسل، ويصلى عليه بلا خلاف. (مجمع الأنہر ج:ا ص ۲۸۱) فقیہ الأمۃ دیوبند۔

من قتل نفسه خطأ، بأن ناول رجلا من عدوّ ليضربه بالسيف فأخطأ وأحباب نفسه ومات، غسل وصلى عليه، وهذا ابلا خلاف، كذا فى الذخيرة، ومن قتل نفسه عمدا، يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله والأصح. (الفتاویٰ الہندیۃ ج:ا ص:۲۲۴) زکریا دیوبند۔

عورت کو حمل کے ساتھ دفن کرنے کا حکم

سوال (۳۶۸): ایک نصرانی عورت ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے اور اس کی روح پرواز کر گئی اور اس عورکو دفن کرنا ہے تو کیا اس عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کردیا جائے یا اس کا پیٹ چاک کر کے اس بچہ کو الگ دفن کردیا جائے اس بنا پر کہ وہ بچہ فطرت اسلام پر ہے اگر اس عورت کے ساتھ دفن کردیا جائے تو کیا دفن کرنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں نیز اگر جواز کی شکل ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وفى المنية ماتت نصرانية وفى بطنها ولد مسلم قيل تدفن فى مقابر المسلمين بحرمة ولدها وقيل فى مقابرهم.

ولو سبی صبی مع احد ابویه فمات لا یصلی علیه لانه تبع لهما لحدیث کل مولودٍ یولد علی الفطرة فابواه یهودانه اوینصرانه ویمجسانه حتی یکون لسانه یعرب عنه اما شاکرًا واما کفورًا الا ان اسلم احدهما ای احد الابوین فیصلی علی الصبی حینئذٍ لانه یصیر مسلمًا حکمًا الخ. (ملتقی الابحر مع المجمع ۱/ ۱۸۵)(۱)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کردیا جائے، دفن کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر ص:۲۷۷ ج:۱ فقیہ الامت

صبی سبی مع أحد أبویه أی لا یصلی علیه لأنه تبع لهما للحدیث کل مولودٍ یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه الخ. (البحر الرائق ص۱۸۹ ج:۲) سعید۔

صبی سبی مع أحد أبویه من دار الحرب وتحته أی الکافرین لا یصلی علیه لأنه تبع لهما تبعیة ولادةٍ. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۵۹۹. دار الکتاب)۔

تبیین الحقائق ص:۲۴۳ امدادیہ۔

قبر میں بیری کی ٹہنی رکھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۶۹): قبر میں لوگ بیری کی ٹہنی رکھنا بہت ضروری سمجھتے ہیں یہ کیسا ہے اگر نہ رکھا جائے تو کیا ہوگا، اور ٹہنی کہاں کی رکھی جائے اور کتنی بڑی ہو اور اس سے کیا فائدہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیری کی ٹہنی قبر میں رکھنا واجب فرض نہیں، وہ صرف اس لئے رکھی جاتی ہے تاکہ جانور

قبر کو کھود نہ سکیں، اس لئے کہ اس میں کانٹے ہوتے ہیں، وہ کھودنے میں چبھیں گے تو بھاگیں گے، اسکے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، میت کی حفاظت کے پیشِ نظر رکھی جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۴ ج:۸۔ ڈابھیل۔

قبر میں خوشبو چھڑکنے کا حکم

سوال (۳۷۰): قبر میں کیوڑا چھڑکنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کوئی مضائقہ نہیں لیکن اصل یہ ہے کہ کفن میں خوشبو لگائی جائے قبر میں کیوڑا چھڑکنا متوارث نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وتجمر الأکفان للرجل والمرءة جمیعاً. وتحته فی الطحطاوی: والمراد أنها تطیب بالجمر وهو یا یبخر به الثوب من عودٍ ونحوه. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۵۷۸ دار الکتاب)۔

وتجمر الأکفان أولاً وتراً لأنه علیه السلام أمر بإجمار أکفان امرأته. والمراد به التطیب قبل أن یدرج فیها المیت. وجمیع وما یجمر فیه المیت ثلاث مواضع عند خروج روحه لإزالة الرائحة الکریهة وعند غسله وعند تکفینه ولا یجمر

خلفة ولا فی القبر۔ (البحر الرائق ص:۱۷۷ ج:۲۔ سعید)۔

وتجمر الأکفان قبل أن یدرج فیها أی فی الأکفان والإجمار هو التطییب۔ (مجمع الأنهر ص:۱۶۶ ج:۱۔ فقیه الامت)۔

(۴) تبیین الحقائق ص:۲۳۸ ج:۱۔ امدادیة۔

ناپاک آدمی جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟

سوال (۳۷۱): اگر کوئی ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دینا چاہے تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جنازہ کو کندھا دینے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں لیکن ایسا کرنا مناسب (۱) نہیں آخرت کے مسافر کو اس کی شان کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وقوله فلیوضأ فی حمل الجنازة للمحدث لیتمکن من الصلاة علیه۔ (بدائع الصنائع ص:۱۳۹ ج:۱ زکریا)۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال (۳۷۲): نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص کا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مذہب حنفی میں ثنا اور درود شریف دعا ہے قرأت نہیں خواہ سورت فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت ولا قرأة فیها ای فی صلوٰة الجنازة (مجمع الانہر (۱): ۱/۱۸۴) البتہ حضرت

امام شافعیؒ کے نزدیک جنازہ کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت ہے وعند (۲) الشافعی یقرؤا الفاتحة فیها (مجمع: ۱/۱۸۴) نماز جنازہ تو بہر حال ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر ص ۲۷۱ ج:۱ فقیہ الامت۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۸۴۔ دار الکتاب۔

ولیس فیها قراءة القرآن عندنا وهو قول عمر وابنه وعلی وأبی هریرة وقال الشافعی وأحمد یقرء الفاتحة فی الأولی۔ (حلبی کبیری ص:۵۸۶ سهیل لاهور)۔

ولا یقرء فیها القرآن ولو قرء الفاتحة بنیة الدعاء فلا بأس به وإن قرءها بنیة القراءة لا یجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة۔ (الفتاویٰ الهندیة ص:۱۶۴ ج:۱۔ رشیدیة)۔

ولم یذکر القراءة لأنها لم تثبت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی التجنیس والمحیط: لو قرء الفاتحة فیها بنیة الدعاء فلا بأس۔ (البحر الرائق ص:۱۸۳ ج:۲۔ سعید)۔

نماز جنازہ جہراً پڑھنے کا حکم

سوال (۳۷۳): جنازہ کی نماز جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی امام جہراً نماز پڑھائے تو اس نماز کا کیا حکم ہے اور اگر جنازہ کی نماز رات میں جہراً پڑھائی گئی تو اس کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حنفیہ کے نزدیک جنازہ کی نماز جہراً نہیں بلکہ سراً ہے ویخافت فی الکل

(زیلعی:۱/۲۴۱) لیکن اگر کسی نے جہراً نماز پڑھادی تو بھی نماز ہوجائے گی البتہ یہ خلاف اولیٰ ہے ولا یجھر فی صلوٰۃ الجنازۃ بشیء من الحمد والثناء والصلوٰۃ علی النبی ﷺ لانہ ذکر والاخفاء فی الذکر أولی (حاشیۃ المستبلی علی تبیین (۱) الحقائق:۱/۲۱۴)

خواہ رات ہو یا دن ہو، رات میں بھی نماز جنازہ درست ہے ولا یکرہ الدفن لیلًا والمستحب النھار۔ (سکب الانہر:۱/۱۸۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تبین الحقائق مع حاشیۃ الشلبی ص:۲۴۱۔امدادیہ۔

ولا یجھر بما یقرء عقبب کل تکبیرۃ لأنہ ذکر والسنۃ فیہ المخافۃ۔ (البحر الرائق ص:۱۸۴ ج:۲) سعید۔

(۳) شامی ص:۲۱۳/ج:۲۔کراچی۔

قال الزیلعی: ویخافت فی الکل إلا فی التکبیر۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۵۸۶ دار الکتاب)۔

نماز جنازہ میں قہقہہ لگانے کا حکم

سوال (۳۷۴): ایک شخص وضو کرکے نماز جنازہ کے لئے کھڑا ہوا اور دوران نماز زور سے وہ ہنس پڑا، سوال یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟ اور اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز باطل ہوجائے گی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”ولو قھقہ فی سجدۃ التلاوۃ أو فی صلاۃ الجنازۃ تبطل ما کان فیھا

ولا تنقض الطھارۃ“ (کمافی الفتاویٰ (۱) الھندیۃ:۱/۱۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کمافی الفتاویٰ الھندیۃ۔مکتبہ رشیدیہ ص:۱۲ج:۱۔

وقھقھۃ مصل بالغ فی صلاۃ کاملۃ ذات رکوع وسجود.... واحترزنا بالکاملۃ عن صلاۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ لمورد النص۔ (مراقی علی نور الایضاح مع طحطاوی ص۹۱۔۹۲) مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

فلا تنقض القھقھۃ فی صلاۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ۔ (البحر الرائق ص:۴۱ ج:۱) مکتبنہ سعید پاکستان۔

مقام موت سے دوسری جگہ جنازہ کی منتقلی کا حکم

سوال (۳۷۵): زید کا انتقال وطن سے بہت دور ملک کے اندر یا ملک کے باہر ہوگیا اس کے ورثاء کی خواہش واصرار پر یا بغیر اصرار کے زید کی نعش کو اس کے وطن پہونچانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر میت کے جسد کا انتقال جائز نہیں تو اگر کوئی شخص مرنے سے قبل مرض الوفات میں جنازہ وطن پہنچانے کی وصیت کرے تو یہ وصیت واجب العمل ہے یا نہیں؟ جنازہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مطلق ممنوع ہے؟ یا اس میں کچھ گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو اس کی حد کیا ہے؟ اگر جنازہ منتقل کرنے کی گنجائش نہیں تو پھر حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مدینہ طیبہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا جنازہ مقام حبشی سے مکہ مکرمہ کیوں منتقل کیا گیا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور اس کے بعد صحابہ کرام کی حیات مبارکہ میں جنازہ کی تدفین کے سلسلہ میں کیا معمول رہا ہے؟ اگر کسی مدرسہ میں کسی استاذ یا طالب علم کا انتقال

ہوجائے تو منتظمین مدرسہ کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ تجہیز وتکفین وغیرہ کا خرچ ورثا کے ذمہ ہے یا مدرسہ کے ذمہ؟ اگر ورثاء کی خواہش واصرار پر یا منتظمین مدرسہ نے ازخود جنازہ میت کے وطن پہونچادیا تو اس نقل وحمل کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے ورثہ کے یا مدرسہ کے؟ اگر مدرسہ کے ذمہ ہیں تو کیوں؟ اور یہ صرفہ کس مد میں درج کیا جائے؟ جنازہ کے منتقل کرنے میں موجود یا متوقع منکرات کیا ہیں جن کی شرعاً اجازت نہیں۔

نوٹ: یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ سوالات نقل جسد بعد دفن کے بارے میں نہیں چونکہ تدفین کے بعد نقل جسد باتفاق مشائخ ناجائز ہے۔فقط

المستفتی: حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم
بانی ومہتمم جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ورثاء کی خواہش واصرار پر یا بغیر اصرار کے مطلقا جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ زید کو اسی جگہ دفن کردینا جہاں اس کا انتقال ہوا ہے مستحب ہے۔"ویستحب الدفن فی مقبر محل مات فیه أو قتل لما روی عن عائشة رضی انها قالت حین زارت قبر أخیها عبد الرحمان وکان مات بالشام وحمل منها لو کان الامر فیك الی ما نقلتك ولدفنتك حیث مت" (شرنبلالیہ(۱):۷۳۳)

"ان النقل من بلد الی بلد مکروہ ای تحریما الخ"

(طحطاوی علی المراقی:۷۳۳،(۲) وہکذا فی الدر(۵) المختار والبحر الرائق (۳) کتاب الجنائز)

جنازہ کا ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا غیر شرعی صرف رواجی چیز ہے ایسا کرنے والے مکروہ تحریمی کے مرتکب ہیں لہٰذا ورثاء کو چاہئے کہ جہاں انتقال ہو وہیں دفن کروادیں اگر کسی شخص نے مقام انتقال سے وطن جنازہ پہونچانے کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس طرح کوئی شخص یہ

وصیت کرے کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیت باطل ہے

أو صی بأن یصلی علیه فلان فالوصیة باطلة فی الاصح (کمافی (۴) البزازیہ علی ہامش الہندیہ ج۶ ص۴۴۰)

"أمر رجلا بأن یحمله بعد موته الی موضع کذا ویدفنه ثمه فالوصیة بالحمل الی موضع کذا باطلة الخ" (کمافی البزازیہ علی ہامش الہندیہ: ۴۳۹/۶)

ایک دو میل کی گنجائش ہے، دو میل میں قدرے زیادتی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، چونکہ عموماً مقابر کا فاصلہ آبادی سے اتنا ہوتا ہے اس لئے مسافت کی اتنی مقدار ضرورت میں داخل ہے اور اس سے زائد ضرورت سے خارج ہے"فان نقل قبل الدفن قدر میل او میلین ونحو ذلك ای قریبا من المیلین لا بأس به لان المسافة الی المقابر قد تبلغ هذا المقدار وکره نقله لاکثر منه ای اکثر من المیلین کذا فی الظهیریه أی أکثر من المیلین کثرة فاحشة. أما الزیادة علیها بقدر یسیر فلا تضر الخ" (طحطاوی مع المراقی والشرنبلالیہ:۷۳۳)

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی کو ایک شہر سے دوسرے شہر نہیں منتقل کیا گیا چونکہ ان کا انتقال مدینہ طیبہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر زرعی زمین میں ہوا تھا اور غالب گمان یہ ہے کہ وہاں کوئی قبرستان نہیں تھا اسی وجہ سے لوگ کندھوں پر سوار کرکے مدینہ طیبہ لائے اور مدینہ طیبہ میں دفن کئے گئے"وسعد بن ابی وقاص مات فی ضیعته علی اربعة فراسخ من المدینة ونقل علی اعناق الرجال الی المدینة الخ" (مراقی الفلاح:۷۳۳)

اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے انتقال پر حضرت عائشہؓ کی نکیر صراحۃ موجود ہے"لو کان الأمر الی فیك ما نقلتك ولدفنتك حیث مت الخ" (شرنبلالیہ:۷۳۳)

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں جنازہ کے انتقال مکانی کا کوئی واقعہ ناکارہ کے علم

ودانست میں نہیں۔ چنانچہ جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے ان کو مدینہ طیبہ لا کر جنت البقیع میں دفن کیا جاسکتا تھا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے شہدائے کرام رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ کو جبل احد کے دامن میں دفن فرمایا نیز غزوات میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، اور وہ سب وہیں دفن کئے گئے نیز ازواج مطہرات میں سے حضرت میمونہؓ کا انتقال مقام سرف میں ہوا، جو مکہ مکرمہ سے سومیل کے فاصلہ پر تھا آج طریق مدینہ جو شارع ہجرت کے نام سے موسوم ہے، وہ مقام سرف سے گذرتا ہے، جنت المعلی کے تقدس کے باوجود مقام سرف (مقام انتقال) میں حضرت میمونہ کو دفن کیا گیا'' ان النبی ﷺ تزوجها فی طریق مکه فقال بعضهم تزوجها حلالاً وظهر امر تزویجها وهو محرم ثم بنی بها وهو حلال بسرف فی طریق مكة وماتت میمونة بسرف حیث بنی بها رسول ﷺ ودفنت بسرف'' (ترمذی شریف: (۶) ا/ ۱۰۴)

جنت البقیع میں تدفین سے متعلق روایات کثیرہ صحیحہ میں فضائل کے باوجود حضرات صحابہ کا بھی معلوم یہی رہا کہ جہاں انتقال ہوا، وہیں دفن کئے گئے چنانچہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کے علاوہ عراق، شام، دمشق، خراسان، افریقہ، تک میں صحابہ کرام کی قبریں ہیں جس کی نشاندہی حضرات محدثین نے کی ہے، صرف دو صحابی کے جنازہ کے انتقال کی تصریح ملتی ہے جس کا جواب سوال (۴) کے ضمن میں آچکا ہے کہ اس کی تجہیز وتکفین کا نظم کر کے مسنون طریقہ پر غسل دیکر جنازہ کی نماز پڑھ کر سپرد خاک کر دیں۔ تجہیز وتکفین کا نظم منتظمین مدرسہ اس طور پر کریں کہ اگر طالب علم کے پاس کپڑے ہوں تو بطور کفن کے اسی کو استعمال کریں اور اگر کپڑے نہ ہوں بلکہ نقد پیسے ہوں تو اس سے کفن خرید کر دیدیں اور اگر نقد پیسے بھی نہ ہوں تو قرض لیکر اس کا نظم کر دیں اور وہ قرض اس مال سے وصول کرلیں جو اس کے وطن میں ہے چونکہ تجہیز وتکفین کو شریعت نے میت کے مال میں لازم کیا ہے اور اگر میت بالکل مفلس ہو نہ نقد اس کے پاس موجود ہو نہ کپڑا اور نہ ہی وطن میں اس کا مال ہو پھر منتظمین مدرسہ آپس میں اساتذہ

وملازمین یا بہی خواہان مدرسہ سے اس سلسلہ میں تعاون حاصل کریں۔ ''مات ولم یترك مالا یسئل من الناس قدر ثوب واحد ویکفن فیه فان ترك ثوبا واحدا کفن فیه رجلا کان او امرأة ولا یسئل من الناس وان مات عن مال قلیل بلا وصیة قال ابراهیم بن یوسف یکفی فی ثوب واحد وقال ابن مسلمة فی ثلاثة قال الفقیه ان کفن فی واحد جاز'' (البزازیہ علی ہامش الہندیہ: ۶/ ۴۴۰)

اگر ورثاء کے حکم پر جنازہ منتقل کیا گیا، گویہ مکروہ تحریمی ہے لیکن نقل وحمل کے اخراجات ورثہ کے ذمہ ہوں گے اور اگر ورثہ کے حکم کے بغیر جنازہ منتقل کیا گیا تو نقل وحمل کا صرف ناقلین کے ذمہ ہوگا مدرسہ کے ذمہ نہیں'' ولو حمل الوصی بلا اذن الورثة یضمن ما انفق الخ'' (بزازیہ علی الہندیہ: ۶/ ۴۴۹) (۷)

نقل وحمل جنازہ کا صرفہ مدرسہ کے ذمہ نہیں اس لئے کس مد میں اندراج ہو، اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے جنازہ کو منتقل کرنے میں چند منکرات ہیں جو شرعا منہی عنہ ہیں۔

(۱) تدفین میں تاخیر جب کہ حتی الامکان تعجیل کا حکم منصوص فی الحدیث ہے چنانچہ ''الجنازة اذا حضرت'' ترمذی شریف سے حضرات فقہاء کرام نے جس عجلت کو سمجھا ہے اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر جنازہ تیار ہو تو اوقات مکروہہ میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے'' کما هو مصرح فی الشامی والفتاوی الهندیه''۔

(۲) خطرہ فساد میت، لوگوں کے انتظار میں میت کو گھر میں اتنی دیر تک رکھنا کہ نعش کے خراب ہونے کا احتمال ہو جاتا ہے تو برف کی سلیوں کے ذریعہ پھولنے پھٹنے سے اسے محفوظ رکھا جاتا ہے انتقال مکان پر اچھی خاصی رقم صرف کی جاتی ہے، جو صرف ضیاع مال ہے اور اس کے لئے سو دقتیں برداشت کی جاتی ہیں جو بے جا ہیں، انتقال مکانی میں عموما جنازہ دوبارہ پڑھا جاتا ہے یہ بھی غیر شرعی عمل ہے جنازہ صرف ایک بار ہے البتہ اگر ولی باقی ہو تو صرف اس کو اجازت ہے اس کا التزام اور اس پر اصرار مستقل ایک غیر شرعی عمل ہے اہل مدارس

کے لئے امور مذکورہ بالا کے علاوہ دیگر مسائل بھی ہیں جن سے اہل مدارس واقف ہیں اس لئے اہل مدارس سے درخواست ہے کہ وہ داخلہ فارم پر مطبوعہ ہدایات میں ایک نمبر کا اور اضافہ فرمادیں یا ایک کارڈ بنوالیں جس پر یہ لکھا ہو کہ اگر میرا انتقال ہوگیا تو مجھے میرے وطن منتقل نہ کیا جائے اور اس پر طالب علم اور اس کے باپ یا سرپرست کے دستخط کرالئے جائیں۔

"ھذا ما فھمت من کلام الفقھاء ولعل عند غیری احسن منہ"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شرنبلالیہ ص: ۶۱۳۔ دار الکتاب۔ مراقی علی نور الایضاح۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۱۴۔ دار الکتاب۔

(۳) وفی التجنیس: القتیل والمیت سخب لھما أن یدفنا فی المکان الذی قتل أو مات فیہ فی مقابر اولئك القوم۔ (البحر الرائق ص: ۱۹۵ ج: ۲) سعید۔

(۴) البزازیۃ علی الھندیۃ ص: ۴۴۰ ج: ۶۔ رشیدیۃ۔

(۵) الدر المختار مع الشامی ص: ۲۳۷ ج: ۲۔ کراچی۔

(۷) البزازیۃ علی الھندیۃ ص: ۴۴۹ ج: ۶۔ رشیدیۃ۔

(۶) سنن الترمذی ص: ۱۷۲ ج: ۱۔ بلال۔

شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شوہر اپنی بیوی کے انتقال کے بعد غسل دے سکتا ہے یا نہیں اور جنازے کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شوہر کے لئے جائز نہیں کہ بیوی کے انتقال کے بعد اس کو غسل دے اس لئے کہ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا رشتۂ ازدواجیت ختم ہوگیا اب یہ بھی دوسروں کی طرح اسکے لئے اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے اور اجنبی مرد کے لئے کسی اجنبیہ عورت کو چھونا حرام ہے جیسا کہ حدیث پاک میں موجود ہے۔

وفی الدر المختار (ج۱ (۱) ص۵۷۵) ویمنع زوجھا عن غسلھا ومسھا الخ وفی الفتاوی الھندیہ(۲) واما ھو یعنی ای الزوج فلا یغسلھا یعنی ای الزوج کذا فی السراج الوھاج ج۱ ص۱۶۰ وفی خلاصۃ(۳) الفتاوی ج۱ ص۲۱۹ الرجل لا یغسل امرأتہ بعد موتھا عندنا الخ والمرأۃ تغسل زوجھا بخلافہ ای الرجل فانہ لا یغسل زوجتہ لانقطاع النکاح الخ مراقی(۴) الفلاح ص ۳۱۳۔

باقی رہا کندھا دینے کا مسئلہ تو یہ جائز ہے شوہر اپنی بیوی کے جنازے میں کندھا دے سکتا ہے کذا فی فتاوی دار العلوم (۵) دیوبند ج ۵ ص ۲۷۵ بلکہ ہر مرد کے لئے مستحب ہے کہ ہر عورت کے جنازے میں کندھا دے کذا فی فتاوی دار العلوم (۶) دیوبند ج ۵ ص ۲۸۲ وفی عالمگیری (۷) ج۱ ص ۱۶۲ یسن فی حمل الجنازۃ اربعۃ من الرجال کذا فی شرح النقایہ شیخ ابن المکارم الخ وھکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ(۸) ج۱ ص ۲۲۵۔

ویسن لحملھا اربعۃ رجال تکریما لہ وتخفیفا الخ (مراقی الفلاح ص۳۳۱) قولہ اربعۃ رجال اخرج بہ النساء وذالك لما اخرجہ ابویعلی عن انس ؓ قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ لحمل جنازۃ فرأی نسوۃ فقال أتحملنّہ قلنا لا قال أتدفننہ قلنا لا قال فارجعن ما زورات غیر ماجورات لان الرجال اقوی علی ذالك والنساء ضعیفات ومظنۃ الفتنۃ والانکشاف الا اذا لم یوجد رجال کذا فی شرح عمدۃ القاری

علی البخاری طحطاوی ص ۳۳۱۔(۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (الدرالمختارص:۵۷۵ج:۱۔مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ص:۱۶۰/ج:۱۔مکتبہ رشیدیہ۔

(۳) (خلاصة الفتاویٰ ص:۲۱۹۔ المکتبة الأشرفیة)۔

(۴) مراقی الفلاح ص:۵۷۱۔ ۵۷۲۔مکتبہ دارالکتاب دیوبند۔

(۷) وفی عالمگیری ص:۱۶۲ج:۱۔مکتبہ رشیدیہ۔

(۸) خلاصة الفتاویٰ ص:۲۲۵/ج:۱۔المکتبہ الأشرفیہ۔

(۵) فتاویٰ دارالعلوم ص:۲۷۵/ج:۵۔مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

(۶) فتاویٰ دارالعلوم ص:۲۸۲/ج:۵۔مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

(۹) حاشیة الطحطاوی ص:۶۰۳۔دارالکتاب دیوبند۔

دوجڑواں بچوں کی ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

سوال (۳۷۷): دوبچوں کی پیدائش ساتھ ہوئی اور انتقال بھی یکے بعد دیگرے ہوا شریعت مطہرہ اس بارے میں کیافرماتی ہے کہ دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی ساتھ پڑھ کر ایک ہی قبر میں دفن کردیا جائے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ ہر ایک پرنماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر دونوں پر ایک ہی ساتھ ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی یہ بھی جائز ہے اور نماز ہوجائے گی کذا فی

الدر (۱) المنتقی اجتمعت الجنازة فافراد الصلوٰة لکل اولی الخ ج ا ص ۱۸۷ وھکذا فی نور الایضاح ص ۱۲۹۔(۲)

اسی طرح ہر ایک کو الگ الگ قبر میں دفن کرنا چاہئے بلاضرورت ایک ہی قبر میں دونوں کو دفن کرنا مکروہ ہے کذا فی(۳) الفقه علی المذاھب الاربعة تحت عنوان دفن اکثر من واحد فھی قبر واحد الحنفیة قالوا یکرہ ذالك الا عند الحاجة فیجوز عند الحاجة دفن أکثر من واحد الخ ج ا ص ۵۳۸۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۲) نورالایضاح ص:۱۳۱۔مکتبہ بلال دیوبند۔

(۱) الدرالمنتقی ۔(ص:۲۷۷ج:۱۔مکتبہ فقیہ الامت)۔

(۳) کذافی الفقہ علی المذاہب الأربعة ص:۴۱۶۳ج:۱۔(سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

سوال (۳۷۸): کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص نے خودکشی کرلی آیااس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نماز جنازہ بغیراس کو دفن کردیا جائے یہ جائز ہے کہ نہیں جواب سے مطلع فرمائیں۔بینوا وتوجروا

الجواب: حامدًاومصلیًا

خودکشی کرنے والے پرنماز جنازہ کا پڑھنا فرض ہے لقول النبی ﷺ صلوا علی کل بر وفاجر شامی(۱) ج ا ص ۵۸۱ (وھی صلوٰة الجنازة) فرض علی کل مسلم مات الی ان قال من قتل نفسه ولو عمدًا یغسل ویصلی علیه به یفتی (تنویرالابصار مع الدرالمختار ج ا ص ۵۸۴)

لہٰذا اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کردیا تو سارے لوگ گنہگار ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص:۵۸۱ مکتبہ دارالکتاب دیوبند۔

(۲) تنویرالابصار مع الدرالمختار ص:۱۲۲ ج:۱۔دارالکتاب۔

وقاتل نفسه۔ عمداً لا لأشدة وجع يغسل ويصلى عليه عند أبي حنيفة۔ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ص:۶۰۲ دار الكتاب)۔

وہکذا ہندیہ ص:۲۲۴ رج:۱۔زکریاجدید۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۵۶ رج:۳۔زکریا۔

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۷۹): ایک شخص سرکاری ملازم تھا اس کی نوکری کسی وجہ سے ختم کردی گئی اب وہ مارے شرم وحیا کے خودکشی کرلیتا ہے تو کیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

خودکشی کرنا یقیناً جرم عظیم ہے لیکن اس کی وجہ سے نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی بلکہ عوام کے لئے ضروری ہے کہ نماز جنازہ ادا کریں بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن نہ کریں ہاں اگر کوئی شخص قوم کا امام ومقتدا ہوتو اس کے لئے زجراً یہ گنجائش ہے کہ وہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرے کذا فی الدر المختار (۱) ج ۱ ص ۱۸۵ من قتل نفسه لو عمدًا يغسل ويصلى عليه به يفتى۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار ص:۱۲۲ ج:۱۔دارالکتاب دیوبند۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۶۰۶۔دارالکتاب۔

ومن قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند ابي حنيفة رحمه الله وهو الاصح۔ (هنديه ص:۲۲۴ ج:۱۔ زكريا ديوبند)۔

وہکذا الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۵۶ رج:۳۔زکریا۔

اپنے جنازہ پر گلریزی نہ کرنے کی وصیت درست ہے

سوال (۳۸۰): لوگ جنازہ اٹھاتے وقت زور سے کلمہ پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ وہ لوگ جنازہ کو قبرستان لیجاتے وقت اس پر پھول لگا لیجاتے ہیں، یہ غلط ہے؟ تو میں اس کے بارے میں بھی کہہ دوں کہ جب میں مروں اور کوئی بھی مرے تو پھول نہ رکھیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زور سے کلمہ پڑھنا جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ پر گلریزی کرنا غیر اسلامی طریقہ ہے۔ اگر آپ اس کی وصیت کردیں کہ میرے جنازہ پر پھول نہ چڑھایا جائے تو بالکل (۱) درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ويكره رفع الصوت بالذكر لما روى عن قيس بن عبادة رضي الله عنه أنه قال كان أصحاب رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ يكرهون الصوت عند القتال وعند الجنازة والذكر۔ ولأنه تشبه باهل فكان مكروهاً۔ (بدائع الصنائع ص:۴۶ ج:۲) زكريا۔

وينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة

القرآن وغيرهما في الجنازة۔ (البحر الرائق ص:۱۹۲ ج:۲) سعيد (وكذا في الهندية ص:۱۶۲ ج:۱) رشيديه۔

فترى العامّة يلقون الزهور على القبور.... لا أصل لها في الدين ولا مستند لها من الكتاب والسنّة۔ (معارف السنن ص:۲۶۵ ص:۲۶۶ ج:۱) المكتبه البنوريّة۔

وكذالك ما يفعله أكثر الناس من وضع مافيه رطوبة من الريّا حين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيئ۔ (عمدة القاري ص:۶۰۲ ج:۲) باب من الكبائر أن لا يتستئر من بوله زكريا بك ڈپو۔

قریبی رشتہ دار کا مردہ کو غسل دینا مسنون ہے

سوال (۳۸۱): عورتوں کو تو لاش نہلانے کا طریقہ سیکھنا چاہئے یہاں جب رشتہ دار مرجاتے ہیں تو بھاڑے کی عورت کو بلایا جاتا ہے جو کچھ ٹھیک سے نہیں جانتی رشتہ دار نہلانے سے ڈرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نہیں کرنے دیتے، کہتے ہیں کہ بیمار ہو جائیں گے۔ تو کیا لاش نہلانے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے یا ڈر جاتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ جاہلانہ تخیل ہے کہ مردہ کو نہلانے سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے یا ڈر جاتا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں، مسنون طریقہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں جو متقی پرہیزگار ہوں وہ یہ سب کام انجام دیں۔(۱)

التعليق والتخريج

(۱) ويستحبّ للغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت فان لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع۔ (البحر الرائق ص:۱۷۵ ج:۲) سعيد۔

وفی شامی ص:۲۰۲ ج:۲۔ کراچی۔

وفی الموسوعۃ الفقہیۃ ص:۵۶ ج:۱۳ کویتیہ۔ وفی الہندیہ ص:۲۲۰ ج:۱۔ زکریا جدید۔

مردہ کو قریبی قبرستان میں دفن کرنا چاہئے

سوال (۳۸۲): کس کی موت کب اور کہاں ہوگی یہ اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن اگر میرے گھر کے پاس جو نزدیک قبرستان ہو جہاں عام مسلمانوں کو دفن کیا جاتا ہے۔ تو جب میں مروں تو مجھے قریبی قبرستان میں لے جانا چاہئے؟ اور نزدیک میں جنازہ کو نماز پڑھوانا چاہئے؟ لیکن سورتیوں کی کمیونٹی (surti Community) کی قبرستان راجا بازار میں ہے جو میرے گھر سے بہت قریب ہے۔ اور لوڑی میں بڑی مسجد (لوٹولہ میں جو سورتیوں کی بڑی مسجد ہے لارنگ کی) وہاں جنازے کی نماز پڑھنے لے جاتے ہیں تو کیا صحیح ہے؟ یا غلط ہے؟ راجا بازار میں اگر کوئی مسلمان مرتا ہے تو وہاں دفن نہیں ہوسکتا، قبرستان تو سب مسلمانوں کے لئے عام ہونا چاہئے، تو کیا میں احتراز (Object) کر سکتی ہوں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مرنے کے بعد مردہ کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا اور قریبی قبرستان (۱) میں دفن کرنا اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ سورتی غیر سورتی کی تفریق یہ غیر اسلامی طریقہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ويستحبّ في القتيل والميت دفنه في المكان الذي مات في مقابر اولئك القوم۔ (هنديه ص:۲۲۸ ج:۱) زكريا جديد۔

لا يدفن صغير ولا كبير في البيت الذي مات فيه فإن ذلك خاص بالانبياء بل ينقل إلى مقابر المسلمين۔ (شامي ص:۲۳۵ ج:۲) كراچي۔

وفی الطحطاوی علی المراقی ص:۶۱۲۔ دار الکتاب۔

جنازہ میں حق ولایت کس کو حاصل ہوگی؟

سوال (۳۸۳): ایک عورت کا انتقال ہوا اس کے جنازہ میں باپ اور بیٹا دونوں شریک ہیں تو ان دونوں میں سے ولی کون ہوگا؟ باپ یا بیٹا؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کی ولایت کا حق بیٹے کو حاصل ہوگا لیکن باپ کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ خود آگے نہ بڑھے بلکہ باپ کو امامت کے لئے آگے بڑھائے، اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی امامت کا اہل نہ ہو تو اجازت دینے کا حق بیٹے کو ہی حاصل ہوگا۔ کما فی البدائع: ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن بالغ فالولاية للابن دون الزوج لما روى عن عمر رضي الله عنه أنه ماتت له امرأة فقال لأوليائها كنا أحق لها حين كانت حية فأما إذا ماتت فانتم احق بها ولان الزوجية تنقطع بالموت والقرابة لا تنقطع لكن يكره للابن ان يتقدم اباه وينبغي ان يقدمه مراعاة لحرمة الابوة. (بدائع الصنائع (۱) ج ۱ ص ۳۱۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) متن العبارة: بدائع الصنائع ص: ۵۹ / ج: ۲۔ زکریا۔

عن الحسن قال: أولى الناس بالصلوة على المرأة الأب، ثم الزوج ثم الإبن، ثم الأخ. (مصنف عبد الرزاق ص: ۳۰۲۔ ج: ۳۔ دار الكتب العلمية)۔

ثم الولي بترتيب عصوبة الإنكاح إلا الأب فيقدم على الإبن اتفاقاً، وتحته في الشامي: هو الأصح لأن للأب فضيلة عليه وزيادة سني، والفضيلة ولزيادة تعتبر ترجيحا في استحقاق الإمامة كما في سائر الصلوٰة۔۔۔ ويدل عليه قولهم سائر

القربات أولى من الزوج إن لم يكن له منها ابن، فإن كان فالزوج أولى منهم، لأن الحق للابن وهو يقدم أباه، ولا يبعد ان يقال ان تقديمه على نفسه واجب بالسنة۔ (شامی ج: ۳ ص: ۱۴۱ اشرفیہ)۔

ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن عاقل بالغ منه، فالولاية للابن دون الزوج، لكن يكره للابن أن يتقدم أباه، وينبغي أن يقدمه فإن كان لها أبن زوج آخر، فلا بأس بان يتقدّم، لأنه هو الولي وتعظيم زوج امّه غير واجب عليه، كذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية ج: ۱، ص: ۲۲۴۔ زکریا)۔

شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح کا حکم

سوال (۳۸۴): کیا شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، نکاح علی حالہ باقی رہتا ہے۔ کما ہو مذکور فی کتب الفقہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

اجنبی لاش کو مسلمان مانیں گے یا نہیں؟

سوال (۳۸۵): اجنبی عورت کی لاش جس کی بظاہر کوئی شناخت نہیں ہے، آیا وہ مسلمان عورت کی لاش ہے یا کسی دوسری قوم کی، اس کی شناخت کی کیا صورت ہوگی؟ اور اس کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے گا؟ جبکہ جہاں لاش پائی گئی ہے نزدیک میں مسلمان اور غیر قوم دونوں کی آبادی ہے۔ امید کہ جواب دیکر ممنون ومشکور ہوں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اجنبی عورت کی لاش جس کے مسلمان ہونے کی بظاہر کوئی علامت نہیں اور پوری کوشش کے بعد بھی کسی حالت وقرائن سے اس کی شناخت نہ ہوسکے، تب بھی احوط اور انسب یہی ہے کہ اس کو مسلمان سمجھ کر مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) لو لم يدر أمسلم أم كافر ولا علامته فإن دارنا غسل وصلى عليه، وعليه لا (در مختار) إن العلامة مقدمة وعند فقدها يعتبر المكان في الأصح؛ لأنه يحصل به غلبة الظن كما في النهر عن البدائع. وفيها أن علامة المسلمين أربعة: الختان، والخضاب ولبس السواد وحلق العانة. قلت: في زماننا ليس السواد لم يباق علامة للمسلمين. (الردمع الشامي ج:۳،ص:۱۰۹۔ اشرفيه)۔

(۲) موتى المسلمين اذا اختلطوا بموتى الكفار أو قتل المسلمين بقتلى الكفار، إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها، يميز بينهم وعلامة المسلمين الختان والخضاب وليس السواد. فيصلى عليهم. وان لم تكن علامة. ان كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل وينوى بالصلوة الدعا. للمسلمين ويدفنون في مقابر المسلمين. (الفتاوىٰ الهندية ج:۱ص:۲۲۰۔ زكريا)۔

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول	تحفۃ السالکین
حبیب الفتاویٰ دوم	نوٹ کی شرعی حیثیت
حبیب الفتاویٰ سوم	والدین کا پیغام زوجین کے نام
حبیب الفتاویٰ چہارم	تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت
حبیب الفتاویٰ پنجم	حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن
حبیب الفتاویٰ ششم	حبیب العلوم شرح سلم العلوم
حبیب الفتاویٰ ہفتم	حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک
حبیب الفتاویٰ ہشتم	قدوۃ السالکین
تحقیقات فقہیہ جلد اول	درود وسلام کا مقبول وظیفہ
رسائل حبیب جلد اول	التوضیح الضروری شرح القدوری
رسائل حبیب جلد دوم	خطبات حبیب
صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول	مقالات حبیب
احب الکلام فی مسئلۃ السلام	برکات قرآن
مبادیات حدیث	علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین	مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
التوسل بسید الرسل	جمع الفوائد شرح شرح عقائد
المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ	جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلا دیا
احکام یوم الشک	
جذب القلوب	